

تقلید سے مخور ہو رہے ہیں اور شہ سچا دیکر سنت سے چور ائمہ قضاے ان لوگوں کو
 برکت اتباع سنت کی کرے یہ تقلید بھی عجیب بلا ہے جس آدمی کی دانگیں ہوتی ہے تو اپنے
 اور حق گوئی سے دور ڈال دیتی ہے اسکی وجہ سے عجب عجب خیال دل میں آتے
 ہیں کہ ہمارے امام کے کل قول موافق کلام اللہ و حدیث رسول اللہ کے ہیں کوئی
 قول ان کا مخالف نہیں بلکہ کہیں ممکن ہے کہ ایسا بزرگ خلاف کرے مالا لکر صحابہ
 کرام و مجتہدین عظام پر بھی بہت سی اماویث مخفی رہیں جیسا کہ جلب النفع کے
 ملاحظہ سے یہ امر سچائی معلوم ہوتا ہے چونکہ اس زمانہ کے مقلدین متعصبین کا یہی
 قول تھا لہذا شیخ محی الدین صاحب لاہوری نے ایک کتاب مسمی النظر البین فی رد
 مخالفات المقلدین لکھے اور اس میں مسائل فقہ حنفی کے معتبر کتابوں سے نقل کر کے
 ان کا مخالف ہونا کلام اللہ و سنت صحیحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل آفتاب
 بیروزہ کے ثابت کر دیا نیز اسی کتاب میں نبی سے مسائل فقہ کے ایسے کچے کہ عقل
 ان کو پسند نہیں کرے گا اس کتاب کی وجہ سے اکثر عوام کو فقہ حنفی کا حال معلوم ہو گیا کہ
 بیشک یہ فقہ ہو جب قول امام شافعی کے مثل شک فیہ کے ہے کہ ظاہر میں تو نام کتاب اللہ
 و سنت رسول اللہ کا ہے اور اصل میں مخالف کلام اللہ و سنت رسول اللہ کے
 جب حنفیوں نے دیکھا کہ یہ کید ہمارا اب نہیں چلتا تو ناچار اس کتاب کے رد کی فکر کی
 پنا سچا بلکہ دیکھو میں جس میں اکثر مقلدین متعصبین رہتے ہیں ایک کمیٹی جس کے منبر
 صدر شیخ عبدالحی صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب تھے قائم ہوئے آخر کمیٹی کی رائے
 اسپر قائم ہوئی کہ اس کتاب کا جواب ہونا ضروریات سے ہے مولوی محمد یعقوب صاحب
 نے فرمایا کہ طبع کرانے جواب کا میں فرماتا ہوں اس شرط پر کہ مولوی عبدالحی صاحب
 جواب کے تکفل میں شیخ جی نے فرمایا کہ جواب اس کا درست میں کر دوں گا مگر کسی
 دوسرے کے نام سے شائع ہونا چاہئے سب کی صلاح سے وکیل احمد سکندر پوری تجویز

ہوئی کہ ان کے نام سے جواب شائع ہونا چاہئے چونکہ بانی مسابانی اسٹریٹنگ میسنری مولوی صاحب
 مین ہند اس کے جواب میں ہم بھی مخاطب انہیں کو ٹھہراتے ہیں اور ان کو مخاطب ٹھہرنے کی
 چند وجہیں وجہ اول بعض نقات کے نہ بانی معلوم ہوا کہ وکیل احمد صاحب کا نام تو
 اس کتاب میں یوں ہی مندرج کیا گیا ہے اصل مولف اسکے مولوی صاحب ہی ہیں اور یہی
 بات حق بھی معلوم ہوتی ہے کئی دلیلوں سے دلیل اول یہ ہے کہ اس کتاب کی صفحہ ۱۸
 میں حوالہ القول العجازہ کا دیا گیا ہے حالانکہ جب یہ کتاب طبع ہوئی تھی تو القول العجازہ کا
 نام و نشان بھی موجود نہ تھا القول العجازہ تو بعد طبع ہوجانے اس کتاب کے ایک عرصہ دراز
 کے بعد طبع ہوئی ہے اور مولوی وکیل احمد صاحب حیدر آباد میں تھے اس کتاب کے حوالہ
 سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور مولوی عبدالحی صاحب نے ہی اس کتاب کو تالیف کیا ہے۔
دلیل دوم اسی کتاب کے صفحہ ۱۷ میں ذکر دو ابراہیم کا بھی موجود ہے حالانکہ اس
 وقت تک یہ تذکرہ طبع نہیں ہوا تھا شیوع ہونے کا تو کیا ہی نوکران مولوی صاحب نے
 فخر الحسن کی معرفت کچھ اور اہل ہندو یہ و مذہبی کے منگائی تھی۔ یہ چاہے وکیل صاحب
 کو تو اسکی خبر بھی نہ تھی اسکے حوالہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب حضرت لکھنوی کے
 تالیف شدہ ہے گو بالفعل اسکا انکار کرتے ہیں مگر ان کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے
سبع نہان کے مانند ان راز سے کہ و سائنہ مضلہا **دلیل سوم** اس کتاب میں جناب
 رئیس المحققین خاتمہ المحدثین ذوالابیدہ محمد صدیقی حسن خان صاحب بہادر پرپر لوسر کی
 تشبیح کی ہے یہ نہایت واضح دلیل ہے کہ یہ کام سوابیے حامد باغض کے اور کسیکے ہندو
 دلائل تو اس کے بہت ہیں اسبقدر پر اکتفا کیا گیا وجہ دوم اگر مانا بھی جاوے کہ
 اس کتاب کو مولوی صاحب نے تالیف نہیں کیا پر اس میں تو کچھ شک نہیں کہ مولوی
 صاحب نے اس کتاب میں کثرت چھاٹ ضرور کی ہے اور اصلاح کو کام فرمایا ہو سکا
 تو مولوی صاحب نے خود مجھ سے اقرار کیا ہے عرصہ تین سال کا منقض ہوا کہ میں نے

برائے طبع ایک رسالے کے گیا تھا اسی زمانہ میں اس کتاب کا دورہ قلعہ ہو کر نکلا جب
میری نظر سے گزرا تو میں نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کسکی کا رستانی ہے حضرت
نے فرمایا کہ وکیل احمد لکھتے ہیں مجھ کو ادھون نے لکھ بھیجا ہے کہ آپ بعد ملاحظہ کے
اس میں کمی بیشی کر دیا کریں اور روایات جو اس کے موید ہوں بڑھایا کریں ناچار میں اسکو
و یکھکر اسکی اصلاح کر دیتا ہوں یہ قول مولوی صاحب کا نص صریح ہے کہ جب مولوی صاحب
اسکی اصلاح دینے والے روایات پڑھنے والے ٹہرے تو گویا دراصل انہیں کی تالیفات
سے ہوئی اب مولوی صاحب کا انکار لغو ہے **وجہ سوہم** اگر مولوی صاحب انکار کریں اور
حلف کہا دیں کہ میں نے اس کو نہیں لکھا اور نہ اصلاح دی ہے اول تو یہ ہے مولوی صاحب
کے قول میں تناقض ہوگا ثانی خیمے بفرض محال مانا کہ مولوی صاحب نے نہ تو اسکو تالیف
کیا ہے اور نہ اس میں اصلاح دی ہے مگر اس میں تو کچھ شک نہیں کہ اس پر رضامندی
مولوی صاحب کے ضرور ہے کیونکہ نہ ہو جا بجا اس کتاب میں اہل حضرت کی موجود ہے
اور یہ قاعدہ مسلمہ حضرت کا ہے کہ جس شخص کے تالیف پر کوئی خوشنودی اپنی ظاہر کرے
تو اسکو مخاطب بنانا درست ہے چنانچہ ابراہیم بن ابی اسحق اصل سے حضرت نواب صاحب
کو مخاطب ٹھہرایا ہے نواب اگر ہم ہی حکم رکھو غلطی افراز رہا و اش سنگاست کے انہیں کو مخاطب
ٹھہرا دیں تو اس میں کیا قباحت ہے **وجہ چہارم** اس کتاب میں اکثر مباحث مسائل
اختلافیہ کا ذکر ہے جن کا داردار مہارت قرآن و حدیث پر ہے اور جناب وکیل صاحب
اس کو چہ سے محض نا بلد میں قابل خطاب کے نہیں گو حضرت لکھنوی بھی ان نمونہ سے آگاہی
نہیں رکھتے اکثر علوم کفار میں مہارت بہم پہنچائی ہے مگر خیر و دھار اجازتہ تو نام کے
کہا لئے میں رع عمرت و راز با و کر این ہم غنیمت است اسلئے حضرت لکھنوی کو مخاطب
بنانا شیک معلوم ہوا استجب ان وجوہ مذکورہ بالا سے وجہ مخاطب حضرت لکھنوی کے روشن
ہوئی اب آغاز جواب کتاب کا کیا جاتا ہے مَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ هُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

قولہ اس زمانہ میں لعن و لعن کی گرم باز آ رہی ہے نہ انہوں پر کلمہ تحفیر و تفسیق جاری
 ہے **اقول** اسی حضرت اپنی حبیب آپ و سرور کے سرنگٹے میں یہ سب کام
 آپ کے بیانی بندوں متقیوں کا ہے۔ ہم اہل حدیث کا آج تک آپ نے کسی رسالے
 میں دیکھا ہے یا کسی سے سنا ہے کہ اہل حدیث نے کسی پر لعن و لعن کیا ہو یا کسی کو
 کافر غاصق بنایا ہو بخلاف آپ لوگوں کے کہ جس رسالے کو دیکھو کسی کی تحفیر ہے کسی
 تفسیق لعن و لعن تو انہوں نے بات ہے اس میرے دعوت پر تالیفات حافظ عبد الشکور
 و رسالہ جامع الشواہد و اختلاف الساجد وغیرہم شاہدین اور ان کو جانے دیکھنا خود ہی
 فصرۃ المجتہدین ہی کو چشم انصاف سے ملاحظہ فرمائے کہ جناب امیر الممالک نواب والا صاحب
 سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر پر آپ نے کیا کیا لعن نہیں کئے مولانا سید
 محمد نذیر حسین صاحب پر کیا کچھ وار نہیں کئے اور نہ اسی مشکور کو ہی پھر دیکھ جائے
 کہ شیخ ابن تیمیہ کے پاس میں آپ نے ابن حجر مکی سے کیا کچھ اقوال نہیں نقل کئے
 اور مولوی محمد شبیر صاحب پر کیا زبان درازی کو کام نہیں فرمایا اور ابراہیم بن
 کیا مکی کی ہے **قولہ** فروع فقہیہ و مسائل جزیہ خلافیہ میں ایسی نزاع بڑھی کہ ان شریعت
 مغرب پہنچی **اقول** یہ تو فرمائے فروع فقہیہ کہاں کا محاذ ہے یوں کہتے تو خلاف
 محاذ رہتا ہوتا فروعات فقہیہ انہی شیخی پر اہل حدیث کو جاہل بناتے ہیں سبحان اللہ
 سب سے فساد و نزاع کا آپ ہی لوگ ہیں آپ تحقیق کر لیں کہ یہ چیئر چار کس سے شروع
 ہوئی اہل حدیث کے جانب سے یا غفیر کے جانب سے اسکو جانے دیجئے اپنے پر ہی اسکو
 قیاس فرمائے کہ نواب صاحب بہادر پر پہلے آپ نے اعتراض کئے یا اہل حدیث کی طرف
 سے آپ کے تالیفات پر اعتراضات شروع ہوئے اور اس نزاع کو شریعت مغرب تک
 کہنے چہ بچا یا پس آپ کو گورہ کے بھی مثل ہے **إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِی الْأَرْضِ**
قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَلَا لَكُمْ أَعْیُنٌ لِّمَا تَعْمَلُونَ مگر ان کا تفسیر نہ

قولہ ایک فرقہ کی طرف سے دوسرے فرقہ کے مقتداؤں پر تبراہیوں نے لگائے **اقول**
 اہل حدیث نے آج تک کیسے تبراہین کہا مقتداؤں کی تو کی طرف عام مومنین کو بھی کہی سب
 دسٹم سے یاد نہیں کیا وجہ اسکی یہ ہے کہ اہل حدیث کے زیر نظر یہ حدیث بخاری شریف
 کے سبب اسلم فسوق و قتالہ کفر اور ثقل جرح و تعدیل کو تبراہیوں کا کام جہالت کا ہے
 اگر جرح و تعدیل کا نام تبراہی ہے تو پہلے جمیع محدثین و مجتہدین پر بھی اطلاق تبراہی کا
 صحیح ہو گا اگر ان پر نہیں تو اس زمانہ کے اہل حدیث پر بھی نہیں ان یہ تبراہی گوی آپکا
 اور آپ کے اہل بلد کا کام ہے یا آپ کے پیروں کا رسالہ کشف الحجاب قاری عبد اللہ
 پانی پتی کا ملاحظہ فرمائیے کہ اہل حدیث دان کے مقتداؤں پر اس میں کیا کچھ تبراہی لکھا ہے
 اور آپ نے جناب نواب صاحب بہادر پر کیا کچھ تبراہی فرمایا صاحب تبصرہ نے آپ کے
 سبب تبراہیوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے دیکھ کر ذرا شرمائے اور پھر طعن اہل حدیث سے
 باز آئے اور مخالفین کا طریقہ چھوڑ دیا اور آپ کے خلاف سے موڑ پھوڑے اہل
 خلاف کے مرض حکم کے باعث نہ بنے اہل خلاف کے تو آپ سمجھو ارہمن بہلا ان کا
 رد آپ کیسے کریں روکے بدلے ہر تبراہی میں ان کی تعریفیں موجود ہیں۔
 مولوی صاحب دنیا و دن کا چھپا چھوڑے اہل خلاف کے شامین آخرت کو نہ برباد
 کیجئے خیر ہمارا کام سمجھا دیتے کہ آپ مامین یا نہ مامین قولہ عجب تر یہ ہے کہ
 جہلاجن کو استعداد علمی مطلق نہیں اصول و کلیات شرعیہ سے واقفیت و خبر
 نہیں زبان درازی کرنے لگے **الخ اقول** یہ کام ہی حضرات حنفیہ کا ہے کہ اصول
 دین قرآن و حدیث سے تو بالکل بے پرواہ ہیں اور زبان درازی پر یہ ولیری کیے
 وکیل صاحب آپ نے قرآن و حدیث کا حکم کس سے پڑھتا ہے گو ہمارے مخاطب جناب
 مولوی عبد الحمی صاحب نے کہ معتقدین مابکر دو تین اجازہ لکھا ہے میں پر آپ کو
 تو یہ بھی نصیب نہیں جب بڑی شیخی کا یہ حال ہے تو چھوٹے چھوٹے سبحان اللہ

ایسے بے پاک ہو کر مکمل کہیلے کہ آئیر محدثین خصوصاً امام الامیرہ امام بخاری و شیخ ابن
 تیمیہ و شیخنا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب و جناب نواب والا جہاں سید محمد صدیقی
 خان صاحب بہادر پر لعن و تشنیع شروع کرنے لگے اور امام ابو حنیفہ کو فنی رحم پر
 کوئی لعن نہیں کرتا اگر کسی نے ان کے جرح کو نقل کیا یا ان کے مسئلہ کو خلاف
 بتایا تو یہ جگہ اعتراض کی نہیں یہ عین طریقہ سلف کا ہے اپنے فکر کہ دیکھے حافظ ابن
 حجر نے لسان میں امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے قَالَ أَبُو يُوسُفَ أَتَمُّ بِنِ
 الْحَنَافِیِّ عَلَی مَثَرِ جَمْعٍ فَرَايَا أَبُو يُوسُفَ نَفْسَهُ كَعَمَلٍ جَنِيٍّ مِّنْ كَعَمَلٍ جَنِيٍّ مِّنْ كَعَمَلٍ جَنِيٍّ
 اور کستدر مسائل میں صاحبین نے امام کا خلاف کیا ہے جو جواب ان صاحبوں کا
 آپ دیتے ہیں وہی اہل حدیث کا درباب جرح و خلاف مسائل میں تصور فرماویں
 اگر جواب نہ آوے تو دل کو روئیں یا دیگر کا ماتم کریں قولہ حنفیہ پر مولف طغی نے
 شمشیر بر بند کھینچی مگر چون اللہ اسی پر وہ الٹ پڑی **اقول** مولف طغی نے تو مسائل
 حنفیہ انہیں کی معتبر کتابوں سے لکھ دئے ہیں اگر اسی کا نام شمشیر بر بند کھینچنا سے تو ان
 مسائل کے مخبر میں کور دئے کہ ایسے مسائل اپنی کتابوں میں کیوں لکھ گئے جو قابل
 مضحکہ اہل دانش کے ہیں چارے صاحب طغی کا کیا تصور ہاں ان کا قصور تو یہی
 ہے کہ انہوں نے صفحہ سطر کا پتہ و نشان بتا دیا کہ یہ مسئلہ فلان کتاب کے فلان صفحہ میں
 ہے اتور یہ بھی کہ انہوں نے اردو زبان میں ان مسائل کو لکھ دیا جناب من پہلے مسئلہ
 کیا توچہ نہیں کر گئے مصنف ابن ابی شیبہ کو ملاحظہ فرمائے کہ انہوں نے اپنے مصنف
 میں ایک کتاب ہی امام صاحب کی رو میں لکھی ہے عنوان اس کا یہ ہے کتاب الرأ
 علی ابی حنیفہ اس میں ایک مسئلہ حنفیہ کا ذکر کیا ہے اور اس کے مخالف حدیث کو
 یہ صاحب ابو بکر بن ابی شیبہ تیج بخاری و مسلم کے ہیں امام الامیرہ امام بخاری نے
 اپنے جامع میں کیا کچھ رو حنفیہ کا نہیں کیا کتاب الحیل ہے کسی استاد سے پڑھ لیں

اور بہت سے لوگ مثل ترمذی وغیرہ کے ہیں کہ جنہوں نے مسائل امام ابو حنیفہ کا رد کیا ہے متاخرین کا تو حساب ہی نہیں مولف الطفر المبین نے تو کچھ نئی بات نہیں کہی جو آپ اُن پر یوں موخہ آتے ہیں اور طعن تشنیع کرتے ہیں اور ون کو جانے دیجئے خود امام محمد رحمہ فرما گئے ہیں لَا يَنْظُرُ فِي كَلَامِنَا مَنْ يُرِيدَ اللَّهُ تَعَالَى كَذَابِي اللِّسَانِ ترجمہ نہ نظر کرے ہمارے کلام میں جو ارادہ کرتا ہے اسہ تھائے کا ایسا ہی نقل کیا حافظ ابن حجر نے لسان میں اب خیال فرمائے یہ شمس آپ پر لٹھی یا صاحب طفر پر **قوله** بہت امور اس میں غیر واقفہ دستور میں **القول** یہ بالکل آپ کا زور ہے نہ کوئی امر اس میں غیر واقعی دستور ہے نہ مطاعن یہ سب آپ کے فہم کا قصور ہے اور جو آپ کے بعض احباب اسکے رد کی طرف متوجہ ہیں تو ہمارے ہی بہت سی غیبت فرما اسکے جواب کے طرف متوجہ ہیں بالفعل یہ خاکسار آپ کی خدشات کو محذو ش کرتا ہے اور آپ کے ہفتوات کا اظہار کرتا ہے انشاء اللہ آپ کے پوری کتاب کا ترتیب سے جواب دیا جاوے گا **فانظره قوله** نام اس کا نصرۃ المجتہدین **القول** واہ جناب نام ہی آپ نے خلاف مسمیٰ کے رکھا ہے نام تو نصرۃ المجتہدین بچینہ جمع اور سوائے ایک مجتہد کے دوسرے کے نصرۃ کا نام تک نہیں آپ کی کتاب پر یہ شل خوب منطبق ہوتی ہے جو ان بڑا جوان پوش بڑا اکو لکر دیکھو تو آدم بڑا آئینہ سے قول صاحب الطفر المبین کو قال صاحب الطفر سے تعبیر کیا جاوے گا اور شروع قول نصرۃ المجتہدین کو قال المقترض سے اور اسکے مابعد کو قول تو اس سے اور رد کو قول سے اَلْهَمَّ طَهْرَ قُلُوبِنَا مِنَ الْإِنْفَاقِ وَعِلْمِي مِنَ الْمَيَاةِ وَلِسَانِي مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِي مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ۔ قال صاحب الطفر ہم ایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام اور مقتدی نماز میں آمین آہستہ کہیں اور یہ مذہب امام اعظم اور امام مالک اور اہل کو حاکم ہے سوا امام اعظم اور امام مالک اور اہل کو فتنے اس

مسلمین خلاف کیا ہے ان اکیس حدیثوں کا قال المعترض اقول ان میں سے بعض حدیثیں مطلقاً مثبت جبر ہیں اقول یہ آپ کی غلط فہمی ہے ان حدیثوں میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں جو جبر پر دلالت نہ کرتی ہو جیسا کہ انشاء اللہ معلوم ہو گا اور یہ مطلقاً قید تو آپ کے علم کی قلعی کہول رہی ہے جس کے یہ منہ ہیں کہ بعض حدیثیں کسی وقت میں مثبت جبر ہیں اور کسی وقت میں حل خلا لا اجتماع نہایتین تخلفین فی قول واحد و هو ضوئاً بآئینہ کا لا ینفک لے الما ہر قول اور بعض صحیح ہیں اقول جو صحیح ہیں تو وہ حسن سے کم ہیں نہیں اور احتجاج کے لئے حسن بھی کافی ہے اور آپ نے توسعی مسکور میں موضوع حدیثوں سے استدلال کیا ہے اور فضائل اعمال میں پرے سے کی ضعیف حدیث کو بھی مل کے لئے کافی سمجھا جو پھر اگر بیان بعض ضعیف ہیں تو کیا برج قولہ اور جو حدیث صحیح مثبت جبر ہے اسکی مخالفت ثابت کرنا دشوار ہے آسان نہیں الما اقول آپ کے عقل پر چھو کہ نہایت ہی تعجب ہے کہ بلا سوچے سمجھے آپ جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں جو حدیث صحیح مثبت جبر ہوگی پھر وہ کیوں مخالف مذہب امام حنیفہ کے نہ ہوگی کیونکہ مذہب امام ابو حنیفہ کا یہ ہے کہ امام و مقتدی آمین آہستہ کہیں کیا آپ کے نزدیک فقا اور جبر میں مخالفت نہیں ان میں نسبت مساوت ہے جیسے انسان اور ناطق میں اسی شیخی اور سب پر جواب الطغفر البین کا لکھا یہ بات تو برکس و ٹاکس ہی جانتا ہے کہ بیشاک آمین آہستہ کہنا مخالف ہے آمین یا بھر کے اب آپ پر آپ کا کلام ہے عاید کیا جاتا ہے مؤلف نے بغیر غور کے ہوئے عدا القصد فریب ہے حواہم کے یہ معاملہ دیا اور آمین یا بھر اور فقا کو ایک ثبیر یا قال صاحب الطغری بی حدیث ابو داؤد و عن وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ صلی علیہ وسلم فرمایا انی واکا ابوداؤد روایت ہے وائل بن حجر سے یہ کہ اسے نماز پڑھی پیچھے رسول خدا صلی علیہ وسلم کے پس

سچا کر کہی آمین **قال المعتبر** مخالفت اس حدیث کی ساتھ مذہب امام کے
 موقوف ہے ثبوت اس امر پر کہ چہر آمین آنحضرت صلعم کا فعل داعی تھا یا اکثری اور یہ
 مضمون اس حدیث سے ثابت نہیں **القول** پہلے اس بات کو معلوم کر لینا چاہیے کہ
 مؤلف نصرة المجتہدین نے یہاں پر نقل عبارت الظفر المبین میں کی بیشی کو راہ دیا ہے
 اول تو گئے کالفظ زائد پڑ گیا دوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اڑایا ستون صلی اللہ علیہ وسلم کو
 اڑا کر جنیل بنے چہارم دیکھ کر اڑایا جب حضرت کی بیشی نقل عبارت کا حال معلوم
 ہوا تو اب ان کے جواب کے طرف توجہ کی جاتی ہے صاحب ظفر نے یہ کسی جگہ دعوئے
 نہیں کیا کہ آمین بالجہر آپکا فعل داعی تھا یا اکثری اور نہ انکے ذمہ ثبوت اس امر کا ہے اتنا
 تو یہ دعوئے ہے کہ یہ فعل رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے باقی رہی یہ بات کہ یہ فعل بعض
 اوقات میں حضرت صلعم سے ثابت ہے یا اکثر میں یا دوام میں اس سے صاحب ظفر نے کچھ
 تعرض نہیں کیا میں کہتا ہوں کہ یہ فعل حضرت صلعم کا داعی تھا جیسا کہ انشاء اللہ قائل
 اس امر کی بحث آئندہ آتی ہے فائزہ واجب اس حدیث ابو داؤد سے یہ بات ثابت ہوئی
 کہ رسول اللہ صلعم نے آمین بالجہر کہا تو اسکی کیا معنی ہیں کہ یہ حدیث مخالف مذہب
 امام کے نہ ہوگی فان مخالف اس صورت میں نہ ہوتی کہ جب امام کے مذہب میں
 بعض اوقات میں آمین بالجہر درست ہوتا اور مخالفت صرف دوام یا اکثری ہوتی تو
 البتہ یہ قول آپکا صحیح ہوتا کہ مخالفت اس حدیث کے ساتھ مذہب امام کے موقوف
 ہے ثبوت اس امر پر کہ چہر آمین آنحضرت صلعم کا فعل داعی تھا یا اکثری جبکہ امام کے
 مذہب میں کسی وقت میں بھی آمین بالجہر درست نہیں تو یہ قول آپکا محض مہمل ٹھہرا
 عقلاً تو اس آپکے قول سے سخت حیران ہیں کہ کیسے بغیر سوچ سمجھ کے یہ آپ نے تحریر
 فرمایا یا حاصل کلام کا یہ ہے کہ بیشک یہ حدیث مخالف مذہب امام کے ہے اگرچہ
 اس حدیث سے دوام یا کثرت نہ ثابت ہو کیونکہ اس میں تو سنگ ہی نہیں کہ بعض اوقات

میں آمین بالجہر کہنا اس سے ضرور ثابت ہوگا جب بعض اوقات میں ثابت ہوا تو یہی
 یہ حدیث مخالف مذہب امام کے بوجہ نہ ہونے سے صاحب امام آمین بالجہر بعض اوقات کے
 شمیری اور دعوتے صاحب ظہر کا ثابت رہا اور کلام جناب کا لغو ہوا و بائند التوفیق **قال**
صاحب الطفر حدیث دوسری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول
 اللہ صلی علیہ وسلم **ما من عبد الا یسئ** المقضوب علیہ **یم** ولا الضالین **قال**
 ایمن عشی یسمع من یلہ من الصیف الا قول تروا ابوداؤد وایت ہے ابو ہریرہ
 سے کہا تھے رسول اللہ صلی علیہ وسلم جب پڑھتے دلائل الضالین کہتے آمین یہاں تک کہ سنا سناؤ
 شخص جو نزدیک ان کے ہو تا صنف پہلی میں **قال المعترض** اس حدیث سے
 بھی فعل وائی یا اکثری جہر آمین کا ہونا نہیں ثابت ہے اور لفظ کان موضع واسطے
 مدامت کے نہیں جیسا کہ محی الدین نووی نے شرح صحیح مسلم میں ابواب النوافل
 میں ترتیم کیا ہے **اقول** اول تو قطع و برید معترض کا حال معلوم کر لینا چاہیے اولاً تو
 رضی اللہ عنہ کو اول یا دوم ترجیح فی المقضوب علیہم کو مذهب کیا باوجودیکہ یہ حضرت ایسے
 فعل نفع کے مرتکب ہوئے ہیں اور دوسروں کو اس فعل پر طعن کرتے ہیں صاحب
 ظفر پر تو حضرت نے بے سبب تو اعترض و نحو کے صفوہ میں یہ اعتراض کیا ہے کہ ترجمہ
 ماضی کا غلط کیا اور خود جناب بالکل ترجمے کو ہی ہضم کر گئے معلوم کر لینا چاہیے کہ حضرت
 معترض اکثر نقل کلام صاحب ظفر میں قطع و برید کو راہ دیتے ہیں اگر میں کل آپ کے
 قطع و برید کا حال نہ ہوں تو ایک کتاب مستقل ہو جاوے اور حجم کتاب کا بہت بڑھاؤ
 لہذا ناظرین متصفین کے خدمت میں گزارش ہے کہ باقی کو اسی پر قیاس کر لیویں
 اگر ذیہ شوق اس کا ہو تو الطفر البین سے معترض کے نقل کو مطابقت کر کے استماع
 کر لیویں اب اصل جواب کی طرف توجہ کی جاتی ہے اس جگہ بھی معترض نے کلام
 سالی کا اعادہ کیا ہے جواب اس کا وہی ہے جو سابقہ گذرا کہ صاحب ظفر نے کچھ

دوام و اکثریت کا دعوئے نہیں کیا ان کا مقصد تو فقط ثبوت مخالفت ہے کہ یہ حدیث
مخالفت مذہب امام صاحب کے ہے سو مخالف ہوا اس حدیث کا مذہب امام سے ظاہر
ہے لہذا مرقضیہ سابقہ ذکر ہو کہ حضرت معترض اس کلام کو بار بار اعاذہ کرتے
ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اسکے مفصل بحث کی جاوے اور
مدامت آمین بالجہر کو ثابت کر دکھلایا جاوے یہاں پر چند اور بحث طلب ہیں اول یہ
کہ اقتدار افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آج تک کسی نے دوام یا اکثریت کو ٹھکرانا ہے
یا فقط حضرت معترض صاحب کی ہے یہ بات طبع وادب سے تو میں کہتا ہوں کہ آج تک
کسی نے اہل اصول سے اقتدار افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوام یا اکثریت کو شرط
نہیں گردانا سلم الثبوت و اسکے شرح قوت الرحمت میں ہے لَمَّا سَوَّيْتُ دِلِّي
مِنْ أَعْمَالِي فَإِنْ عَلِمْتُ حُكْمَ مِلَّةِ الْوُجُوبِ وَالْمَنْدُوبِ وَلَا بِأَحَدٍ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ
الْمُشِيِّعِ أَبُو بَكْرٍ الْخَصَّافُ النَّاسِحِيُّ وَابْنُ تَرْجَمَهُ اسو اسکے (یعنی مخصوصات آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے) افعال سے پس اگر جانا جاوے حکم اسکا وجوب استحباب و اجابہ سے پس مجہود
اور ان میں سے ہیں شیخ ابو بحر خصاص فرماتے ہیں کہ اقتدار کرنا واجب ہے عبارت
سلم سے معلوم ہوا کہ حضرت کے افعال کی اقتدار واجب ہے جس طرح سے وہ فعل
معلوم ہو اگر بطور وجوب کے معلوم ہو تو اقتدار کرنا واجب ہے اگر استحباب سے معلوم
ہو تو استحباب سے باقی رہی دوسری شق کہ اگر حکم اِن افعال کا وجوب و مذہب سے نہ
جانا جاوے تو اس کا کیا حکم ہے اسکے بارے میں صاحب سلم فرماتے ہیں وَأَنَّ
حُكْمَ الْفِعْلِ مِنَ الْوُجُوبِ وَالْمَنْدُوبِ وَالْأَحَادِثِ مُبْتَدِئًا بِأَحَدٍ مُبْتَدِئًا بِأَحَدٍ
مَنْدُوبٍ أَوْ حُكْمٍ مَالِكٍ وَالْمَنْدُوبِ وَعَلَيْهِ الشَّرْفُ وَالْوَبَاحَةُ
وَهُوَ الصَّحِيحُ عَيْنًا أَلَا تَحْفَظُهُ وَالْأَخْبَارُ عِنْدَ الشَّيْخِ ابْنِ الْخَصَّافِ قَدْ شَرَّحُوا
تَرْجَمَهُ اور اگر مجہول ہو حکم قبل کا وجوب و مذہب و اجابہ سے پس باعتبار امت کے

(اس میں) مذہب میں (اول مذہب) و محبوب اور اسپر میں امام مالک (دوم مذہب)
 مذہب کا اور اسپر میں امام شافعی (سوم مذہب) و باقیہ کا اور اسپر میں اکثر خفیہ اور کوی
 صحیح ہے اور مختار نزدیک شیخ ابو بکر خضام قدس سرہ کے انتہے لیکن جاننا چاہیے کہ
 یہ اباحت جو مختار خفیہ کا ہے اس میں ہے جس میں قربت مقصود نہ ہو اگر قربت مقصود
 ہوگی تو اباحت سے تجاوز کر کے مذہب وغیرہ مطلوب ہوگا بابت مسلم کی میری مدعا
 کے شامیت کہ آتھ انفعال آنحضرت صلیع میں دوام و اکثریت کی قید نہیں کاش
 حضرت معترض اپنے اصول ہی کی طرف مراجعت فرماتے تو یہ سخن دوام کا زبان
 پر دلائے اہل اصول نے استنباب و باقیہ میں خود دوام کی نفی کر دی ہے صاحب مسلم
 فرماتے ہیں یُكُونُ لَكَ عِنْدَ عَلِيمٍ الدَّوْمُ عَلَى مَا ظَنَرْتَ الْفِعْلَ فَإِنَّ لَكَ عِنْدَهُمْ
 ترجمہ لایق ہے یہ کہ ہر وہ وقت عدم دوام کی مواظبت نفل پر پس تحقیق وہی نفل
 مواظبت والا واجب ہے نزدیک ان کے صدر الشریعہ شیعہ و اسکے شرح توضیح میں
 بعد نفل مذہب آتھ انفعال کے فرماتے ہیں وَالْفِعْلُ عِنْدَنَا بِأَحْثَ لَكِنْ يَكُونُ
 لَدَا اتِّبَاعِهِ وَكَهْ يَبْعَثُ لِقَعْدِي بِأَقْوَالِهِمْ وَافْعَالِهِمْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا تَتَّبِعُوا
 رِجَالَهُمْ بَلْ اتَّبِعُوا أَمْرَهُمْ وَذَلِكَ بِحَسْبِ الْفِتْنَةِ وَالْمُخْصَصُونَ بِأَذْوَانِ
 ترجمہ اور مختار ہمارے نزدیک اباحت ہے لیکن ہوگی ہمارے لئے اتباع اسے
 نفل حضرت مسلم کے اس واسطے کہ ہر آئندہ آنحضرت صلیع مبعوث کئے گئے میں نوکر
 آپکا اقتبہ کیا جاوے اقوال اور افعال میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے واسطے ابراہیم
 کے تحقیق میں بنانے والا ہوں تمکو لوگوں کا امام اور بھی امامت باعث نبوت
 کے تھی (جو حضرت صلیع میں پائی جاتی ہے) اور مخصوص بنا دیا ہے فقط لاخیر
 صاحب نے نور انوار میں یہی ایسا ہی فرمایا ہے ان نقول بالاسی معلوم ہو کہ
 آتھ اسی افعال و اقوال آنحضرت صلیع میں کسی نے دوام یا اکثریت کی قید نہیں

لکھا می یہ تہ حضرت مستتر عرض کے ہی طبع زاد ہے نیز علماء رضفہ کا عمل ہی اسی پر ہے کہ فوج
 آنحضرت سے ایک یا دو دفعہ حاضر ہوا ہے اوس سے بھی دلیل پکڑتے ہیں اب میں اسکی
 کچھ مثالیں عرض کرتا ہوں **مثال اول** رسول اللہ صلعم نے ترتیب قضا کے
 ایک دفعہ فرمایا یعنی جب غزوہ خندق میں آپکی تین نماز طہر عصر مغرب باعش حرب
 کفار کے فوت ہو گئیں تو آپ نے ان کو ترتیب سے پھر قضا کیا یہ معاملہ ایک دفعہ کا ہے
 صاحب ہدایہ نے اسی ایک دفعہ کے فعل سے دلیل پکڑی ہے کہ ترتیب قضا میں واجب
 ہے ان آیتاں پہر بہار کر دیا ہے کہ اس فعل کو داخل صیغہ امر میں یوں کیا ہے کہ آپ نے
 اسطور سے نماز پڑھی اور فرمایا **صَلُّوا کَمَا رَأَيْتُمُوْنِیْ اُصَلُّوْا** اسی قاعدہ سے
 حینز میں داخل ہو کر موجب ترتیب کی ہوئی اسی طرح سے ہم بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ
 صلعم نے آمین بالجہر سے نماز پڑھا اور فرمایا کہ **صَلُّوا کَمَا رَأَيْتُمُوْنِیْ اُصَلُّوْا** اسی قاعدہ سے
 آمین بالجہر کا وجوب ثابت ہو گا جو احتمال آپ اس میں نگالین گے مگر یہی احتمال ہم ترتیب
 میں پیش کریں گے **مثال دوم** آمین کا خفیہ کہنا دوام یا اکثریت تو ایک طرف آپ
 ایک دو دفعہ کا ہی آہستہ کہنا صحیح روایت سے ثابت کریں **مثال سوم** عدم
 رفع الیدین کا دوام یا اکثریت ثابت کریں **مثال چہارم** تھہ زیر ناف ہانا ہے کا
 دوام یا اکثریت ثابت کریں **مثال پنجم** عدم جہر میں اشر کے دوام یا اکثریت ثابت
 کریں **مثال ششم** نہ کرنے جلسہ اشراجت کا دوام یا اکثریت ثابت کریں
مثال ہفتم عذر اگر نماز کے نماز سے خارج ہو جانے کا دوام یا اکثریت تو بحیث
 ایک دو دفعہ کا فعل ہے ثابت کریں **مثال ہشتم** اوکار رکوع و سجود کا دوام یا
 اکثریت ثابت کریں اگر شکل مثالیں نہ ہوں تو ایک کتاب مستقل ہو جائے آپ کو عام
 اجازت دیتا ہوں کہ موطا امام محمد کے حاشیہ میں جن جن مسائل کو آپ نے
 ثابت کیا ہے ان کا ہی دوام ثابت کریں **بحث دوم** اگر بالفرض اس بات کو

تسلیم بھی کریں کہ شہادت کسی امر منوں کے لئے دوام یا اکثریت کا ہونا ضروری ہی تو ہے
یہی دوام یا اکثریت دار مدار خلاف اس مسئلہ مسنونہ کے اپنے ضد کے لئے ہے تو یہی بین
کہتا ہوں کہ آمین یا نہ پر ایسا فعل ہے حضرت مسلم کا ہے کہ ترک اس کا کسی سند صحیح یا
حسن سے حضرت سے ثابت نہیں ہوا ومن بدل کے خلاف ذلک فعلم البیان
باقی ذیہ یہ کہ روایت یا اکثریت اس فعل کی حضرت مسلم سے کسی حدیث سے ہی
معلوم ہوتی ہے یا نہیں تین کہتا ہوں کہ چند وجہ سے روایت حضرت مسلم کے اس
فعل پر معلوم ہوتی ہے وجہ اول حدیث ابو داؤد کی کان رسول اللہ صلعم
اذ قال علی المفضوب علیکم ولا الضالین قال امین رحمہ اللہ تھے رسول اللہ
صلعم جس وقت پڑھتے تھے علی المفضوب علیکم ولا الضالین کہتے آمین وجہ دلیل کی
اس حدیث سے یہ ہے کہ لفظ اذ صاف دلالت کرتا ہے کہ جس وقت حضرت نے اذ علی
المفضوب علیکم ولا الضالین کو پڑھتے تو آمین کہتے اور تلاوت علی المفضوب
علیکم ولا الضالین کی ہمیشہ گواہین ہی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آمین کی روایت
بھی ہمیشہ رہی اذ آکا محرم اوقات کے لئے ہونا صاحبین کے مذہب کے موافق تو ظاہر
ہے امام صاحب کو اذ کا مشترک آتے ہیں درمیان عموم اوقات و شرط کے مگر اس مقام
میں شرط کے لئے نہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ تلاوت علی المفضوب علیکم ولا الضالین
کے سبب آمین کا نہیں ہے حالانکہ شرط میں ضرور ہے کہ اول سبب ہونا تھا تو ضعیف و
نور الالو آمین اس بحث کو مفصل لکھا ہے جن کو شوق ہو اسکی طرف مراجعت کرے
وجہ دوم روایت ابن ماجہ کی قال تبارک الناس اللامین وکان رسول اللہ
صلعم اذا قال علی المفضوب علیکم ولا الضالین قال امین رحمہ اللہ ابویہ
ترک کیا تو گون نے آمین کہنا ہوتا تھے رسول اللہ صلعم جس وقت کہتے علی المفضوب
علیکم ولا الضالین کہتے آمین و خبر دلالت کے یہ ہے کہ ابو ہریرہ بعد اوقات رسول اللہ

کے فرماتے ہیں کہ حضرت توحس وقت ولا الضالین فرماتے آمین کہتے لوگوں نے آمین کو ترک کر دیا یہ حدیث نص ہے اس بارے میں کہ حضرت صلعم نے آمین پر دوام کیا کیونکہ اگر آپ ایک دو دفعہ آمین کہتے تو ابوہریرہ اس قدر تاسف کیوں فرماتے نیز اگر آنحضرت صلعم نے آمین کو فقط دو تین دفعہ کہہ کر ترک کیا ہوتا تو ابوہریرہ کو لوگ جواب دیتے کہ حضرت صلعم نے توکل ایک دو دفعہ آمین بالجہر کو فرمایا ہے ہم لوگوں نے بھی حضرت صلعم کی اقتدار سے اس فعل کو ترک کیا تو کیا قباحت ہے جب لوگوں نے اس پر سکوت کیا اور ابوہریرہ نے نہ ہی لفظ کاذب و اذی سے فرمایا تو معلوم ہوا کہ بیشک حضرت صلعم آمین بالجہر پر مداومت فرمائی ہے وہو المظلوب وجہ سوم سنن کبریٰ ہی میں ہے

أَخْبَدَنَا أَبُو يُعْلَى حَمْرَةَ ابْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَبْدِيَّ كَذَبِي قَالَ أَتَيْنَا أَبَا يُعْلَى حَمْدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطِيعَانِ ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الْبُزْجِيُّ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ شَقِيقٍ أَتَيْنَا أَبَا حَمْرَةَ عَنْ مُطْرِفٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَدْرَكْتُ مَا تَيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْمَسْجِدَ إِذَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ غَضِبَ الْمَقْضُوبُ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ سَمِعْتُ كُفْرَ حُجَّةً بِأَمِينٍ وَرَأَى شَيْخًا خَطِيئَةً عَنْ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَقَالَ رَفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ بِأَمِينٍ نَقَلْتُ هَذِهِ الْوَايَةَ مِنْ شَيْخَةٍ صَحِيحَةٍ كَانَتْ فِي قُبَّاتِ الْحُسُودِيَّةِ الْوَاقِعَةِ فِي بَلَدِ الْوَسُولِ صَلَّيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ خبر دی بہکو ابو یعلیٰ حمزہ بن عبد العزیز العبدی لانی نے کہا اس نے خبر دی بہکو ابو بکر محمد بن حسین قطبان نے کہا اس نے حدیث کی بہکو احمد بنی منصور مروزی نے کہا اس نے حدیث کی بہکو علی بنی حسین بنی شقیق نے کہا اس نے خبر دی بہکو ابو حمزہ نے مطرف سے اور مطرف نے خالد بن ابی ایوب سے اور انھوں نے عطاء سے کہا عطا نے پایا میں نے وہ تو اصحاب نبی صلعم کو اس مسجد میں جس وقت کہتا

امام غنی المغنی علیہ السلام وَلَا لَظْفًا لِّیْنَ سَیْنِیْهِ وَاسْطَیْهِ اَنْ كَے بلند
 آواز سے تھے ساتھ آمین کے اور روایت کیا اسکو اسطی مغنی نے علی بیٹے مرتضیٰ
 اور کہا بلند کیا اوخون نے آواز سے کہ ساتھ آمین کے اس روایت کو میں نے نقل
 کیا ہے لیسو مہیو سے تھا قہ محمود بن مین جو واقعہ ہے مدینہ منورہ میں وقت ولادت اس
 حدیث کی یہ ہے کہ عطاء تابعی مین اوخون نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسو صحابہ
 کو دیکھا کہ مسجد نبوی میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز
 دیا تو آمین بالجمہر کہا ہوتا تو یہ صحابہ بعد حضرت مہ کے اس پر کیوں عمل کرتے ان صحابہ
 جم غفیر کا بعد حضرت کے آمین بالجمہر کہنا دلیل ہے کہ حضرت نے اس پر دوام کیا ہے۔
 اگر حضرت دوام نہ کرتے تو یہ صحابہ بھی ترک کرتے نیز اسکے مویہ وہ روایت
 ہے جب بخاری کے صفحہ ۱۰ آمین ابن زبیر سے مروی ہے اَمَّا ابْنُ الزَّبَيْرِ وَصَفَ
 كَذَلِكَ حَتَّى اَنَّ الْمَسْجِدَ لَكُنْهُ تَرْجُمَ آمِينَ کہتے ابن زبیرؓ اور جو
 ادن کے مقتدی تھے یا ننگ کہ اہل مسجد کے لئے آواز مسجد میں بلند ہوتی تھی ولادت
 کی اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ اگر حضرت ۱۲۰۰ امت اس فعل پر نہ فرماتے تو یہ
 صاحب اس فعل پر کیوں عمل کرتے وجہ چہارم امام ترمذی اپنے جامع میں
 بعد تخریج حدیث وائل بن حجر کے مد باب حدیث آمین بالجمہر کے فرماتے ہیں۔
 (قَالَ ابُو عِيْنَةَ حَدَّثَنَا قَائِلُ بْنُ جُبَيْرٍ حَدَّثَنَا حَسَنٌ وَیْهَ يَقُولُ عَنِ وَاخِلٍ
 مِنْ اَهْلِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ الْمُتَّبِعِ صَلَّوْا وَالْمُتَّبِعِیْنَ وَمَنْ یَقْبَلُ هُمْ
 یَرَوْنَ اَنْ یَقْعَ الرَّجُلُ صَوْتَهُ بِالْمُتَّبِعِیْنَ وَلَا یَحْفِیْهَا وَیَقُولُ السَّامِعُ
 وَاسْتَمَدَا وَاسْتَمَدَا حَتَّى یَرْجُمَ) کہا ابو عیینہ نے حدیث وائل بیٹے حجر کی حدیث
 سن ہے اور ساتھ اسکے فرماتے ہیں نہایت سے اہل علم صحابہ ابنیہ سلم اور
 تابعین سے اور جو شخص بعد ان کے نہیں جانتے ہیں کہ بلند کرے آواز

اپنے کو آمین کے ساتھ اور نہ پوشیدہ کیے اسکو اسکے ساتھ کہتے ہیں شافعی اور احمد و
 اشعق وجہ دلالت کی اس عبارت سے یہ ہے کہ اگر آنحضرت مسلم ایک دو دفعہ آمین بالجہر
 کہتے تو اکثر اہل علم صحابہ و تابعین سے اکثر مجتہدین اسکے کیوں قائل ہوتے ان وجہ
 بالا سے کسی منصف کو آمین بالجہر کی ملامت میں شک باقی نہیں بچتا بحث سوم
 اس امر میں ہے کہ آیا کان سے دوام سمجھا جاتا ہے یا دوام نہیں سمجھا جاتا آمین کہتا
 ہوں کہ لفظ کان کا مشترک ہے دوام و انقطاع کو جیسا قرینہ پایا جا دیکھا وہی مراد
 ہوگا بقاعدہ تعیین مشترک کے اگر قرینہ دوام کا ہوگا تو کان سے دوام مراد لیا جائیگا
 اگر عدم دوام کا ہوگا تو عدم دوام لیا جائیگا شیخ ابن حاسب کا فیہ میں فرماتے ہیں
 فَكَانَ لَكُمْ نَافِصَةً لِّثُبُوتِ خَبَرِهَا مَا ضَيَّاعًا شَاءَ إِذَا مَنَقَطًا تَرْجِمَ
 پس کان ناقصہ ہوتا ہے واسطے ثبوت خبر اپنے کے کے زمانہ نافی میں بطور ملامت

یا انقطاع کے شیخ رضی اسکے شرح میں فرماتے ہیں یعنی أَكْثَرُ النَّاسِ إِذَا لَمَّا كَمَا فِي
 هَلَايَةِ وَمَنْقَطًا كَمَا فِي قَوْلِكَ كَانَ تَرِيدُ قَائِمًا وَكَمْ تَدُلُّ لَفْظُهُ كَانَ عَلَى
 أَحَدِهَا مَرَّتَيْنِ بَلْ ذَاكَ إِلَى الْقَرِينَةِ تَرْجِمَ یعنی تحقیق وہی کان آتا ہے
 بطور دوام کے جیسا کہ آیت رَكَانَ اللَّهُ تَكْمِيْلًا بَصِيْرًا کے اور منقطع جیسا کہ
 تیس کے قول میں رہتا نہ کٹتا ہوا اور نہیں دلالت کرتا ہے لفظ کان کا اوپر ایک
 دوام و رون کے بلکہ یہ محتاج ہے طرف قریہ کے یعنی جیسا قرینہ پایا جا دیکھا کان
 اس پر دلالت کرے گا اگر قرینہ دوام کا ہوگا تو لفظ کان سے دوام مراد ہوگا اگر قرینہ انقطاع
 کا ہوگا تو اس سے انقطاع مراد ہوگا اس مقام پر قرینہ دوام کا موجود ہے جیسا کہ
 تفصیل اوپر مذکور ہوئی اور خود اس حدیث سے بھی لفظ إِذَا اسْتَلَّ عَلَيْهِ الْمَقْصُوبُ
 عَلَيْهِمْ وَكَانَ الصَّبْرُ لِيْنِ كَالْقَرِينَةِ مَوْجُودٌ بِأَوْجُودِ مَوْجُودِ قَرِينَةِ كَيْفَ هِيَ دَوَامٌ نَهْ
 مراد لینا نہایت ہی ناانصافی ہے اس تحقیق سے جواب کلام نو دیکھا جائے گا مگر ترجیح

حوالہ دیا ہے اور جو اب عبد اللہ بن سالم بصری کا یہی روشن ہو گیا کہ نہ ہونا کان کو
 واسطے استمرار کے ہمارے سنانی نہیں ہے اور نہ ہم اسکے قائل ہیں بلکہ ہم تو قائل
 اشتراک کے ہیں اور اشتراک کی نفی نہ تو کلام امام ذہبی سے ہے معلوم ہوتی ہے
 کہ کلام عبد اللہ بن سالم بصری مکی سے انتہی یہ تحقیق منصف کے لئے کافی ہے علان
 اسکے قاضی شوکانی حنیبل و لاوطار کے باب جامع القروۃ فی الصلوات میں تحریر
 فرماتے ہیں **قَوْلُهُ كَانَ قَرَأَ فِي الْغَيْرِ فَقَدْ تَقَرَّرَ فِي الْأَصُولِ إِنَّ كَانَ يَقْنَدُ**
بِهِمْ سَمِعُوا وَتَقَرَّرَ بِمَا تَرْتَابِ قَيْدِي أَنْ يَحْمِلَ قَوْلُهُ كَانَ قَرَأَ فِي الْغَيْرِ
فِي حَقِّ الْعَالِيَةِ مِنْ تَحَالِيهِ صَلَاحٌ أَوْ كَحَمَلِ حَقِّهَا لِحَرْفِ قَوْصِ الْفِعْلِ لِيَكُنَّ
قَدْ تَقَرَّرَ لِيَذَلِكَ كَمَا قَالَ إِنْ تَرْتَابِ لِيَعْنِيَنَّ اس عبارت سے کان کا مفید
 استمرار ہونا اور بجز وقوع فعل کے لئے اس کا قلیل ہونا سببی ثابت ہے قولہ پس
 جو فعل ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہوا وہاں پہلے کان **يَفْعَلُ** کذا کا اطلاق ہو سکتا ہے
 اقول **هَنْ** بیشک ایک دو دفعہ کے فعل پر بھی اسکا اطلاق ہو سکتا ہے اور
 دوام پر بھی بجز غیر قرینہ کے ایک دو دفعہ مراد لینا اور دوام کو باوجود ہونے قرینہ
 کے ترک کرنا نہایت ہی ظلم ہے یا بے سببی جناب کی قولہ پس ہو سکتا ہے کہ کسی اپنے
 آمین پکار کر رکھی ہو اور اوپر مذکورست نہ کی ہو راوی نے اسکو بلفظ کان ترجمہ کر لیا
 کہ روایت کیا اقول قطعاً ہو سکتا ہے بیان کا مکی نہیں ہو سکتا جب تک اس کو
 دلیل قوی سے ثابت نہ کریں مگر مجرد احتمال شرع میں جایز رکھے جائیں تو تمام قرآن
 و حدیث کا مل باطل ہو جائیگا اسکے ہننے خلاف اسکا کلامی ثابت کر دیا ہے
قَالَ صَاحِبُ الظَّفَرِ تَمِيرِي حَدِيثٌ وَقَدْ قَالَ تَرَكَ النَّاسُ لِقَائِي
وَكَانَ تَرْسُولُ اللَّهِ صَلَاحٌ إِذَا قَالَ غَيْرُ الْعَصُوبِ عَلَيْهِمْ وَكَانَ الصَّالِحِينَ قَالَ أَمِينٌ حَتَّى
يَمْتَعَهَا أَهْلُ الصَّفَةِ الْأَوَّلَى فَيَرْجِعُ بِهَا السَّخِيذَةَ وَأَمَّا مَنْ مَاجَهٌ أَوْ رَوَيْتَ

ابن ہریرہ سے کہا کہ ترک کر دیا لوگوں نے آمین کہنا اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہتے
 عَمَّا مَعْظُومٍ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہتے آمین یہاں تک کہ سناتے تھے صف اول
 والوں کو پھر گرجتے ساتھ اسکے **سجد قال المعترض** اس سے بھی ہمیشہ یا اکثر
 ہوتا جہر آمین کا نہیں ثابت ہے تاکہ مخالفت مذہب امام کی اسکے ساتھ ثابت ہو سکے
اقول جواب اسکا حدیث اول و دوم میں گنہاراوریہ بھی سابقاً معلوم ہوا کہ اس
 حدیث سے دوام ثابت ہوتا ہے معترض اگر نہ سمجھے تو اسکا قصور ہے دوسروں پر
 کیا ابو ہریرہ کا بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں کا حال بیان کرنا کہ لوگوں نے بعد حضرت
 کے آمین یا پھر کہ ترک کیا حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عَمَّا مَعْظُومٍ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ
 کہتے تو آمین کہتے تھے یہ قرینہ صاف و دوام کا ہے **قولہ** علاوہ ازیں اس حدیث کی
 سند ضعیف ہے بسبب اسکے کہ اس کے رواۃ میں کثیرین من تالیف ہے **اقول** بشیر بن
 ریح کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہنا اس امر پر دال ہے کہ حضرت معمر بن
 کہی کو چہ اصول میں گزری نہیں کیا آیا آپ کو نہیں معلوم ہے کہ حج مبرک کی اعتبار
 کیا جاتا ہے نہ حج غیر مبرک کا حافظ ابن حجر شرح منہج میں فرماتے ہیں **والتحرج مقدر**
عَلَى التَّعْدِيلِ وَآخِلُ قَوْلِهِ جَمَاعَةٌ وَلَكِنْ مَحْكَمَةٌ إِنَّ صَدْرَ مَا بُدِيَ مِنْ غَايَةِ
بِاسْتِثْنَاءِ لَا نَفَاذَ لَكُمْ فِي مَقْصِدِكُمْ يَقْدَحُ فِي مَنْ كُنْتُمْ عَدَاكُمُ مَرْجُومٌ
 حج مقدم ہے تعدیل پر مطلق کہا ہے یہ ایک جماعت نے لیکن محل اس کا تفصیل
 ہے اگر صدادہ ہوئے حج مبرک جاننے والے اسباب حج سے اس واسطے کہ تحقیق وہ
 حج اگر ہو غیر مفسر نہیں ضرر کر گئی حق میں اس کے جس کے عدالت ثابت ہو حافظ
 ابن صلاح مقدم میں فرماتے ہیں **وَأَمَّا الْجَوْحُ فَأَمَّا لَا يُقْبَلُ إِلَّا مُقَرَّرًا مَبْنًى لِسَبَبٍ**
 ترجمہ لیکن حج پس تحقیق وہ حج نہیں قبول کی جاتی مگر مفسر جس کا سبب
 بیان کیا گیا ہو نیز منہج الوصول کے صفحہ ۳۴ میں اس امر کو بخوبی ثابت کیا ہے

جرح بہم ہونا ثابت ہو گیا واضح ہو کہ مولانا مولوی محمد بشیر صاحب سہلہ اصغر نے السیف
 المشہور میں اس عبارت کا جواب تجویزی دے دیا ہے تسلیم اور عبد اللہ امری کا
 ضعیف ہونا جرح مقبرہ سے ثابت کر دیا ہے مَنْ شَاءَ فَلْيُجْعَلْ لِيْهِ اگر کوئی یہ سوال
 کرے کہ اہل اصول نے یہ بھی تو کہا ہے کہ جس راوی کے حق میں فقط ضعیف کا
 اطلاق کیا جاتا ہے اسکی روایت قابل توقف کے ہوتی ہے جیسا کہ حافظ ابن
 صلاح نے مقدمہ کے نوع الثالث والعشرون کے تفریع ثالث میں فرمایا ہے جو اب اسکا
 یہ ہے کہ بعد اسکے حافظ ابن صلاح نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر دوسری وجہ سے وہ شک
 مانتا رہے تو حدیث اسکی احتجاج کے قابل ہو سکتی ہے نیز الغیہ واسکے شروح میں ہے
 کہ جس راوی کے حق میں فقط ضعیف کا اطلاق کیا جاوے اسکی حدیث قابل اعتبار کے
 ہوتی ہے یہاں پر بھی دوسری روایتوں نے اس اشتباہ کو جو جرح ضعیف ہونے کے
 تہا زائل کر دیا اب اس تحقیق سے یہ امر ظاہر ہوا کہ یہ حدیث بوجہ بشر بن رافع کو ضعیف
 نہیں ہو سکتی مگر من کی نقطہ بنے علی کا قصور ہے متنبیہ حضرت معمر بن کے نظر وسیع
 ہونیکا حال معلوم ہو گیا اور یہ بھی روشن ہوا کہ حضرت کا مثل طیل تہی کے دعویٰ ہی
 دعوئے ہے اگر حضرت صحاح ستہ کو بنور تام دیکھ ہی جاتے تو یہی دونوں جگہ بشر بن
 رافع بشیر بن رافع نہ لکھتے مولانا محمد بشیر صاحب پر تو بوجہ لکھنے ابن طاہر کے محمد طاہر کو
 یہ تشبیح اور خود بشر بن رافع کو اسی صفو میں بشیر بن رافع بکجین جناب معمر بن صاحب
 اس ذیل غلطی کو دیکھ کر شرمائے اور آئندہ ایسے خیالات سے باز آئے **قال صاحب**

الظفر جرحی حدیث عن عطاء قال اذ رکت ماء یائین من الصحابة اذ قال لا امام
 ولا الضالین ثم قعوا اصواتهم یائین رواہ البیہقی و ابن حبان فی صحیحہ روایت
 عطاء سے کہا کہ پائینے دو سو آدمی کو صحابہ سے جب کہ امام و کائنات یائین بلند کرتے
 آوازیں اپنے ساتھ آمین کہنے کے روایت کیا اس حدیث کو بیہقی و ابن حبان نے

صحیح ایسے کے **قال المعترض** یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ صحابہ کے فعل کے
 اس میں خبر ہے **اقول** اقول تو معترض صاحب نے ترجمہ رواہ ابیہتی و ابن تہان
 فی صحیحہ کا اڑایا کیونکہ اگر عوام اس ترجمہ کو دیکھتے تو ان پر محبت اس روایت کا حال اکل مانتا
 عوام کے دہوکہ دینے کے لئے معترض نے اس فعل کو ذمہ لیا گیا ہے نصرتہ المجتہدین
 کو دیکھ لو کہ یہ ترجمہ وہاں ہے یا نہیں اب معترض کے قول کی طرف توجہ کی جاتی ہے
 یہ حدیث گو صراحت مرفوع نہیں ہے مگر حکما مرفوع ہے کیونکہ آمین کا پکار کر کہنا اپنے اجتہاد
 سے نہیں ہو سکتا ہے لہذا یہ روایت ہی حکما مرفوع ہوئی لکھا کہ **يَحْتَفِظُ عَلَى مَنْ كَلَّمَ آذَنًا**
إِقْتِمَامًا مِنْ الْأَصُولِ جب یہ روایت حکما مرفوع ہوئی تو قول معترض کا لغو ہوا کہ یہ
 روایت مرفوع نہیں علامہ اذین صاحب ظفر نے اس کے مرفوع ہونے کا کب وجہ سے
 کیا ہے اسے تو یہی کہا ہے کہ یہ حدیث لفظ **يَحْتَفِظُ** کا کہی قول و فعل صحابی پر ہے
 بولا جاتا ہے لکھا کہ **يَحْتَفِظُ عَلَى مَا هِيَ الْأَصُولُ** قولہ اور بہت مختصراً مستحق مؤلف
 میا کہ صنفہ میں ظفر میں ہے روایت موقوف جو صحابی کا قول و فعل ہے
 حجت نہیں **اقول** اقول تو یہ روایت حکما مرفوع ہے لکھا مرفوعاً اور روایت
 مرفوع مگر حکما ہو صاحب ظفر کے نزدیک حجت ہے اگر فعل صحابہ کا ہے مانا جاوے
 تو بھی خفیہ پر تو بموجب قول امام **لَا تُرْوَى عَنْهُ إِلَّا بِقَوْلِ النَّبِيِّ** کے حجت ہے
 غالباً یہی وجہ ہے کہ صاحب ظفر نے بالفرض فعل صحابی کے اسکو کہا ہے باقی رہا یہ
 امر کہ بالفعل صحابی کا حجت ہے یا نہیں بحث اسکی وہاں پر کی جاوے گی جس جگہ
 معترض نے اس بحث کو کہا ہے قولہ **بَارِئٌ عَلَيْهِ أَنْ يَرَى الزَّامَ** ہے کہ یہاں اوغنون
 نے کیوں انار صحابہ سے احتجاج کیا اور امام اعظم پر الزام مخالفت کا دیا **اقول** صاحب
 ظفر کو الزام نہیں اوغنون نے اس حدیث کو بیاغت حکما مرفوع ہونے کے نفل
 کیا اور بر تقدیر ہونے انار صحابہ کے کیوں انام امام اعظم پر نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ

امام اعظم قول و فعل صحابہ کے حجت کے قائل ہیں اس اثر کو قابل الزام کے نہ سمجھنا
 حوالی فہم حضرت مقرر کی ہے **قولہ** علاوہ ازیں صحابہ کا طریقہ اس باب میں مختلف
 تھا الخ **اقول** کسی سند صحیح سے یہ ثابت نہیں کہ فلاں صحابی نے آمین آہستہ کہی ہو
 باقی رہا یہ شبہ جو حدیث ابو ہریرہ سے ناشی ہوتا ہے کہ لوگوں نے آمین یا بجزیر کو ترک
 کیا تھا ان دفاع اسکا چند وجہ سے ہے **اول** یہ کہ معلوم نہیں کہ وہ تارک صحابہ تھے یا
 تابعین ہو سکتا ہے کہ وہ تارکین تابعین سے ہوں اور تابعین کا ترک کچھ موجب ضرر
 کا نہیں و ہم اگر صحابہ ہی مانیں جادین تو یہی یہ ترک اب تک اسناد سے نہ تھا بلکہ مورد شک
 سے تھا کیونکہ اگر یہ ترک انکا کسی دلیل سے ہوتا تو ابو ہریرہ کو جواب دیتے کہ آپ کیوں
 تحسروا خصوصاً ہمارے ترک سے کہتے ہیں ہنئے تو اس دلیل سے تمسک کر کے ترک
 کیا ہے **وجہ سوم** ہو سکتا ہے کہ تارکین کو اول حدیث تائین بالجہر کی نہ معلوم ہو مگر
 جب ابو ہریرہ نے تنبیہ کی تو معلوم ہوا اور یہی وجہ اختلاف امیر کی ہے کہ ان کو حدیث
 نہ ملی ہو مگر انہیں امید سے یہ بھی منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ملے تو ہم لوگوں کا وہی
 قول ہے تو بموجب وصیت امیر کے اب اس اختلاف کو اٹھا دینا چاہیے اور حدیث
 تائین بالجہر عمل کرنا چاہیے **قولہ** پس اگر چہ کرنے والے ان صحابہ کے طریقہ سے
 احتجاج کریں گے جو چہر کرتے تھے تو آہستہ کہنے والے ان صحابہ کے فعل کو سند پیش
 کریں گے جو آہستہ کہتے تھے **اقول** چہر کرنے والے فقط ان صحابہ کے طریقہ کو جو چہر کرتے
 تھے مقرر استدلال میں نہیں پیش کرتے بلکہ احادیث مرفوعہ سے سند لاتے ہیں اور
 صحابہ کے طریقہ کو محض امتحان کے لئے پیش کرتے ہیں اور آہستہ کہنے والوں کو
 الزام دیتے ہیں کہ نہ تو تمہارے پاس کوئی حدیث صحیح مرفوعہ آمین آہستہ کہنے پر ہے
 نہ طریقہ صحابہ کا باقی یہ آپ کا قول و تو آہستہ کہنے والے ان صحابہ کے فعل کو
 سند پیش کریں گے جو آہستہ کہتے تھے الخ محض دھوکہ دہی عوام ہے کسی صحابی کا

نفل آمین آہستہ کہتے کہ سند صحیح سے ثابت نہیں ہے مَن یَدْعُ خِلَافَ ذَٰلِكَ
 صَالِحُ الْبَيِّنَاتِ بِالْبُحْثِ الْقَوِيَّةِ وَلَا ذَلَّةَ الْجَلِيلَةِ قَوْلُهُ طَبَرِي لَمْ يَهْدِ الْأَمْرَ
 مِّنْ رَّوَايَتِ كَيْفَ هُوَ كَحَضْرَتِ عُمَرَوِ وَحَضْرَتِ عَلِيٍّ آہستہ کہتے تھے آمین جیسا کہ میں نے
 عمدۃ القاری شرح بخاری میں دیکھتے ہیں اقول یہ روایت بر تقدیر اسکے کہ تہذیب
 میں ہے ضعیف قابل احتجاج کے نہیں ہے پہلے راوی اسکے ابو بکر بن
 عباس ہیں وہ گثیۃ الغلط میں نیز ماقطعاً کا آخر میں خراب ہو گیا تھا
 ترجمہ اپنے جامع میں تحت حدیث مَرَّوِیِّ تَهْدِيهِ اللَّهُ بْنِ مَسْعُودٍ ذَلَّةً
 يُحِبُّهُمْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَجَلَّ تَرَجَّلَ قَامَ مِّنَ الْمَلِیْلِ مِتْلُو كِتَابَ اللَّهِ كَرُمَاتِهِ
 مِّنْ وَابُو بَكْرٍ بَنُ عَبَّاسٍ كَثِيرًا الْفَلْطِ اَمَامِ بخاری رسالہ جرد رفع الیدین
 میں فرماتے ہیں قَالَ الْبُخَارِيُّ قَالَ نَحْنُ بَنُ مَعِينٍ حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ
 عَنْ حُصَيْنٍ اِنَّمَا هُوَ قَوْمٌ مِّنْهُ لَا اَصْلَ لَهُ تَرْجَمَتْ بخاری نے کہا
 یہی بٹے معین نے حدیث ابو بکر بن عباس کے حصین سے سنا اسکے نہیں کہ
 وہم ہے ابو بکر سے نہیں اصل واسطے اس حدیث کے اسی رسالہ امام بخاری
 کے دوسرے جگہ میں ہے قَالَ صَدَقَهُ اَنَّ الَّذِي يَمُرُّ بِهِ حَدِيثُ مَجَاهِدٍ
 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمْ يَأْتِ بِدَلِيلٍ لِّهٖ اِلَّا فِي اَوَّلِ التَّكْوِيْنِ كَانَ صَاحِبَهُ
 فَقَدْ تَعَيَّنَ بِأَخْبَارِهِ تَرْجَمَتْ کہہا صدقہ نے تحقیق وہ شخص کہ روایت کرتا ہے
 حدیث مجاہد کو ابن عمر سے کہ ہر ائمہ وہ نہیں رفع الیدین کرتے تھے مگر مجاہد
 میں تھا صاحب اسکا (یعنی ابو بکر بن عباس) متغیر سم اتمام فظ اسکا آخر
 عمر بن مطلق ابن حجر قریب میں فرماتے ہیں أَبُو بَكْرٍ بَنُ عَبَّاسٍ يَحْتَمِلُ نِسْبَةً وَ
 مَعْمُورَةُ ابْنِ سَالِمٍ اَلَا سَدَّ بَنُ الْكُوفِيِّ الْمُقَرَّبِيُّ اَلْخَطَّاطُ بِمِلَّةٍ وَتَوَاتُرِ
 مَشْهُورَاتٍ كُنِّيَتْ وَتَلَا صَحِّحَ اَنَّمَا اِسْمُهُ وَقِيلَ اِسْمُهُ مُحَمَّدٌ اَوْ عَمَلُهُ اللَّهُ اَوْ

سَالِمٌ أَوْ شُعْبَةُ أَوْ رُوَيْبَةُ أَوْ مُسْلِمٌ أَوْ خُذَّاشٌ أَوْ حَظَفَرٌ أَوْ حَمَّادٌ أَوْ حَبِيبٌ
 عَشْرَةُ أَقْوَالٍ ثِقَّةٌ هَاجِدٌ لَا آتَهُ لَمَّا كَتَبُوا سَاعَةَ حِفْظِهِ الْمَرْحُومِ أَبُو بَكْرٍ
 بیٹے عیاش کے ساتھ تھنائیہ اور مجھ کے بیٹے سالم اسد سے کے کو ف کے رہنے والے منسوب
 قبیلہ مقرر کی کے الحظاظ ساتھ پہلو اور نون کے مشہور ہیں ساتھ کنیت اپنے کے اور زیا
 صحیح یہ ہے کہ یہ نام اسکا ہے اور کہا گیا نام اسکا محمد ہے یا عبد اللہ یا سالم یا شعب یا روبہ
 یا مسلم یا خدش یا مظرف یا حاد یا حبیب دس قول میں ثقہ عابد ہے مگر ہر اکند جبکہ وہ
 بوکرہ ہوا تو حافظہ اسکا خراب ہو گیا آخر تک تیر نہ می نے ہی میزان میں ابو بکر بن
 عیاش کے حق میں بکھا ہے کہ آخر عمر میں حافظہ اسکا خراب ہو گیا تھا ان اقوال مذکور بالا
 سے معلوم ہوا کہ ابو بکر بن عیاش کثیر الغلط ہیں اور نیز آخر عمر میں حافظہ ان کا خراب
 ہو گیا تھا اور یہ بات کتب اصولی مثل مقدمہ و شرح شعب کے ثابت ہے کہ جس راوی کا حافظہ
 خراب ہو گیا ہو اسکی روایت معتبر نہ ہوگی جب تک یہ امر نہ معلوم ہو کہ یہ روایت قبل
 تغیر کے ہے یا بعد تغیر کے نیز کثیر الغلط کے روایت کا اعتبار ہی نہیں کیا جاتا کیونکہ بیچ
 مرتبہ رابع کی ہے اور جس شخص کے حق میں اس بیچ کا اطلاق کیا جاتا ہے اسکی روایت
 معتبر نہیں ہوتی تو یہ روایت بھی غیر معتبر ٹھہری تو دوسرے راوی اس میں ابی سعید
 میں معلوم نہیں کہ یہ ابی سعید کون ہیں ان کی توثیق آپ کے ذریعہ ہے اور یہ بھی معلوم
 نہیں کہ ابو بکر بن عیاش سے ان کا تعلق ثابت ہے یا نہیں ایسے ہی ابی وائل معلوم
 نہیں کون شخص ہیں ابی سعید کی ان سے ملاقات ہے یا نہیں ظاہر تو یہ دونوں بھول
 ہیں اور نہ آپس میں ان کے تعلق معلوم ہوتا ہے ایسے ہی یہ بھی ثابت کریں کہ مولف
 تہذیب الآثار کو ابو بکر بن عیاش سے تعلق ہے یا نہیں بغیر ان امور کے طے کرنے کے
 اس روایت کو معرض استدلال میں پیش کرنا اور اس سے اپنا مقصد ثابت کرنا سوا
 حماقت کے اور کیا کہیں جب یہ روایت ضعیف اور منقطع ٹھہری تو قابل احتجاج کے

نہ ہوی قال صاحب لظفر بانجورین حدیث قال عطاء آمین و عطاء و
آمن ابن الریشی و عن و ہما آہ حتی ان یلک علی لیلۃ و کات ان یؤکھریہ فیما یدعی الامام
مکتفیہ یامین و قال نافع کان ان عمرہ لایدعہ و یحییہم و سمعہ منہ فی
ذات حذافہ فی انہ یحاکم فی عطاء امین و عاہیہ اور امین کہا ابن زبیر نے
اور جیسے اسکے تھے یہاں تک کہ تحقیق کو بیچ اوٹھے مسجد اور ابو ہریرہ بپکار کر کہہ دیتے
تھے امام کو کہ دست فرت کرا بجھے کہنا امین کا اور کہا نافع نے نہیں چوڑتے تھے
اسکو میں امین بپکار کر کہنے میں حدیث ہے روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے
قال المعترض اس مقام پر مؤلف سے چند مخالطات سرزد ہوئے ایک یہ کہ
اس عبارت میں ایک تو قول عطا کا کہ وہ تابعین سے ہیں اور قین صحابہ ابن زبیر و
ابو ہریرہ و ابن عمر کا فعل مذکور ہے کوئی اس میں فعل یا قول آنحضرت مسلم کا نہیں لہو
اقول صاحب ظفر نے ہر ہر دامن احوال کو حجت نہیں گردانا بلکہ قین صحابہ کے
فعل کو کہ دوس میں سے حکما مرفوع ہیں اور ایک صراحتاً حجت ٹھیرایا ہے ابن زبیر
والہ ہر یہاں کے فعل تو حکما مرفوع ہیں اور ابن عمر کا فعل مذکور روایت مرفوع کے ہے
ابن یہ قول معترض کا کہ کوئی اس میں قول و فعل آنحضرت مسلم کا نہیں ہے۔
لہو ہوا اور الزام صاحب ظفر کا ساتھ ان روایتوں کے امام اعظم کو صحیح ہوا اگر
فعل صحابہ کا ہی مانا جاوے تو یہی حجت امام یہ ہو سکتی ہے کما مر انفاً فشدکما
قولہ دوسرے یہ کہ ان سب احوال کو مؤلف نے کہہ دیا کہ روایت کیا اسکو بخاری
نے حالانکہ اس میں سے ایک کو بھی بخاری نے روایت نہیں کیا صحیح بخاری میں
جسکا دل چاہے دیکھ لیوے الخ اقول یہ بھی حضرت معترض کی وہو کہا وہی ہے
بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کے صفحہ ۱۰۷ میں یہ سب اثر موجود ہیں جسکا دل چاہے
دیکھ لیوے بعد دیکھنے کے حضرت معترض کے چالاکے پر غور کرے قولہ البتہ یہ سب

عہد میں انکار کر لیا۔ اس عمر میں ملک ترقی پاتے ہیں کہ ان کو ملو اور سامع کے اس عمر پر کیا مین

اقوال صحیح بخاری میں بلا سند مذکور ہیں الی قولہ اور پر ظاہر ہے کہ کسی امر کا کسی کتاب میں
 مذکور ہونا اور پھر نہ اور اس کتاب میں اسکی روایت ہونا اور چیز ہے **اقول** صاحب طفر
 نے یہ کتب کہہ دیے کہ یہ اقوال بخاری میں مع سند کے مذکور ہیں فقط صاحب طفر نے
 تو یہی کہا ہے کہ روایت کیا اسکو بخاری نے اور یہ عام ہے کہ بلا سند کے ہوا یا مع سند کے
 اور الملاق روایت کو مقدم کرنا ساتھ سند کے تخصیص بلا تخصیص کہے ہے دیکھئے بہت سے
 جگہ بخاری میں ہے **ہی عن فلان کذا** و **عن فلان کذا** حالانکہ وہ بغیر سند کے ہیں
 تو اسکو بھی آپ غلط ٹھہرائے آپ کے اس فہم پر نہایت ہی تعجب ہے کہ قول بلا سند کو
 روایت سے تعبیر کرنے کو غلط ٹھہراتے ہیں میں جانتا ہوں کہ کل حدیثیں مشکوٰۃ کو جو
 مشکوٰۃ میں بلا سند مذکور ہیں آپ روایت نے خارج کرینگے ایسے ہی منقذی وغیرہ کتب
 حدیث کو بھی بغیر روایت کے ٹھہرائینگے حضرت نعمت من ایسے بے مکی نہ مان کا کرین کچھ
 سوچ سبکہ زبان قلم سے نکالا کرین پس یہ کہہ دینا آپ کا کہ ان اقوال کو روایت نہیں
 کہتے خالے قریب سے نہیں **قولہ** تیسرے یہ کہ ان آثار میں سے صرف اثرا بن زبیر تو
 بلند آواز کرنے پر آمین کے ساتھ دلالت کرتا ہے **اقول** یہ ہی آپ کی خوش فہمی
 کا نتیجہ ہے اثر ابو ہریرہ وابن عمر بھی تائید بالبحر پر صاف دلالت کرتے ہیں اگر ابن عمر
 اہستہ آمین کہتے تو نافع کیسے معلوم کرتے کہ ابن عمر آمین پر مداومت کرتے تھے اور
 اسکو کبھی ترک نہ کرتے ایسے ہر حال اگر اہستہ آمین کہتے تو ابو ہریرہ کیسے معلوم
 کرتے کہ اوٹھون نے آمین مجھے پیشتر کیا یا بعد کہا باقی رہیہ امر کہ ابو ہریرہ ہی زور سے
 آمین کہتے تھے یا نہیں کہتے تھے سو روایت جو حق میں صاف آگیا ہے کہ ابو ہریرہ آمین
 ساتھ کہتے تھے حافظ احمد علی صاحب حاشیہ بخاری میں عمدۃ القاری سے نقل
 کرتے ہیں **کان اذ ھم یزیدونہم مؤذنا ھن وان فاشیونک ان لا یمنعہ بالصلائین حتی
 یعلم اھلہ دخل فی الصلۃ فکان اذا قال من وان ذکا الصلائین قال**

اَن تُوْهِرَ نِيْعًا اَمِيْنٌ يَمِيْنٌ مَّصَادِقُهُ وَقَالَ لَوَاقِحُ تَامِيْنٌ اَهْلِيْ تَمْلَاثِيْمٍ تَامِيْنٌ
 اَهْلِيْ السَّمَاوِيْعِ كَمْ تَرَدَّاءُ اَلْيَسِيْفَةِ تَرْجَمَ حَفْرَتِ ابُوْهَرِيْرَهْ رُوَانِ كَيْ
 مَوْزَنْ تَبْتِيْ شَرْطُ كِيَا تَهَامِرُوَانِ سَيَّ كَلَفْ ضَالِيْنِ كَيْسِيْ هِيْنِ اَنْ سَيَّ بَسْفَتِ تَكْرِيْنِ
 يَهَامَنَكْ كِهْ جَانِ لِيُوِيْنِ كِهْ ابُوْهَرِيْرَهْ صَفْ مِيْنِ دَاخِلِ هُوْگَيْسِيْ هِيْنِ پِيْسِ تَهَامِرُوَانِ
 جَبْ كَيْتَا يَصْلَحُ اَلْطَّالِبِيْنِ كَيْسِيْ ابُوْهَرِيْرَهْ دَايْمِيْنِ دَرَا كِرْتِيْ سَاھِ اَمِيْنِ كَيْسِيْ كِيْ اَوَاذِ
 اِيْسِيْ كُوْ اَدَرْسِيْ دَايَا جَبْ مَوَافِقِ حُوْتَلِيْ اَمِيْنِ كِهْ اَزِيْنِ دَاوَنْ كَا سَاھِ اَمِيْنِ كَيْسِيْ
 اَنَسَانِ دَاوَنْ كَيْ جَنَسَا مَاتِيْ اَنْ كَيْ لِيْ اَبْ اِسْ رُوَايَتِ بِيْتِيْ سَيَّ مَعْلُوْمِ هُوَا
 كِهْ ابُوْهَرِيْرَهْ اَمِيْنِ زُوْرَ سَيَّ كَيْسِيْ تَبْتِيْ اَلْغُرُضِ زِيْ سَجْهَانِ اَقْوَالِ دَاخَالِ سَيَّ اَمِيْنِ اَلْجُجْ كُو
 عِيَايِيْبِ رُوْزِ گَارِ سَيَّ مَرُوحِ بَرِيْنِ عَقْلِ حُوَانَشِ بَايَا گِرِيْتِ قَوْلِيْ بَاتِيْ قَوْلِ اَعْلَا
 كُوْ تُوْ مَطْلَقَا اِسْ بَحْثِ سَيَّ عِلَا قَهْ نَبِيْنِ كَيْسِيْ كِهْ اَنْ كَيْ قَوْلِ سَيَّ تُوَا مَعْلُوْمِ هُوَا كِهْ اَمِيْنِ
 دَعَا هِيْ اَلْهَرِ اَقْوَالِ صَا حَبْ ظُفْرِيْ هَرِيْرَهْ دَا حُدُثِ تُوَا سَتَدْلَالِ كِيَا هِيْ نَبِيْنِ كِهْ مَطْلَا
 كَيْ قَوْلِ سَيَّ اِسْ رَا اَمِ نَكَا يَا مَادِ سَيَّ بَلَكَا صَا حَبْ ظُفْرِيْ تُوْ جَمْعُ كَلَامِ مَن حِيْثِ جَمْعُ
 سَيَّ سَتَدْلَالِ كِيَا هِيْ اَكْرِ مَطْلَا كَيْ قَوْلِ سَيَّ اَمِيْنِ اَلْجُجْ زِيْ مَعْلُوْمِ هُوَا تُوْ صَا حَبْ ظُفْرِيْ كَيْ
 مَقْصُوْدِ مِيْنِ جُوَا سَتَدْلَالِ تَمِيْنِ فَعْلِ صَا حَبِ سَيَّ جُوْ كَلْمَا دَرْ فَوَاجِ مِيْنِ هِيْ كِيُوْ خُوَالِيْ لَازِمِ مِيْنِ
 اَتِيْ قَوْلِيْ اَصْلِ دَعَا مِيْنِ اَخْفَا سَيَّ بِنَقْضَا سَيَّ اَنْتِ اَذْ غُوَا اَنْ تَكِيْمُ كُفْرًا عَاذُ خَفِيْ
 تُوَا سَتَدْلَالِ كِيَا نَابِتِ هُوَا دِيْگَا اَقْوَالِ اِسْ مِيْنِ چُنْدِ دَجِ سَيَّ كَلَامِ هِيْ اَقْوَالِ يَكْ
 حَمِ مِيْنِ تَسْلِيْمِ كِرْتِيْ كِهْ اَمِيْنِ دَعَا هِيْ بَاتِيْ رُوَا قَوْلِ مَطْلَا كَا مِيْرُ حَجْتِ نَبِيْنِ اُوْرْ خُوْدِ مَنْفِيْ
 كَيْ نَزْدِيْكِ هِيْ قَوْلِ تَابِيْ كَا حَجْتِ نَبِيْنِ هُوَا بَلَكَا هُوَا سَكَا سَيَّ كِهْ اِسْمِ اَلْهِيْ هُوَا جِيَا كِهْ تَغْيِيْرِ
 مَعَالَمِ مِيْنِ بِيْنِ عِبَا سَيَّ سَتَقْوَلِ هِيْ يَا خَا تُوَا دَعَا هُوَا جِيَا كِهْ رُوَايَتِ ابُوْ دَاوُوْدِ سَيَّ
 ثَابِتِ هِيْ جُوْ وَهْمِ اَكْرِ تَسْلِيْمِ هِيْ كَرِيْنِ كِهْ اَمِيْنِ دَعَا هِيْ تُوِيْ تَسْلِيْمِ نَبِيْنِ كِرْتِيْ كِهْ اَسْلِ
 دَعَا مِيْنِ اَخْفَا سَيَّ دِيْجِيْ سُوْرَهْ فَاتُحِيْمِيْنِ اِهْدِيْ تَا اَلْيَصْرَا اَطَا اَلْمُسْتَقِيْمِ سَيَّ اَخْرَجْ

کل دعا ہے اسکو آہستہ کیون نہیں پڑھ جاتا اگر یہ کہیں کہ یہ دعا قرآنی ہے اسلئے اسکو
 زور سے پڑھ جاتا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ ترجیح بلامرجح ہے کہ جو دعا قرآنی ہو اسکو تورو
 سے پڑھ جاوے باقی کو آہستہ مع اسکے تکیہ جرج میں پکار کر کہتے ہو وہ بھی تو دعا
 ہے اسکو کیون پکار کر کہتے ہو حالانکہ یہ دعا قرآنی بھی نہیں اور بہت سی دعائیں
 ہیں جن کا زور سے پڑھنا آنحضرت صلیع سے ثابت ہے آپ انکار تودی کا ملاحظہ
 کر لیون سو ہم اگر مان بھی لیون کہ آمین دعا ہے اور اصل دعا میں اضافہ ہے
 تو پھر ہم کہینگے یہ دعا مخصوص ہے سنن صحیح سے جو آنحضرت صلیع سے اس بارے
 میں مروی ہیں جب تک آپ ان وجوہ مذکورہ بالا کا جواب نہ دیون اس آیت سے
 استدلال ٹھیک نہیں **قولہ** اور ابو ہریرہ کے قول سے بھی زور سے کہہ نہیں
 ثابت ہوتا ہے **الخ اقول** جواب اسکا گذر کہ ابو ہریرہ کے قول سے آمین نہ دہر
 کہنا ثابت ہوتا ہے اور یہ جو آپ نے قسطلانی کے عبارت نقل کی ہے اس سے کچھ
 مطلب آپ کا نہیں نکلتا گو آپ نے بقیہ روایت بیہقی کو جس سے آمین بالجہر نکلتا تھا
 حذف کر دیا اور ایک ٹکڑا اس روایت کا ذکر کیا کیونکہ اس عبارت میں یہ کہیں
 مذکور نہیں کہ ابو ہریرہ آمین آہستہ کہتے تھے بلکہ پوری روایت بیہقی کی صاف دلالت
 کرتی ہے کہ ابو ہریرہ آمین بالجہر کہتے تھے گما مہاشقی **قولہ** اس سے صرف نصیلت
 اس امر کی معلوم ہوئی کہ مقتدی اور امام دونوں کا ایک وقت میں آمین کہنا
 بہتر ہے نہ کہ زور سے آمین کہے **اقول** اس اُلٹی سوج پر پتہ پڑیں جب امام آمین
 آہستہ کہے گا تو کیسے معلوم ہوگا کہ اب امام نے آمین کہی خواہ مخواہ بھی ہوگا کہ کبھی
 مقتدی امام سے بیعت لے جا دیگے یا ساتھ اسکے کہینگے یا پیچھے اسکے مان جب
 امام آمین بالجہر کہے گا تو ہمیشہ امام کا آمین کہنا معلوم ہو سکتا ہے خصوصاً مذہب
 حنفی میں تو یہ ہنہی نہیں سکتا کیونکہ مولانا امام محمد میں مذکور ہے کہ امام آمین نہ کہے

تو اب بصورتِ اہستہ کہیں گے یہ احتمال بھی قائم ہو گا کہ شاید امام نے آمین نہ کہا ہو
الغرض بدوّن آمین بالجہر کے صافقت کا مل امام کے آمین سے جو نہیں سکتی قول
اور قول نافع کے ترجمہ کرنے میں مؤلف سے غلطی فاش ہوئی **الحاق قول** جو ترجمہ
مؤلف نے کیا وہ نہایت ٹھیک ہے غلطی کی کوئی وجہ نہیں مؤلف نے جو ایک کلمہ
کے مترجّع کو اور بنے ذیل کے **مُسَامَرَاتِ الْيَتِيمِ** کو آمین زور سے کہا لکھا ہے تو قرینہ
بقایہ سے جو نافع کی کلام سے معلوم ہوتا ہے لکھا ہے کیونکہ اگر بن عمر آمین بالجہر دیکھتے
تو نافع یہ کیسے فرماتے کہ کبھی ابن عمر نے آمین کو ترک نہیں کیا الغرض دعا صاحب
ظفر کا ٹھیک ہے اور آپ کے بے سمجھے کا یہ سب تصور ہے **فصل**
صاحب الظفر چہی حدیث عن عطاء اذ تركها ثنتين من الصلوات به سئى
هذا المستجيد اذ قال هذا مقام ولا الصلوات سمعتكم ترجمه باميين ثم واد
المبيني روايت سے غلط ہے کہ پایا میں دو سو آدمی کو صحابہ سے سچھ اس مسجد کے
جب کہے امام **ولا الصلوات** سنا میں اُنکے آواز ساتھ آمین کہنے کے روایت کیا
اس حدیث کو بہتی نے **قال المعترض** روایت عین روایت سابقہ ہے جسکو
مؤلف نے چوتھی حدیث کر کے تعبیر کیا ہے صرف بعض الفاظ کا فرق ہے اس کو
علیحدہ حدیث بنانا ہے نایزہ اور اسکا جواب وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکا **اقول**
اس روایت کو چوتھی روایت کے عین جگہ ناجائز معترض کی ہے چوتھی روایت
صحیح ابن حبان دیہتی کی تھی یہ روایت فقط بہتی کے ہے اس روایت میں تھا
ثم قالوا اتصوا اتم باميين اس روایت میں ہے **(سمعتكم ترجمه باميين)**
نیز چوتھی روایت کی سند بھی اس روایت سے جدا ہے چنانچہ امام بیہقی
حسن کبریٰ میں فرماتے ہیں **ثم قالوا استحق الخطيئة عن علي بن الحسين** و
قال ثم قالوا اتصوا اتم باميين ترجمہ روایت کیا اسکو **استحق الخطيئة** نے علی بن حسن

اور کہا بلند کیا اور زمین اپنی ساتھ آمین کہنے کے اور اس روایت کو ابو یوسف نے روایت کیا ہے مقررین نے بغیر دیکھے سنن کبریٰ کے کیسی حدیث کا حکم لگا دیا حالانکہ وہی حضرت اختلاف الفاظ کے مقررین اگر ایسا ہی ہے تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ان سب احادیث کے ایک ہی معنی ہیں یعنی آمین بالجہر کے فقط الفاظ کا فرق ہے ان اکسین حدیث کو ایک بنا نا چاہئے ہمارے ہمارے عقول و دانش بیاہر گریست یہ نہیں معلوم کہ سند و الفاظ کے فرق سے حدیث دوسری کہلاتی ہے خیر آپ کے جواب کا رد بھی گذر چکا قال صاحب الطفرساتین حدیث عن قتیبہ بن سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ و لا الضالین قال آمین وترفع بہا صوتا کثرا و ابو داؤد و ترمذی و ابن جریر سے کہاتے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے پڑھتے پونچے و لا الضالین تک کہا آمین اور بلند کیا ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے کو روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد نے قال المقررین اس سے حنفیہ پر جب الزام درست ہو جب یہ حدیث اس امر پر دلالت کر سکے کہ بلند کرنا آواز کا انحصار کا فعل و ایسی یا اکثری تھا الخ اقول آپ نے تو ایک ہی بات سیکھ لی ہے کہ حنفیہ پر جب الزام ہو تو جب حضرت صلعم کا یہ فعل و ایسی یا اکثری ہو تو جواب اس کا حدیث اول و دوم کے تحت میں گذرا کہ مخالفت کا الزام حنفیہ کو دینا صاحب نظر کا صحیح ہے مدامت یا اکثریت پر موقوف نہیں جس سے ہذا یہ فعل آپ کا و ایسی تھا قال صاحب الطفرساتین حدیث عن نعیم المجمر قال صلیت و رآہ ابی ہریرۃ عا قرأ ینعم اللہ التوفیق الی جہنم ثم قرأ یا اے القرآن حتی اذا بلغ و لا الضالین قال آمین ثم روایت ہے نعیم مجبر سے کہا نماز پڑھی میں نے بھی ابی ہریرہ کے پس پڑھی ابی ہریرہ نے ینعم اللہ التوفیق الی جہنم پڑھی ہے سورہ فاتحہ یہاں تک کہ جب پونچے و لا الضالین تک کہا آمین آخر تک

قال المعتبر اس روایت میں کہیں چہر کا نشان نہیں صرف قال آمین ہے
 کہ جسکے معنی یہ ہیں کہ جب پہونچے ابو ہریرہ **وَالصَّالِحِينَ** کہنے کہا او غمخون نے آمین
 اور یہ عام ہے اس سے کہ آہستہ کہا یا زور سے کہا **اَلْاَوَّلُ** جواب اسکا دو وجہ
 سے ہے **اَوَّلُ** یہ ہے کہ متعج کلام الہی و کلام رسول سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ لفظ
 قول کا معنی چہر کے لئے حقیقت ہے اور معنی اخفا کے لئے مجاز اور دلیل حقیقت
 تیار ہے کیونکہ قول سے متبادر ذہن طرف سے چہر کے ہوتا ہے نہ اخفا کے لکن
يُخْفِي عَنْكَ مَوْجِدُ شَيْءٍ كَلَامُ الْفَرَجِ وَخُفَاؤُهَا تَتِمُّ اور صاحب قاسوس کا قول یہی
 اسی کے موید ہے **حَيْثُ قَالَ الْفَرَجُ الْكَلَامُ اَوَّلُ كُلِّ لَفْظٍ يَدُلُّ عَلَيْهِ اِلِلْسَانُ**
كُلَّمَا اَوْ تَقِيصًا تَرْتِجِبُ قول کلام ہے یا ہر لفظ جو حالت کرے او سپر زبان
 نام ہوے یا ناقص منتہی اور ب میں ہے (قول) یا **الْفَتْحُ** سخن یا ہر لفظ کہ ظاہر
 کنڈان را زبان تام باشد یا ناقص انتہی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ قول کا لفظ
 چہر کے لئے حقیقت ہے اور اخفا کے لئے مجاز کیونکہ حقیقت کے یہی معنی میں کہ چہر کا
 کوئی قرینہ صادر نہ اسکے اصلی معنی سے نہ پایا جاوے معنی دوسرے یعنی مجازی
 مراد نہ ہوں جب قول کے یہ معنی قرار پائے تو بیشک لفظ قال آمین سے آمین
 بالجہر سمجھا جاوے گا و ہوا المقصود وجہ ثانی اگر اسی کو تسلیم کریں کہ لفظ قول کا
 مشترک ہے در میان چہر و اخفا کے یعنی نہ تو چہر اس سے مراد ہوتا ہے نہ اخفا
 بلکہ دونوں مراد ہو سکتے ہیں اپنے اپنے قرین سے اگر قرینہ چہر کا ہوگا تو چہر مراد
 لیا جاوے گا اگر قرینہ اخفا کا ہوگا تو اخفا و عین کہتا ہوں کہ یہاں قرینہ چہر کا موجود
 ہے وہ وہ نعیم مجہر کا آمین کو سنکر اس کا نقل کرنا اگر ابو ہریرہ آمین بالجہر نہ کرتے
 تو کیسے نعیم کو معلوم ہوتا کہ ابو ہریرہ نے آمین کہا ہے یا نہیں کہا جبکہ نعیم نے
 اسکو نقل کیا تو اس قرینہ سے معنی قول کے چہر کے متعین ہو گئے و ہوا المقصود

اب اس قرینہ کے دفع کرنے کے جو معترض نے احتمال کی یکہ پیدائش میں ان کے
 مالک و مالک علیہ پر نظر کی جاتی ہے قولہ تو جواب اسکا یہ ہے کہ خبر وینا نعیم مقدمی کا
 فعل ابوہریرہ سے مستلزم اس امر کو نہیں ممکن ہے کہ بعد فراغت نماز کی ابوہریرہ
 نے نعیم سے بیان کر دیا ہو کہ میں نے آمین کہی اقول یہ بالکل خلاف ظاہر
 کے ہے کوئی عاقل منصف مزاج ایسی بات نہیں کہے گا اگر ابوہریرہ نے بعد فراغت
 نماز کے نعیم سے کہد یا ہو تا تو نعیم ہرگز یوں نہ فرماتے رَاَدَا بَلَّغَ دَعَا الصَّغَالِیْنِ
 قَالَ آمِنٌ بَلَّغَ یُونُ فَرَمَاتے ہیں فَلَمَّا فَتَحَ مِيقَاتَ الصَّلَاةِ قَالَ إِنِّي قُلْتُ بَعْدُ
 دَعَا الصَّغَالِیْنِ آمِنٌ یعنی جب فارغ ہوئے ابوہریرہ نماز سے کہا واسطے حیر
 پٹنے کہا تھا بعد دَعَا الصَّغَالِیْنِ کے آمین کو اس قدر کلام کو نعیم نے بے وجہ کیوں
 حذف کیا اور اپنے کلام کو بلاغت سے عاری ٹھہرایا نیز یہ بھی گذارش ہے کہ
 ابوہریرہ نے بعد نماز کے آمین کو ہی کیوں بتایا کہ میں نے آمین ہی کہا تھا تاکہ
 تسبیح التحیات وغیرہ اور کار جو آمین سے ہی ضروری تھے ان کو نہ بتایا ترجیح
 بلا مرجح ہے کہ آمین کو نعیم سے فرمادیا کہ میں نے آمین کہی تھی اور اذکار کا نہ ذکر
 کیا نیز یہ احتمال تجہیر میں ہے جاری ہو گا کہ ابوہریرہ نے لفظ رَاَدَا لَکُمُ کَیْ
 آہستہ کہا ہو گا بعد نماز کے نعیم سے کہد یا ہو گا کہ میں نے نماز میں لفظ رَاَدَا لَکُمُ
 کا ہی کہا تھا مَّا هُوَ جَوَابُکُمْ فَمَا جَوَابُکُمْ حضرت معترض صاحب وہ احتمال پیدا
 کیا کریں کہ کسی عاقل کے تو سبوح میں آجاوے قولہ یا یہ کہ جب رَاَدَا الصَّغَالِیْنِ
 ابوہریرہ پہنچے اور ہون نے آمین کہنے کے واسطے سکوت فرمایا نعیم اس وجہ سے
 سبوح گئے کہ اوہ ہون نے آمین کہی ورنہ یہ موقع سکوت کا نہ تھا اقول یہ بھی
 خلاف ظاہر ہے اسلئے آپ ہی ضرور وہ من کہ کسی بات پر ٹھہرتے نہیں جناب من
 ایسے ایسے احتمال بلا دلیل گئے اگر پیدائش کے جاوین تو قرآن و حدیث بالکل

معتل ہو جاوے گا اور آپ کے پیروں میں سے ایک سے اس صاحب کی خوب چہی بن گئی
 آپ کے احتیالوں سے تو سید صاحب کے احتیال صاف ہو جائیں گے ہوتے ہیں اگر ابو ہریرہ
 سکوت فرماتے اور اس سکوت سے نعیم امین کہتے تو یوں عبارت ہوتی۔ **وَقَالَ**
نَعِيمٌ امِينٌ فَكَلَّمَكَ اللَّهُ قَالَ آمِينَ ترجمہ جب چوہنچے ابو ہریرہ
وَقَالَ نَعِيمٌ امِينٌ تک تو سکوت کیا پس میں نے گمان کیا کہ انہوں نے آمین کہا ہوگا
 نعیم حجر گمان کے لفظ سے نقل کرتے نہ لفظ یقین سے کیونکہ معتل ہے کہ انہوں نے
 فقط سکتے ہو و سانس لینے کے لئے کیا ہو یا سورہ کے ساتھ بِسْمِ اللہ ملانے کے لئے
 کیا ہو جسکو لفظ یقین سے نعیم نے نقل کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک ابو ہریرہ نے آمین
 کو بعد **وَقَالَ نَعِيمٌ امِينٌ** کے پھر کہا تھا نعیم نے اپنے اٹکل سے نہیں نقل کیا ہے قولہ
 یا یہ کہ نعیم بہت قریب ہوں ابو ہریرہ سے کہ ان کی آہستہ آمین کہنے سے ہی یہ وقف
 ہو گئے ہوں **الْحَاقُولُ** یہ احتمال آپ کا سراسر باطل ہے کیونکہ مقتدی کی دہوی
 صورتیں ہوتی ہیں یا پہلو میں امام کے بصورت ایک مقتدی ہونے کے یا پیچھے
 امام کے بصورت زاید مقتدی ہونے کے پہلے شق تو یہاں ممکن نہیں کیونکہ
 حدیث میں لفظ **وَرَأَى** کا موجود ہے جسکے یہ معنی ہیں کیجیے ابو ہریرہ کے سینے
 نماز پڑھتے اگر پہلو میں ابو ہریرہ ہنکے ہوتے تو لفظ جب کا موجود ہوتا اور نعیم
 یوں فرماتے **سَلَّمَ امِينٌ امِينٌ امِينٌ** اگر آپ یہ کہیں کہ شاید نعیم بہ نسبت
 اور مقتدیوں کے قریب ہو گئے ہوں تو اس میں یہ گدازش کی جاوے گی کہ اس
 احتمال کے لئے کوئی قرینہ ہونا چاہیے نیز نعیم پر الزام مخالفت اعماد شریعتیہ
 کا ہوگا کہ **قَالَ نَعِيمٌ امِينٌ امِينٌ امِينٌ** کو کیوں فرما کر شکر کئے
 بہر حال یہ احتمال کو سون و دو ہے کوئی ایسا عمل پیدا کیجئے کہ جو آپ کے پیٹ میں
 قلم کے قطع نہ ہو **الْوَرَمُ** آپ کے قیظوں احتیالوں سے آپ کا مدعا ثابت ہوا

مطلب صاحب النظر کا کہ غیر آمین تک ثابت ہو گیا وہو المطلوب قولہ نظیر اس کی
 اخبار صحابہ میں آنحضرت صلعم کے امور سر یہ سے جو صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ کہ
 آنحضرت نماز ظہر وعصر میں فلان فلان سورۃ پڑھتے تھے یا درمیان دو سجدہ کے
 قعدہ میں یہ دعا پڑھتے تھے الی قولہ اس قسم کی روایات بہت پاویگا اقول صحاح
 ستہ کا نام ہی سن لیا ہے یا کہی دیکھئے گا یہی ہر کامیناً اتفاق ہوا ہے اس آپ کے
 تقریر سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے سنے سنائے جاہلون کے دیکھو دہی
 کے لئے نام صحاح ستہ کا لے دیا ہے اتنی حضرت صحاح ستہ میں صحابہ رض سے یہ
 بھی مروی ہے کہ ہم نے اس طرح سے معلوم کیا کہ حضرت صلعم فلان فلان سورۃ نماز
 ظہر وعصر میں پڑھتے تھے بخاری اپنے جامع میں فرماتے ہیں كَذَلِكَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ
 اِمَّا اَنْتُمْ عَنْ هِشَامِ عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ اَبِي مَرْثَدَةَ عَنْ
 اَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْرَهُ اَمْرِي مِنَ الْكُفَّيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِمَا اخَذَ الْكِتَابُ
 وَ السُّورَةُ وَمُورَةٍ وَ كَيْفَ مَضَى الْاَيَةُ اَحْيَا نَا تَرْجِمَ فَرَمَا الْوَقْتَا دُونَ هُوَ يَصْلَحُ
 پڑھتے دو رکعتوں ظہر وعصر میں سورۃ فاتحہ کو اور سورۃ کو اور سناتے تھے
 ہمسو کہی اور کتب حدیث میں بھی یہ روایت موجود ہے اس حدیث سے معلوم
 ہوا کہ آنحضرت صلعم کہی کہی ظہر وعصر میں صحابہ کو آپ سناتے تھے تو کہ صحابہ کو یہ امر
 معلوم ہو جاوے کہ حضرت صلعم فلان فلان سورہ پڑھتے ہیں ایسی ہی آؤں گے
 درمیان دو سجدہ وقفے کے ہے آنحضرت صلعم نے صحابہ کو تعلیم کی مشکوٰۃ مطبوعہ
 بمبئی صفحہ ۷۷ میں ہے عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِقْرَأْ فَرَجَ احَدُ
 لَمْ يَمِنْ الشَّهْدِ الْاٰخِرَ فَلْيَعُوْذْ بِاللّٰهِ مِنَ الْاَمْرِ مِنَ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ
 النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْحَيَاةِ وَالْمَوْتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ سَوَاءٌ اَنْتَ مُسْلِمٌ
 تَرْجِمَ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے جب فارغ

ہوئے ایک تہار ان شہداء خرم سے پس چاہئے کہ پناہ مانگے چار چیزوں سے
 عذاب جہنم سے اور عذاب قبر سے اور قعر زمکی اور موت سے اور قعر کاسے
 و مال سے روایت کیا اور سکو مسلم نے بخاری اپنے جامع میں فرماتے ہیں :-
 حَدَّثَنَا مُعَيْنَةُ بْنُ مَعِيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا لَيْثٍ عَنْ اَبِي يَزِيْدَ بْنِ اَبِي حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي اَنَسٍ
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرَيْشٍ وَهَنَّ اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بِمِثْلِ اَنَّهُ قَالَ لِي سُوَيْلُ اللَّهِ صَلَّى
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنِي مَقَامٌ اَوْ غَوِيهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلْ اَكْبَرُكُمْ اِسْمًا
 فَلَمْ يَكُنْ تَحْتَهُ قُلُومًا حَتَّى اُرَا اَوْ لَا يَهْتَفِ اِلَّا ذُو بِلَا اَنْتَ قَافِيْنِي فِي مَغْفِرَةٍ
 مِنْ عَيْنِي لَكَ وَارْتَحِمْنِي اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الْكَرِيْمُ ترجمہ ایت ہے
 ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحقیق او نہوں نے کہا واسطے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مجھ کو ایسی دعا تعلیم کیجئے کہ نماز میں اس کو پڑھوں
 آپ نے فرمایا کہ ہوا سے اس ہر آنہ میں اپنے نفس پر ظلم کیا ظلم بیت اور نہیں
 پہنچا ہے کہ گناہوں کو مگر تو ہے پس منش واسطے میرے اپنے نزدیک سے
 اور رسم کہ مجھ کو تحقیق تو ہے بخشنے والا مہربان ہے انتہی حاصل کلام کا یہ ہے
 کہ جو اذکار یا سورتیں آپ سے آہستہ ادا ہوتی ہیں بشک یا تو آپ خود صحابہ کو
 تعلیم کر دیتے تھے یا صحابہ آپ سے سن لیتے تھے کما مرورہ کوئی دوسرا طریقہ نہیں
 کہ یہ نہ غیب دان تو سوائے ذات اللہ کے اور کوئی ہے ہی نہیں شاید بعض
 صاحب ہوں تو ہوں جو شخص واقف کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گا وہ ہرگز
 ایسی بات نہ کہے گا قولہ پس اگر صرف ذکر کرنا مقتدی کا کہ ہمارے امام نے یہ
 لفظ ادا کی یا یہ دعا پڑھی مستلزم ثبوت جہر ہووے لازم آتا ہے کہ ان سب روایات
 سے ان حضرات کا بلند کرنا آواز کا ساتھ ان اذکار اور قرات کے ثبوت کیا جاوے
 اقول بیشک جب مقتدی یہ بیان کر چکا کہ ہمارے امام نے یہ لفظ پڑھے یا یہ

و عا د کی مستلزم ہے کہ ہوگا جب تک دوسرے طریق سے اسکا اخفا کرنا نہیں
 ثابت ہوگا عمل جبر پر ہوگا بخلاف قرات ظہر و عصر و اذکار قعدہ وغیرہ کہ انکی
 تعلیم شارع سے ثابت ہے اسی تعلیم کی جہت سے صحابہ اسکو نقل کرتے تھے چونکہ
 شارع سے اخفا ہی ان کا ثابت ہے اسلئے اخفا ان میں معمول بہا نہ ہوا ان اگر
 آپ امین کا ایسے ہی اخفا کہنا ثابت کرتے تو آپ کو یہ گنجائش تھی کہ آپ نے تعلیم
 کے لئے امین کو جبر سے فرمایا ہر پیشہ اخفا کرتے رہے بدون اس کے آپ کی بات
 کون سنتا ہے **قال** صاحب النظر نوین حدیث عن علیؑ قال سمعت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال ولا الضالین قال امین
 ثم رواہ ابن عباسؓ فی باب التجرید امین روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے
 کہا سنائیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کہا ولا الضالین کہا امین
 روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیچ باب پکار کر کہتے امین کے **قال**
المعترض سنن ابن ماجہ میں یہ حدیث اس اسناد سے مروی ہے حدیث
عُثْمَانُ بْنُ ابْنِ شَيْبَةَ اسی قولہ اور یہ حدیث اس اسناد کے محدثین کے
 نزدیک مخدوش ہے **اقول** یہ بھی آپ کی دہونگہ دہی ہے اس سند میں
 سوائے ابو حاتم کے اور کلام دیکھتے ہیں نہیں آیا اور وہ کلام ہی ان کا اس
 قابل نہیں کہ جس سے ضعف اس سند کا ثابت ہوگا سنی تمام محدثین کا نام لینا
 خالی آپ کی چالاکی ہے آپ دس پذیر ہیں محدثین کے کلام سے ضعف اسکا ثابت
 کریں فرضاً اگر ضعف ہی ثابت ہوگا تو کیا مضرت اسلئے کہ دوسری احادیث
 صحیحہ جبر اس نقصان کا کرتی ہیں **قولہ** حافظ ابن حجر کی تلخیص البحر میں ترقیم
 ہے **اقول** سبحان اللہ کیا فصاحت کا کلام ہے اگر یوں فرماتے تو کلام آپ کا
 عیوب سے پاک ہوتا حافظ ابن حجر تلخیص میں فرماتے ہیں علاوہ اس کے لفظ

ترتیب کا معنی تحریر متصل نہیں ہے یہ محض جناب کی عربیت دانی ہے قولہ قال
 ابن ابی شیبہ خلاصہ فی افعال کہا ابن ابی حاتم نے جو آجکلہ محدثین سے میں کتاب
 الفعل میں لایا قولہ ہذا عینہ یہ خطا کہ یہ روایت حضرت علیؑ سے میرے
 نزدیک خطا ہے ایما ہو مجھ میں ہندیس عن کاہل نہیں ہے یہ روایت آمین
 سننے کی آنحضرت مسلم سے مگر مجرب عنس سے اوہوں نے روایت کیا واصل سے
 کہ اوہوں نے آمین ہی اور حضرت علیؑ سے سنا آمین کا نہیں ثابت ہے و قد آ
 من ابن ابی لیلیٰ قاضی کان متی اذ الحفظ انتہی یعنی یہ خطا کہ واصل کے روایت
 علی کے روایت ذکر کی گئی اور مجرب کے عوض حمید کا ذکر ہو ابن ابی لیلیٰ سے ہے
 اور حقے و فسے الحفظ یعنی حافظہ میں اُنکے کی قدر قصور تھا اقول یہ فقط
 دعویٰ ہی دعویٰ اور حاتم کا ہے کہ یہ روایت واصل سے ہے نہ حضرت علیؑ سے
 یہ دعویٰ تو تب صحیح ہوتا جب سلم بن کہیل نے حمید سے نہ سنا ہوتا فقط مجرب عنس سے
 ہے سماع آکھو ہوا بصورت میں سلم بن کہیل کو دونوں سے سماع ہو تو پھر یہ کہنا
 یہ روایت مجرب عنس سے ہے نہ حمید سے محض عیب ہے اسے بات کے موید وہ
 ہے جو ترمذی نے اپنے جامع میں فرمایا ہے قد فی الثابت عن عیسیٰ و آیینہ
 یعنی روایت ہے اس باب میں علیؑ جوابے حمید سے اگر روایت حضرت علیؑ
 سے نہ صحیح ہوتی فقط واصل سے ہے ہوتی تو ترمذی کیوں فرماتے کہ اس باب
 میں حضرت علیؑ سے ہی روایت ہے باقی راہ ابن ابی لیلیٰ کا سنی الحفظ ہونا یہ
 کچھ مضرب نہیں مناجات و شہادت کے واسطے روایت سنی الحفظ کے ہی اعتبار
 کی جاتی ہے کہ کمالاً یخف علی الماہر نیز حافظ مغلطائی نے شرح ابن ماجہ میں
 فرمایا ہے کہ اس روایت کی فروشدین صحیح ہی ہیں اور وہم ابن ابی لیلیٰ کا ہوتا
 جب فقط ابن ابی لیلیٰ نے سلم بن کہیل سے اسکو روایت کیا نہ ہوتا بلکہ ابن ابی لیلیٰ

عدي بن ثابت سے یہی اس حدیث کو روایت کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے
مختصر میں فرمایا ہے وَرَوَاهُ الْمُطَّلِبُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى أَيْضًا عَنْ
عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ قُرَيْشِ بْنِ حَبِشٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ مُحَمَّدٍ لَيْسَ رَوَايَتُهَا
مُطْلَبُ بْنُ زَيْدٍ لَمْ يَرْوَاهُ ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ
قُرَيْشِ بْنِ حَبِشٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ مُحَمَّدٍ لَيْسَ رَوَايَتُهَا
جواب ابو حاتم کے قول کا یہی معلوم ہو گیا کہ سہل نے فقط اس حدیث کو روایت
نہیں کیا بلکہ عدي بن ثابت نے بھی اس کو روایت کیا ہے مع ہذا حافظ مغلطی
نے دو سندیں اسکی صحیح ہی ٹکڑی ہیں قولہ ہر گاہ معلوم ہو کہ یہ روایت حضرت علی
کے ہمین ثابت ہوئی تو استدلال اور الزام دینا مؤلف کا ساقط ہوا اقول
چہ واند بوزنہ لذات اور اک آپ کیا جانیں کہ کس درجہ کی روایت ثابت ہوئی
ہے اور کس درجہ کی غیر ثابت چشم انصاف سے دیکھیں کہ روایت ثابت ہے یا
نہیں قولہ علاوہ اذین اگر یہ روایت ثابت ہو تو آہستہ کہنا حضرت علی کا آمین کو
جیسا کہ سابقاً تہذیب الامار سے منقول ہو چکا الخ اقول یہ روایت بالکل غلط
ہے جیسا کہ گذرا اور حضرت علی پر افتراء ہے قال صاحب النظر وسموین حدیث
عَنْ عَبْدِ الْجُبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا قَالَ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ قَالَ آمِينَ وَتَمِيعًا هَامِنًا ثُمَّ رَوَاهُ ابْنُ مَسْجُودٍ فِي
بَابِ الْحَجْرِ بِالْمِثْنِ رَوَايَتُهَا عَنْ عَبْدِ الْجُبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَابِ الْحَجْرِ بِالْمِثْنِ رَوَايَتُهَا عَنْ عَبْدِ الْجُبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
باب سے کہا نماز پڑھی میں نے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پس جب کہا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ قَالَ آمِينَ پس سنا ہم سب نے یعنی
جتنے لوگ جماعت میں تھے آمین کو حضرت سے روایت کیا اس حدیث کو ابن
ماجد نے صحیح باب پنجا رکہنے آمین کے قال المعترض الزام ساتھ اس روایت کی

جب درست ہو کہ یہ حدیث بین شد صحیح ہو حال آنکہ اس حدیث میں انقطاع ہے
 بسبب اسکے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ وائل بن حجر حضرمی صحابی سے کوئے
 حدیث نہیں سنی الخ اقول اس روایت کو صاحب طفر نے اس جگہ چند وجہ سے
 ذکر کیا ہے وجہ اول ذکر کرنا اس روایت کا بطور اشتہاد کے ہے نہ بطور
 استقلال کے جب ایک مسئلہ میں مختلف طرق سے روایتیں پائی جاویں یعنی
 بعض طرق سے صحیح و بعض طرق سے ضعیف بعد ذکر کر کے صحیح کے اگر ضعیف کو بھی
 بطور اشتہاد کے ذکر کیا جائے تو کیا مرجع ہے وجہ ثانی چونکہ ضعیف کے نزدیک
 مرسل و منقطع ہی محبت ہیں اس لئے صاحب طفر نے اس روایت کو ضعیف کے
 الزام کے لئے ذکر کیا ہے کہ تمہارے مذہب میں باوجودیکہ مرسل منقطع سب
 محبت ہیں پھر اس روایت پر کیوں عمل نہیں کرتے وجہ ثالث روایت
 منقطع اسلئے ضعیف گنی جاتی ہے کہ درمیان میں ایک حدیث ایسی چوڑا ہوا ہے کہ
 اگر دوسرے طرق سے اتصال اسکا ثابت ہو جاوے تو یہ عیب جاتا رہتا ہے اور
 یہ امر مانع فیہ میں موجود ہے کیونکہ وائل بن حجر سے چند طرق سے یہ روایت بطور
 اتصال کے ثابت ہے اور روایت عبد الجبار میں دو احتمال ہیں اول عبد الجبار
 وائل سے بلا واسطہ مستأخراً جو دوم واسطہ سے احتمال اول تو باطل ہے اس واسطے
 احتمال ثانی ہے ثابت رہیگا کیونکہ جو یہ ہونے طرق متصلہ کے اس احتمال کے آب
 ذکر کرنا صاحب طفر کا اس حدیث کو الزام ضعیف کے لئے صحیح نہیں اور سو نہیں
 معترض کے معلوم ہوئی قال صاحب الطفر گیارہویں حدیث عن ابن عمر
 قال کان رسول اللہ صلعم اذا کماح من قیامہ اتم الفکران رفع صوتہ وقال
 امین ثم یثاء انہ فطنی وحسنہ کی تحاکم و صحیحہ روایت ہے ابی ہریرہ
 سے کہا تھے رسول خدا صلعم جب فارغ ہوتے تھے پڑھنے سورہ فاتحہ کے

اونچی کرتے اور اپنی اور فرماتے آمین روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے
 اور حسن شہر ایسا اسکو اور حاکم نے اور صحیح شہر ایسا اسکو **قال لمقرض** اس حدیث
 سے ہی الزام جب صحیح ہو جب دو نام بلند آواز سے آمین کا کہنا ثابت ہو۔
اقول آپ نے ایک ہی بات سیکھ لی ہے کہ الزام جب صحیح ہو جب دو نام
 بلند آواز سے آمین کا کہنا ثابت ہو جواب اسکا تحت حدیث اول و دوم میں
 گذر چکا قولہ اس حدیث کا اور ایسے ہی اور احادیث صحیحہ کا جو رفع صوت پر
 دلالت کرتے ہیں حنفیہ اور مالکیہ میں طح سے جواب دیتے ہیں **اقول** آپ کو
 ضرور ہے کہ کسی کتاب میں کراوا لکھیں کہ یہ تین جواب فلان مالکی نے اپنے
 فلان کتاب میں لکھے ہیں اور ایسے ہی فلان حنفی نے فلان کتاب میں
 اور آپ کی بہتان سازی اور افتراء پر داری حنفیوں اور مالکیوں پر ہے خیر کہے
 خاطر آپ کے جوابوں کا رٹو عہد کیا جاتا ہے پہلے جوابوں کو تو خود ہی آپ نے
 رو کر دیا ہے اسکے جواب کی تو حاجت نہیں باقی دو جوابوں کا جواب
 سن لیجئے **قولہ** دو دوسرے یہ کہ یہ جہر کہی کہی بیان جواز کے واسطے بھاتا
 معلوم ہو جاوے کہ جہر آمین کہنا بھی درست ہے اور معتمد نماز نہیں **اقول**
 اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ جہر کہی کہی بیان جواز کے واسطے تھا بغیر دلیل کے
 آپ کی بات کون مستنا ہے اگر یہ جہر کہی کہی ہوتا تو جہور صحابہ و مجتہدین اس کے
 عمل پر کیوں دوام فرماتے اور ابن عمر وغیرہ لوگوں کو اس پر کیوں برا بکھیر کرتے
 بیان اسکا مفصلانہ کہہ رہا چکا اگر تسلیم ہی کیا جاوے کہ حضرت نے یہ جہر
 گناہ ہے بگا ہے کیا تھا پر بھی بموجب قاعدہ اصول کے مستحب ہو گا کیونکہ
 مستحب اسی کو کہتے ہیں چیر حضرت نے کہی کہی عمل کیا ہو اور استحباب
 پر عمل کرنا حنفیوں کے نزدیک بھی درست ہے (لطیفہ عجیب) **مقرض** نے اس

سنن دارمی میں بھی اس حدیث کا نشان نہیں آتا بر تقدیر ثبوت اس روایت کے جواب اس کا وہی ہے جو سابقہ گذر چکا **اقول** اسی حضرت معترض کچھ تو اتنے سے ڈرو دن دوپہر کو ڈاکہ ڈالنا اچھا نہیں النظر المبین کو غور سے دیکھا ہی تھا یا ایسے ہی جواب پہنچنے کو تیار ہو گئے جناب من صاحب ظفر نے اس روایت کو جو المشکوۃ کے لکھا ہے چنانچہ اس حدیث کے نمبر ۶ کے حاشیہ کو ملاحظہ فرماویں فرماتے ہیں (یہ حدیث مشکوۃ میں باب الفیۃ آیت فی الصلوٰۃ کو دوسرے فصل میں ہے) اب اگر یہ روایت مشکوۃ میں اس طرح نہ ہو تو اعتراض آپ کا صحیح ہے حالانکہ یہ روایت مشکوۃ میں موجود ہے چنانچہ مشکوۃ مطبوعہ مطبع بمبئی کے صفحہ ۷۸ میں یہ روایت ہے اب آپ اعتراض صاحب مشکوۃ پر کریں صاحب ظفر پر جب آپ صاحب مشکوۃ پر اعتراض کریں گے تو جواب دینا ان ممکن دیا جاوے گا بالفعل آپ کا مطالبہ اور اعتراض ہو گا کہ آپ بغیر دیکھے بہانے جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں ادھر جو بنا پس نے بنا لیا ہے وہ مثل آپ کی مردود ہے ہو چکا ہے **قال صاحب الظفر ترمذی** حدیث عن بلال **آلکھ قال** یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **کم یحسب فی یامینہ** ترجمہ کہ ابو ذرؓ روایت ہے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سبقت کرو مجھ سے ساتھ امین کہنے کے روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد نے **قال المعترض** اس حدیث سے تو فقط یہ امر ثابت ہوا کہ مقتدی و امام دونوں کے امین ساتھ واقع ہونا چاہئے اور جس وقت امام امین کہے اسی وقت مقتدی کو بھی کہنا چاہئے اور یہ امر کچھ جہر پر موقوف نہیں امین خواہ جہر سے ہو یا آہستہ دونوں تقدیر پر مستحب ہے کہ مقتدی و امام دونوں ایک ہی وقت امین کہیں **اقول** آپ اگر اس حدیث سے ہی امین یا الجھر

نہ سمجھیں تو آپ کے بے سببے کا تصور ہے خفاش اگر آفتاب کو نہ دیکھے تو آفتاب کا
 کیا تصور خفاش کا ہی تصور ہے اسی حضرت کچھ غور فرمائیے کہ جب امام نے آمین
 کہتے کہ تو مقتدی کو کیسے معلوم ہو گا کہ امام نے مجھ سے پہلے آمین کہا یعنی مجھ پر آمین
 کہنے میں سبقت لے گیا یا مر جب ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ امام زور سے کہے کہ
 مقتدی لوگ سن لیویں ورنہ حالت خفا میں کہی امام آمین کہنے میں سبقت لیجی ورنہ
 کہی مقتدی سبقت لیجا ورنہ کہی دونوں کے معیت ہوگی غرض حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کا زور سے آمین کہنا اس حدیث سے ثابت ہوا کیونکہ اگر آپ بلند آواز
 سے آمین نہ کہتے تو کیسے بلال کو معلوم ہوتا کہ آپ مجھ سے آمین کہنے میں سبقت
 لے گئے ہیں اب صاحب فطر کا اس حدیث کو معوض الزام میں پت کرنا صحیح ہوا
 قال صاحب الفرج ورجوعین حدیث عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما حسدکم ثم الیکم وقلے منے ۱۰
 حسدکم علی السلام واثمینہ واثمینہ واثمینہ واثمینہ واثمینہ واثمینہ
 روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس سے نقل کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 سے کہ فرمایا ہنیں حسد کرتے تھے یہود اور پر کسی چیز کے جس قدر حسد کرتے ہیں
 تم سے سلام کرنے میں اور آمین کہنے میں روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے
 بیچ باب پکار کر کہنے آمین کے قال لمعترض ترجمہ آپ نے ما حسدکم کا کہنا
 ماضی کا ہے غلط کیا ایک طفل مکتب بھی جانتا ہے کہ ما حسدکم الیہو کے معنی ہنیں
 حسد کیا یہود نے تمہارا اور پر کسی چیز کے ہے زور جو آپ نے لکھا اقول ماضی
 دل میں ہی اتنا تو سچو اپنے کہ ہم + لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے ہی نادان
 ہونگے جتنا میں ترجمہ صاحب فطر کا بہت ٹھیک ہے کیا آپ نے کتب صرف میں
 ہنیں پڑھا کہ ابتدائے میں ماضی کے معنی مضارع کے لئے جاتے ہیں ایک طفل مکتب

بھی اس امر کو بخوبی جانتا ہے آپ اگر شیخ سعدی کو نہ جانیں تو وہ اپنے آپ کے حال پر
 گیا آپ نے میزان الصرف و منقب کے حاشیہ پر ان اشعار و ن کو نہیں دیکھا
 آمد و ماضی بمعنی مضارع چند جا + عطف ماضی بر مضارع در مقام ابتدا + بعد
 موصول و نذا و لفظ حیث و کما + در جز او شرط و عطف ہر دو باشند و عا + آن
 شہرون کا مطلب کسی منقب خوان سے معلوم کر لیوں اور بعد معلوم کر لینے مطلب
 کے غور کریں کہ آپ کے غلطی ہے یا صاحب ظفر کی اور ماضی کا ترجمہ کرنے سے مطلب
 بھی عمدہ نہیں نکلتا کیونکہ ماضی کے ترجمہ کا یہ حاصل ہوا کہ پہلے آئین اور
 سلام پر حسد کیا تھا جس کا مفہوم یہ نکلے گا کہ اب نہیں کرتے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے
 بلکہ یہود و عیسائی آئین اور سلام پر حسد کرتے ہیں **فایده** عجیبہ اس حدیث سے یہ امر ہے
 معلوم ہوا کہ جو آئین سے چڑتا ہے وہ ہنسی بیہوش کا ہے تو اب ہمارے جنسی ہائیوں کو
 چاہیے کہ آئین سے نہ چڑنا کریں **قولہ** اور اس حدیث میں تو کہیں پکار کر آئین
 کہنے کا ذکر بھی نہیں بلکہ خاص نماز میں آئین کہنے کا آہستہ ہو خواہ پکار کی ذکر
 بھی نہیں صرف اس قدر اس روایت سے ثابت ہے کہ یہود اہل اسلام کا حسد
 کرتے ہیں آئین کہنے پر اور سلام کرنے پر اس وجہ سے کہ وہ اس فضیلت سے
 محروم ہیں **الخ اقول** اس حدیث سے پکار کر آئین کہنا بخوبی نکلتا ہے کیونکہ
 یہود کے حسد کے باعث دو چیز تھے ایک آئین دوسرا سلام جیسے سلام کو آواز
 کو سنکر جلتے تھے ایسے ہی آئین کے آواز کو سنکر جلتے تھے اگر سلام اور آئین
 کے آواز وہ نہ سنتے تو ان کے جلنے کا کیا موقع تھا کیونکہ کوئی کیا جائے کہ آہستہ کیا
 کہتے ہیں آیا آئین کہتے ہیں یا کوئی اور دعا پڑھتے ہیں یا کسی کو برا کہتے ہیں
 چونکہ مسلمان دور سے آئین کہتے تھے یہود لوگ سنکر جلتے تھے نظیر اس کی سننے
 کہ اگر اہل حدیث آئین آہستہ کہتے ہیں تو حق ہے ہرگز نہیں جلتے حنفیوں کا جلنا تو ہی ہوتا ہے

جب آمین کی آواز اٹکے کان میں جاتی ہے اسی کا نام چہرے کہ جب ہمارے
آمین کو دوسروں نے سنا تو چہرہ ثابت ہوا یہود المطلوب باتی یہ را کہ یہ آمین کہی تو
میں کہی جاتی تھے ظاہر ہے کہ نماز میں بعد و لا الضالین کے یہ آمین کہی جاتی ہے
جیسا کہ حدیث بیہقیہ میں اس امر کی تصریح موجود ہے اور وہ حدیث سو ابویں ہے
ورنہ ایسے آمین کہنے کا کیا موقع ہے یہ صحابہ سے ثابت ہے کہ ابو ہریرہؓ نے سوا
و لا الضالین یا عقب وعاکے آمین کو کسی دوسرے محل میں کہا ہو وہ مرفوع
یذکر ذلک فقلک یہ ثابت ہوا کہ تیر جب اس حدیث سے آمین کا رد ہے
کہنا نماز میں ثابت ہو تو لا صاحب نظر کا اس حدیث کو معرض الزام میں
صحیح ٹھہرا معرض کا دوسرا اعتراض جہاں تلبید ہو رہی تھی قال صاحب النظر
پندرہ موین حدیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اگر ماخذ لکم انتموہ علی توحید ماخذ لکم علی امین
فأكبر فوا من قولی امین ثم قوا ابن ماخذ فی باب التحییر یا مین ردایت
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
نہیں حد کیا تم پر جو نے کسی چیز میں مینا کہ حد کیا تم پر آمین کہنے میں نہایت
کہ وہ کہنے میں آمین کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے حج باب پکارا کہ
کہنے آمین کے قال المعترض انکو ہی نہیں معلوم ہوا کہ اس حدیث میں
کوئی لفظ ایسی نہیں جس سے پکارا کہ کہنا آمین کا ثابت ہو ہر لفظ کا ہی سمجھا ہے کہ
اس حدیث میں صرف فضیلت کثرت سے آمین کہنے کے ثابت ہوئی لہذا قول
جواب اسکا وہی ہے جہاں سابق حضرت عائشہ کی حدیث کے جواب میں گذرا
قال صاحب النظر سو ابویں حدیث بیہقیہ نے مرفوع روایت کی ہے کہ
حد کیا ہو چنے اور قبلہ کے وہ قبلہ کہایت کئے گئے ہم طرف اسکی اور مگر

کئے گئے یہود قبلہ سے اور حمد کرتے ہیں یہود اور پر جماعت کے اور حمد کرتے ہیں
 اور پرائین کہنے ہمارے کے پیچھے امام کے الخ **قال لعنہ رضی اللہ عنہ** اس سے بھی صرف
 آمین کہنے کی فضیلت نماز میں اور حمد کرنا یہود کا اس عبادت پر ثابت ہوا نہ پکار کے
 آمین کہنا الخ **اقول** ابھی کم سن ہیں وہ نہیں واقف نماز کیا چیز ہے اور کیا
 ہے۔ آجی حضرت اگر یہود آمین کے آواز کو نہ سنتے تھے تو کیسے جلتے تھے تم یہ
 توجہ ہی جلتے ہو کہ یہ آواز مبارک اپنے کانوں سے سنتے ہو اگر آمین بچہ کہنی
 نہ جاوے تو پھر تم کا ہی کو جلا مفصل جواب اسکا اور گزرا ہے آئندہ سے
 یہ بھی معلوم ہو کہ صحابہ آمین نماز میں ہی کہتے تھے جس سے یہود جلتے تھے نہ کسی
 اور موقع میں یہ روایت ان روایتوں کے جن میں نماز کا ذکر نہیں میں بقاعدہ
 اصول کے ہو جاوے گی اس روایت سے معترض کی جہالت ہر خاص و عام پر
 واضح ہو گئی کہ اس حدیث میں صاف نماز کا ذکر آگیا ہے معترض حضرت عائشہ کی
 حدیث و ابن عباس کی حدیث کے جو اس میں اس حدیث سے آنکھ بند کر کے
 غافل ہو گئے وہ ایمان اسی کا نام ہے **انتہی قال صاحب لفظ**
شربون حدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام غیو المصنوب علیکم ولا الصلا لئن تفعلوا
امین فانه من فاق قولہ قول المذبحکہ تحفیرکہ ما فقتد م
من فقیہی رواہ البخاری و ابی جعفر **الما مؤمن بالثامین** روایت
 ہے ابن ہریرہ سے کہ تحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہے امام غیو
 المصنوب علیکم ولا الصلا لئن تفعلوا امین پس کہو تم آمین پس تحقیق شان یہ ہے کہ
 جسکے قول نے موافقت کیا قول سے خوشتون کے بخشے جائے ہیں
 واسطے اسکے وہ جو اگلے میں گناہ اسکے روایت کیا اس حدیث کو بخاری

بیج باب پکار کر کہنے مقتدی کے آمین کو قال المعتبر من حدیث تو یہ بہت
 صحیح ہے مگر اسکو چہر آمین کے دلیل بنانا اور اس سے آہستہ کہنے والوں پر
 الحرام و پنا محض غلط ہے کیا آپ کو نہیں معلوم کیوں نہ معلوم ہو گا تو میرا ان
 منسوب پڑھنے والے ہی جانتے ہیں کہ قال کے معنی فارسی میں گنت اور
 آردو میں کہا اور قول کے معنی فارسی میں گنت اور آردو میں بات اور قول
 کے معنی فارسی میں مجبور اور آردو میں کہو تم ہے اسکے معنی آہستہ کہنا ہے
 نہ پکار کے کہنا **القول** جوٹ بیج باتوں سے باز آؤ خدا کے واسطے چپ
 رہو میں مودہ دکھلاؤ خدا کے واسطے کیا حضرت آپ کو یہ بھی نہیں معلوم
 کہ قول کا لفظ جو بصیغہ خطاب کے واقع ہوتا ہے تو مراد اس سے چہر لیا جاتا
 ہے حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں **الْقَوْلُ إِذَا وَقَعَ بِهِ الْخِطَابُ**
مُطْلَقًا حَيْثُ كَانَ الْجَمْعُ وَصَلَتْ أَرْبَعُ يَدِيهِ الْكَلَامُ وَحَدِيثُ النَّفْسِ
قَوْلًا بِدَلَالَةِ تَرْجُمَةٍ قول سے جب خطاب مطلق واقع ہوتا ہے تو
 حمل کیا جاتا ہے چہر پر اور جب ارادہ کیا جاتا ہے اس قول سے آہستہ
 کہنے کا اور جی کی بات مقید کیا جاتا ہے ساتھ اسکے احمد و قطانی اس حدیث
 کے شرح میں فرماتے ہیں **عَنِ الْحَدِيثِ الْكَلَامُ يَقُولُ امِينٌ وَالْقَوْلُ**
إِذَا وَقَعَ بِهِ الْخِطَابُ مُطْلَقًا حَيْثُ كَانَ الْجَمْعُ وَصَلَتْ أَرْبَعُ يَدِيهِ
الْكَلَامُ وَحَدِيثُ النَّفْسِ قَوْلًا بِدَلَالَةِ تَرْجُمَةٍ اس حدیث میں کلمہ
 ہے ساتھ قول آمین کے اور لفظ قول کے ساتھ جب خطاب مطلق
 واقع ہوتا ہے تو پکار کر کہنا مراد لیا جاتا ہے اور جب ارادہ آہستہ کہنے کا
 یا جیسے بات کا ہوتا ہے تو لفظ قول کے ساتھ یہ قید بین لگائی جاتی ہے
 انتہی عبارت فتح الباری و قطانی سے معلوم ہو کہ لفظ قول کا جب

حصینہ خطاب سے مطلق واقع ہوتا ہے تو مراد اس سے پکار کر کہنا یا جانا ہے آہستہ
 کہنا اب بموجب تحقیق ان نقاد و آئیکہ تحقیق کے صاحب نظر کا اس حدیث کی معروض
 استدلال میں لانا ٹھیک ہوا نیز مؤید صاحب نظر کے یہ امر بھی ہے کہ امام بخاری
 بھی اس حدیث کو باب جہر میں لائی ہیں اور ہونے سے بھی اس حدیث سے جہر ہی سمجھا ہے
 اور شراح بھی اسی کے تصریح فرماتے ہیں اب اگر آپ کے سمجھ میں نہ آوے تو
 دوسروں کا کیا قصور اس تحقیق مذکورہ بالا سے قول معترض کا اگر نہ اسکے معنی
 آہستہ کہنا ہے نہ پکار کے (روہو کیونکہ اس سے پکار کے کہنا بموجب تحقیق
 اہل لغت و شرح کے ٹھکرات ہے قولہ اور اگر قال یقول یقولوا اور مثل اسکے
 اور حصینہ جو لفظ قول سے مشتق ہیں پکار کر کہنے پر دلالت کریں تو صدہ آیات
 قرآنیہ و احادیث نبویہ کے معنی فاسد ہو جائیں گے ہر شخص سمجھ جاتا ہے کہ معنی
 قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے یہ ہیں کہ کھ تو اللہ یکا و تنہا ہے کوئی اسکا شریک نہیں
 نہ یہ کہ پکار کے کہو اور معنی قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کے
 یہ ہیں کہ کہو تو اسے حبیب ہمارے کہ اسے کافر و ہنہین بندگی کرتے ہم اس چہر
 کی جیسے تم بندگے کرتے ہو یعنی بت وغیرہ نہ یہ کہ پکار کے کہو ظاہر ہے کہ یہ
 مضمون اگر لکھ کے کفار کو دیا جاوے تب ہی کافی ہو جاوے گا اقول جس منکر
 میں قرآن و حدیث میں لفظ قول کا بصینہ خطاب کے بغیر کسی قید کے واقع ہے
 تو بیشک معنی اسکے پکار کر کہنے کے ہیں مان اگر کوئی وہاں قرینہ صارفہ معنی
 جہر سے پایا جاوے گا تو البتہ اس وقت معنی جہر کے ہو جو اس قرینہ کے مراد نہ لے
 جاوے گئے مثال اسکے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قُولُوا لِّلْحَيٰتِیْنَ سَلَامٌ
 یہاں پر مقتضی حصینہ قولوا کا تو یہ جہر ہی ہے کہ التحیات کو پکار کر کہو مگر قرینہ صارفہ یہاں
 ایسا ہے کہ جسکے باعث سے التحیات کو آہستہ پڑھا جاتا ہے اور وہ قرینہ صارفہ حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ترجمی کے صفحہ ۵۴ میں ہے باب ماجاء انکشاف
 اللہ عنہ حدیث کیا آجوتی عنہ لا تسبح ما یؤیس بن بکیر محمد بن یسحاق
 عن عبد الرحمن بن کثیر عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ
 ان فی اللہ تسبیح قال آجوتی عنہ حدیث ابن مسعود حدیث حسن
 صحیح و العمل علیہ عند اہل العلم ترجمہ روایت ہے ابن مسعود
 سے کہا اسے سنت سے ہے پوشیدہ کہ تائید کا کہا ابو عیسیٰ نے حدیث ابن مسعود
 کی حسن غریب ہے اور عمل اس پر ہے نزدیک اہل علم کے اتنے بعد اس تہید کے اب
 جواب ان آیات و امارات کا سنا چاہئے جسکو معترض صاحب نے اپنے دعوے
 کی تائید میں نقل کیا ہے۔ اول آیت قل ہو اللہ احد ہے دوم قل یا ایہا الکافرون
 جواب ان دونوں کا یہ ہے کہ مراد یہاں لفظ قل سے چہرے کیونکر یہ دونوں
 آیتیں جواب میں کفار کے نازل ہوئی ہیں پہلی آیت کے شان نزول جلالین
 میں یوں بھی ہے سئل انبیہ صلکم عن ربہ فتول قل هو اللہ احد
 یعنی سوال کئے گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے سے پس نازل ہوئی قل هو اللہ احد
 عباسی میں ہے ان ثم یتناووا یا محمد صیف کنا ربنا من ربی سئل هو
 من دھب هو او من بیضیہ فاکمل اللہ فی بیان صفتہ و صفیہ فقال قل
 یا محمد یتناوون هو اللہ احد لا شریک لہ یعنی ہر ائمہ قریش نے کہا
 ادھون نے اسے محمد تعریف کر دے ہمارے رب اپنے کو کس شے سے رو
 ہے آیا سونے سے یا چاندی سے پس انکار اللہ نے بیان میں اپنی صفت او
 نعت کے پس فرمایا کہو اے محمد قریش کو وہ اللہ ایک ہے نہیں کوئی اسکا شریک
 اتنے ایسے ہے شان نزول قل یا ایہا الکافرون میں تفسیر عباسی میں کہا
 ہے ان المستہزئین هو لعائن ابن اویل لکینہ و اولیدہ المغیرہ

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ إِنَّكَ أَهْلُهَا فَاتَّقِ اللَّهَ مَا كُنْتَ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِهِ إِنَّكَ أَهْلُهَا فَاتَّقِ اللَّهَ مَا كُنْتَ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِهِ إِنَّكَ أَهْلُهَا
 فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ أَهْلُهَا فَاتَّقِ اللَّهَ مَا كُنْتَ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِهِ إِنَّكَ أَهْلُهَا فَاتَّقِ اللَّهَ مَا كُنْتَ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِهِ إِنَّكَ أَهْلُهَا
 يَا اللَّهُ وَيَا قُرْآنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْحَمْهُمْ إِنَّهُمْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ
 سہمی کا اور ولید بیٹا مغیرہ کا اور ساتھی ان دونوں کے تھے کہا اوہنوں نے
 فرمانبروار ہو معبود ہمارے کا اے محمد یہاں تک کہ پرستش کریں ہم معبود و تیرے کو
 وہ معبود جس کی نون عبادت کرتا ہے میں فرمایا اللہ نے کہو اسے محمد ان ہنسی
 کرتے ذالون کو اے کفار ہنسی کرنے والو ساتھ اللہ اور قرآن کے آخر تک
 فقط ایسا ہی اور تفسیر دین میں ہے اب ان دونوں کے شان منزل سے معلوم
 ہوا کہ یہ آیتیں جو اب میں کفار کے نازل ہوئی ہیں جب تک کفار کو پکار کر نہ
 سنا میں گئے کفار کو کیسے جو اب اپنے سوال کا معلوم ہوگا باقی رہ لکھ کر دینا
 سوائے لئے لفظ ہے علیحدہ وضع کیا گیا ہے اور اسکا ماوہ ہی علیحدہ ہے
 یہاں گفتگو قول سے ہو رہی ہے نہ کتابت سے کتابت کا ذکر چھین لانا معترض
 کی سو فیہی ہے نیز حضرت کو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تم کفار سے کہہ دو ظاہر ہے کہ حضرت
 ہیث کفار سے مقابلہ رہا کرتے تھے نہ لکھ پڑ کر جب ان دونوں کا جواب معلوم ہوا
 تو اور آیتوں کو بھی اس پر تیس کرنا چاہیے اور باقی رہی احادیث جیسے دعائیں
 سونے کے یا یہ ارہونے کے یا پائٹھا نہ جانے کے سو ہم کہتے ہیں کہ مراد ان سے
 بھی جبر ہی ہے اسلئے آپ نے ان کو یوں تعلیم فرمایا کہ اور لوگ بھی ان سے ان
 دعاؤں کو سنکر یا دکر یوں ایسے ہی خود اہل کتاب الٰہی سے مراد جبر ہی ہے
 اور التحیات کا جواب گذرا جو شخص نظر انصاف سے قرآن و حدیث میں نظر
 کریگا وہ معترض کے دعوے کو بخوبی سمجھ جائیگا اگر کچھ شبہ بھی ہوگا تو انشا اللہ
 اس تحریر سے وہ شبہ اسکا جاتا رہے گا اور معاذ کا تو کچھ علاج ہی نہیں ہو سکتا۔

قولہ اور ایسے ہی اثبات میں حدیث جو منقولہ ۱۱۷ میں مذکور ہے **اِذَا قَالِ اَحَدُكُمْ**
اٰمِيْنَ وَ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ **اٰمِيْنَ** تَحْوِ اَقْفَتِ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى
 غَيْرَ كَلِمَةٍ مَا تَقْدَمُ مِنْ ذَنْبٍ يَحْسِبُ حِسَابًا معنی جو وقت کہتا ہے ایک تم میں سے آمین
 اور کہتی ہیں فرشتے آسمان میں آمین میں موافق ہوتا ہے ایک کا کلمہ دوسرے کے
 بجائے جاتے ہیں اسکے اگلے گناہ صرف آمین کہنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے
 پکار کے کہنے کا کہیں اس میں نشان نہیں **اقول** جواب اسکا ہے مفتدا
 گذر چکا کہ بیشک لفظ قولہ سے پکار کر کہنا ثابت ہوتا ہے یہاں حاجت گزار کی
 نہیں قولہ اور ایسے ہی انیسویں حدیث جو منقولہ ۱۱۸ میں ہے **اِذَا قَالِ**
اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ **اٰمِيْنَ** تَحْوِ اَقْفَتِ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى
 میں ہے **يَلْفِظُهُ اِذَا اَمَرَتْ اَنْفَاءً** یعنی قائلین جو وقت آمین کہنے پر پہنچے
 پس کہو تم آمین اور حدیث اکیسویں جو اسی منقولہ میں **اِذَا اَمَرْتُمْ اَنْفَاءً**
 قائلین مذکور ہے اور ان تینوں احادیث میں صرف آمین کہنے کا حکم ہے
 پکار کے کہنے کا کہیں ذکر نہیں **اقول** انیسویں حدیث سے بھی بیشک پکار
 کر کہنا ثابت ہے بیان اس کا مترجموں حدیث کے تحت میں گذرا اور بیسویں اور
 اکیسویں حدیث سے بھی پکار کر کہنا آمین کا نکلنا ہے کیونکہ انجگہ یہ حکم ہوتا ہے
 کہ جب امام آمین کہے تو اسکے بعد تم بھی آمین کہو جیسا کہ فاتر تب کے اس پر ولایت
 کر فرما کر جب امام ہم سے آمین کہے گا تو کیسے ہم معلوم کریں گے کہ امام اب آمین پکار
 ہے ہم سب آمین کہیں تقریر اسکی مفصل سا بقا گذر چکی قسدا کی وہ کنگن میں
اَنْفَاءً فقط غرض ان اکیس احادیث سے آمین کا پکار کے کہنا ثابت ہوا
 لانا صاحب نظر کا ان احادیث کو معرض استدلال میں اپنے موقع پر نہ لانا
قَوْلُهُ بِكَرَامَةِ اللَّهِ قَالَ صاحب لفظ نماز میں آمین پکار کر کہنے کے نہیں

اکیس حدیثیں کہ جبر کا امام اعظم نے خلاف کیا ہے وہ تو گڈ چکی ہیں لیکن آمین
 خفیہ کہنے کے باب میں دلیل امام اعظم کی ان کے مقلد جو حدیثیں کہ پیش کیا کرتی
 ہیں وہ یہ ہیں **قال المتعزلی** دعوی زبانی آپ کا کہ امام ابو حنیفہ نے اکیس
 حدیث کی مخالفت کے کون سینکڑا جو آپ کے تحریرات سابقہ کو دیکھے گا وہ اس
 قول کو مہل کہے گا جو آپ نے حدیثیں بیان کیں ان میں سے بعض تو نفی میں
 کہنے کے ہیں پکار کے کہنے سے اسنے کچھ علاوہ نہیں اور بعضوں کے سند ضعیف
 ہے اسنے الزام ممکن نہیں اور بعض جو صحیح و قوی ہیں ان سے ہی الزام مقصود
 نہیں جب تک کہ ہمیشہ پکار کے کہنا یا اکثر اسطر سے کہنا ان سے ثابت ہو الخ
اقول دعوی صاحب طفر کا زبانی ہی نہیں دعویٰ تو انکا بہت ٹھیک ہے یہ
 کہنے کے آپکی سوجا ہی قصور ہے جو ہمارے تحریر سابق کو نظر غور سے ملاحظہ کر لگا
 تو اس امر کا حال اچھل جاویگا کہ ان اکیس حدیثوں کا بیشک امام نے خلاف
 کیا ہے کہ وہ خلاف ویدہ و دانستہ ہو بلکہ اس خلاف کے کوئی آثار وجہ ہو جسے
 پہنچنا حدیث کا اور یہ امر ہی اُسپر روشن ہوگا کہ کل حدیثیں آمین بالجہر پر ولالت
 کہتے ہیں اور جنکے سند ضعیف ہے وہ ضعف ایسا نہیں کہ ہمارے مقصود کے کچھ
 منافی ہو بلکہ وہ ضعف اور طرق سے منجر ہو سکتا ہے لکھا مگر سادہ بقا اور یہ امر
 ہی واضح ہوا کہ ثبوت و دوام و اکثریت کا خلاف ہونے کے لئے کچھ شرط نہیں ہے فقط
قال صاحب الطفر پہلی حدیث بروی شعبۂ عن سلمۃ بن کہیل عن
 حجر ابی العنبر عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ عن النبی صلعم قما عنہ
 المغضوب حکیم ولا الفضائلین فقال امین وحقق بما صوّقہ واء
 الترمذی روایت کیا شعبہ نے سلمہ ابن کہیل سے اسنے جبر باب عنین کے
 سے اسنے علقمہ بیٹے وائل کے سے اسنے اپنے باپ سے کہ تحقیق ہے صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَصْبُ عَلَیْہِمْ وَکَلَّ النَّصَائِیْنِ پس کہا آمین اور
 پست کیا ساتھ اسکے آواز اپنے کو روایت کیا اس حدیث کو ترجمہ نے
 جواب اسکا دو طرح سے اول یہ کہ حدیث ضعیف ہے ہرگز لائق حجت پر نہیں
 نہیں کیونکہ ترجمہ مذہبی جو کہ منہج احمدیث کا ہے کہا ہے کہ سنائیں نے محمد یحییٰ
 بخاری سے کہ کہتے تھے حدیث سفیان کی یحییٰ جس حدیث میں ابی ہریرہؓ یحییٰ
 وراذ کیا حضرت نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے کو آیا ہے دو حدیث
 بہت صحیح ہے غتبہ کے حدیث سے اس باب میں اور خطا کی شعبہ نے اس
 حدیث میں کئی جگہ میں پہلی خطا شعبہ راوی کے اس حدیث میں یہ ہے کہا شعبہ
 نے جرمین کا باب ہے سو یہ اسکی خطا ہے جرمین کا بیٹا ہے اور کنیت
 کیا جاتا ہے اب اسکن قال المتعصرین قول بخاری کا قابل اعتبار نہیں اور شعبہ
 کی طرف نسبت خطا کی صحیح نہیں اس وجہ سے کہ کتاب الشقات میں ابن حبان
 نے کہا ہے جَرْمِیْنُ عَنِسٌ أَبُو السَّكَنِ التَّوَكُّفِيُّ وَهُوَ الَّذِي يَقَالُ لَكَ أَجْرٌ
 أَبُو الْعَنِسِ یُرْوَى عَنْ عَلِيٍّ وَوَأَبْنِی جَرْمِیْنُ رَوَى عَنْهُ سَمْعَانُ بْنُ
 کَهْمَلٍ ابْنِ یَحْیٰی عَنِ جَرْمِیْنِ عَنِسٍ كُنِیَّةُ ابْنِ ابْنِ السَّكَنِ هُوَ اَهْلُ كَوْمِ
 مِیْنِ یَعْنِی ہن اور انہیں کو جرم ابو العنيس ہے کہتے ہن روایت کرتے ہیں حدیث
 کو علی مرتضیٰ اور وائل بن حجر سے اور انہی روایت کی سلمہ بن کہیل نے
 اس سے ثابت ہوا کہ جرمین کنیت جرمی ابو السکن ہے ویسا ہی ابو العنيس ہے
 اسکی کنیت ہے پس اگر شعبہ نے اسکو ابو العنيس کہا تو کیا گناہ کیا الخ اقول
 جواب اسکا دو دو چہ سے ہے وجہ اول موقوف ہے ایک مقدم پر وہ یہ
 ہے مقدم (فن حج وتعدیل میں قول زاید معتبر اس شخص کا ہوگا جسکو اس فن
 میں مہارت زاید حاصل ہوگی اور وثائق غامضہ علی کو خوب پہچانتا ہوگا مثلاً

اگر دوا یمہ فن اس فن میں کوئی بات فرمادینگے تو ان دونوں آئمہ سے اس شخص کے قول کو ترجیح ہوگی جو ان دونوں سے افضل ہوگا جسے مقدمہ صحیح مسلم کا دیکھا ہوگا اس پر یہ امر پوشیدہ نہیں رہیگا محی الدین نووی فرماتے ہیں
 قَالَ مُسْلِمٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَقَدْ دَكِمْتُ عَلَى رِيشَةِ سَرِيحِ اللَّهِ عَنَّا أَهْلُهَا
 قَالَتِ امْرَأَتُهُ نَارُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَرَى النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ هَذَا الْبَيْتُ
 كَمَا تَقْدَمُ بَيَانُهُ فِي فَضْلِ تَعْلِيْقِ مِنَ الْفَضُولِ الْمَقْدَمِ عَلَيْهِ وَأَصْحَابُ
 وَمِنْ قَوَائِدِهِ هَذَا فَكُلُّ النَّاسِ فِي الْحَقِّوْقِ عَلَى حَسَبِ مَنَازِلِهِمْ وَلَا يَتِمُّ
 ترجیح فرمایا مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحقیق ذکر کیا گیا ہے عا یشہ سے
 ہرگز نہ کہا عا یشہ نے امر کیا سہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ انارین ہم لوگوں کو
 مرتبہ انکے پر یہ وہ شے ہے کہ تحقیق پہلے ہو چکا بیان اسکا فصل تعلیق میں
 فصلوں پہلے سے بطور واضح کے فواید اسکے سے فرق کرنا لوگوں کا حقوق
 میں موافق مراتب انکے کے اور مراتب انکے کے انتہی بھی وجہ ہے کہ جامع
 بخاری مقدم کی گئی ہے مسلم پر کیونکہ امام بخاری کو بہ نسبت مسلم کے فضل ہے
 امام نووی مقدم میں فرماتے ہیں وَكِتَابُ الْبُخَارِيِّ أَصَحُّمَا أَحَقُّمَا
 أَكْثَرُهُمَا قَوَائِدُ وَمُعَارِفٌ ظَاهِرَةٌ وَفَامِصَةٌ وَمَقْدَمٌ أَحَقُّمَا
 كَانَ يَتَنَفَّذُ مِنَ الْبُخَارِيِّ تَرْجِمَةً وَكِتَابُ الْبُخَارِيِّ نِزَادُ
 صحیح ان دونوں کے ہے از رو صحت کے اور زاید ہے ان دونوں سے
 از رو فواید کے اور معارف ظاہرہ اور پوشیدہ کے اور تحقیق صحیح ہے
 یہ کہ تحقیق مسلم تھا ان لوگوں سے جو فائدہ اوٹھایا تھا بخاری سے۔ چہ
 سطر دن کے بعد ہے وَمِنْ أَخْصَرِ مَا رَجَّحَ بِهِ اتِّفَاقُ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّ
 الْبُخَارِيَّ أَحَقُّ مِنْ مُسْلِمٍ وَأَعْلَمُ بِصَنَاعَةِ الْحَدِيثِ مِنْهُ

سوا اسکے نہیں کہ حجر بن عنبس ہے اور کنیت کیا جاتا ہے ایسا کن اور زیادہ اسمین
 عَنْ قُطَيْبَةَ بْنِ مِائِلٍ (حالانکہ نہیں ہے اسمین علقمہ سے اور سوا اسکے نہیں ہے
 حجر بن عنبس میں روایت کرتے ہیں وائل بن حجر سے اور کہا پست کیا ساتھ
 اسکے آواز اپنے کو اور سوا اسکے نہیں کہ دراز کیا ساتھ اسکے آواز اپنے کو
 کہا ابو عیسیٰ نے پوچھا میں نے ابو زرعتہ سے اس حدیث سے پس فرمایا حدیث
 سفیان کی اس میں زیادہ صحیح ہے حافظ ابن حجر تلخیص میں بغیر نقل کرنے عبارت
 ترمذی کے فرماتے ہیں وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَتْمٍ يَقُولُ وَهُمْ فِيهِ شُعْبَةُ وَقَدْ
 تَابَعَ سُفْيَانَ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ اخْتَلَفَ
 شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ فِيهِ فَقَالَ شُعْبَةُ حَفِصٌ وَقَالَ الثَّوْرِيُّ تَمَرٌ وَقَالَ شُعْبَةُ
 حَجْرٌ ابْنُ الْغُبَابِ وَقَالَ الثَّوْرِيُّ حَجْرٌ ابْنُ عُنْبَسٍ وَصَوَّبَ ابْنُ خَالَسَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ كَثِيرٍ
 الثَّوْرِيُّ تَمَرٌ حجر بن عنبس نے کہا جاتا ہے وہم کیا اس میں شعبہ نے اور
 تحقیق تابع ہوا سفیان کے محمد بن سلمہ بن کہیل باپ اپنے سے اور کہا ابن قطن نے
 اختلاف کیا شعبہ اور سفیان نے اسمین پس کہا شعبہ نے پست کیا اور کہا ثوری
 نے بلند کیا اور کہا شعبہ نے حجر باپ عنبس کا اور کہا ثوری نے حجر بیٹا عنبس کا اور
 صواب کہا بخاری اور ابو زرعتہ نے قول ثوری کو عبارت ترمذی و تلخیص سے معلوم
 ہوا کہ امام بخاری و ابو زرعتہ و ابن قطن و ترمذی و داؤد قطنی کے نزدیک حجر بن
 عنبس کے کنیت ابوالسکن ہے اور ابوالعنبس کنیت اسکے نہیں بلکہ غلطی شعبہ کے
 ہے تو اب موجب مقدمہ مذکورہ بالا کے قول انہیں خدائق کا اس بارے میں معتبر
 رکھا جائے گا نہ ابن حبان کا کہ امام بخاری و ابو زرعتہ و ترمذی سے بہت ہی کم
 فقط باقی رہی عینی سوان کا بھی دادرار قول ابن حبان کا ہی ہے ایسے ہے
 حافظ ابن حجر نے بھی قول ابن حبان کو نقل کیا ہے اور یہ احتمال نکال دیا ہے کہ شاید

حجر بن عنتی کے دو کینتین ہوں یہ ان کا احتمال ہے بجز دلیل کے ایسے احتمالوں کو
 شذوائے کسب ہو سکتی ہے وجہ و وہم اگر فرض کریں کہ حجر بن العنسی کے
 دو ذون کینتین ہیں یا اسکن ہیں اور ابو العنسی بھی تو بھی ہمارے کچھ مضربین کیونکہ
 اصل نزاع خفص اور رفیع میں ہے اور خود حضرت معمر بن نے خفص کا غلط ہونا
 تسلیم کر لیا ہے جب خفص کا غلط ہونا ثابت ہوا تو استدلال اس حدیث سے حنفیوں کا
 غلط ٹھہرایا اور یہی مقصود صاحب نظر کا ہے **قال صاحب النطر** دوسری
 خطا ثبوت کے اس حدیث میں یہ ہے کہ ثبوت نے زیادہ کیا اس حدیث میں علقمہ بن
 رائل سے اور وہ صحیح اسناد اس حدیث کے نہیں **قال المعترض** یہی قول بخاری
 غیر معتبر ہے اسوجہ سے کہ شعبہ ثقہ ہے اور اصول حدیث میں مقرر ہے کہ زیادہ سے
 ثقات کے مقبول ہے پس اگرچہ اور قتادہ ملتہ بن کبیل میں لیکن شعبہ کے یوثق
 میں اگر زیادتی واسطے علقمہ کے ہوئی تو کچھ منافات نہیں ہوتی **اقول** اس
 قول بخاری کا غیر معتبر کہنا جہالت معترض کی ہے شعبہ اگرچہ ثقہ ہے مگر بیشتر شعبہ
 غلطی واقع ہوئی ہے چنانچہ اس امر کا خود آپ نے بھی اقرار کیا ہے اور اسکا ثبوت
 کامل طور پر انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے باقی رہیہ امر کہ زیادتی ثقہ مقبول ہے بطلان
 زیادتی ثقہ کو مقبول کہنا آپ کے عدم واقفیت علم اصول حدیث کی دلیل کافی ہے
 برہان ثانی ہے اور نہیں شرح منجرب کا ہے مطالعہ کیا ہوگا مافقط ابن حجر شرح منجرب میں
 فرماتے ہیں **وَأَشْهَرُهُنَّ جَمْعُ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْقَوْلُ يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**
تَقْصِيلُ ذَلِكَ عَلَى طَرِيقِ التَّحْدِيدِ فَإِنَّ الَّذِينَ يَشْكُرُونَ فِي الصَّحِيحِ أَنْ
كَانَ يُكُونُ شَاذًا ثُمَّ يَكُونُ الشَّاذُّ وَذِي الْحَالِ الْفَقْهُ الْفَقْهُ مَنْ هُوَ أَوْفَوْهُ وَمَنْ هُوَ أَوْفَوْهُ
مِمَّنْ عَمِلَ عَنْ ذَلِكَ مِنْهُمْ مَعَ إِعْتِرَافِهِ بِأَنَّ الشَّاذَّ وَذِي حَدِيثِ
الصَّحِيحِ وَكَذَلِكَ الْحَسَنُ وَالْمَقُولُ عَنْ لَيْثٍ حَدِيثِ الْمُقَدَّمِ كَعَبْدِ اللَّهِ

بن مہدیؑ و یحییٰ القطان و احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و عیسیٰ بن ابی نعیم
 و ابی یوسف و ابی حنبل و ابی حاتم و ابی حاتم و ابی حاتم و ابی حاتم و ابی حاتم
 اعتبار کرتے ہیں۔ یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے
 قبول کرنے کی زیادتی کا مطلقاً بغیر تفصیل کے نہیں حاصل ہوتی ہے یہ بات
 محدثین کے طور پر وہ محدثین کے صحیح ہیں شرعاً کرتے ہیں کہ شاید وہ پھر تفسیر
 کرتے ہیں شذوذ کے مخالف ہونے لگتے ہیں سے زیادہ لگتے ہیں کا اور عجیب ہے
 اس شخص سے کہ غافل ہوا اس سے باوجود اقرار کرنے اعتبار شذوذ کو حدیث
 صحیح میں اور اسی طرح حسن میں اور منقول آئمہ حدیث مقدمین مثل عبد الرحمن بن
 مہدی و یحییٰ القطان و احمد بن حنبل کے صحیح ہیں معین و علی بن یحییٰ کی
 اور بخاری اور ابوزر عرقہ رازی اور ابو حاتم اور شامی اور دارقطنی اور سوانکے
 سے اعتبار کرنا ترجیح کا ہے زیادتی میں ہو یا غیر زیادتی میں ہو اور نہیں جانا جاتا ہے
 انہیں سے اطلاق قبول کرنی زیادت کا فقط اور باقی کتب اصول میں ہی ایسی ہی
 ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مطلق زیادتی راوی کی معتبر نہیں ہوتی بلکہ وہ
 زیادتی معتبر ہوتی ہے جو اپنے سے ارجح کے خلاف نہ ہو بعد اس تمہید کے معلوم کرنا چاہیے
 کہ شعبۂ کے یہ زیادتے مخالف ہے سفیان کے جو اس سے احفظ ہے اور راجح ہی
 سفیان کا احفظ ہونا تو خود حضرت بھی اسی کتاب میں تسلیم کر چکے ہیں اور بطور امام
 محمد کے حاشیہ میں بھی آپ نے اسکا اقرار کیا ہے کہ سفیان احفظ ہے شعبۂ سے
 تعلیق المجد کے صفحہ ۱۰۰ میں ہے لَانُ السُّفْيَانُ كَانَ أَحْفَظُ مِنْ شُعْبَةَ اسو اسطر
 کہ تحقیق سفیان تھا احفظ شعبۂ سے اب آپ ہی انصاف کریں کہ شعبۂ کے زیادتے
 کیسی معتبر ہوگی چہ جائیکہ شعبۂ سے اکثر غلطی ہو کرتی ہے فقط اور آگے جو آپ نے

عبارت تمحیص کے نقل کے ہے اس سے کچھ آپکا مطلب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ
 جو دور وائتین آپ نے تمحیص سے نقل کی ہیں انہیں بھی شعبہ موجود ہے اور
 شعبہ ہے زیادہ کرتے والے اصل روایت وہی شعبہ کے ہے گو اسکو
 چند آدمیوں نے روایت کیا ہے چند کس کے روایت سے کیا ہوتا ہے **قال**
صاحب لفظ قیسری خطا شعبہ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ کہا ہے کہ پست کیا
 آنحضرتؐ نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے کو اور یہ اسکی خطا ہے اور مجمع یہ ہے
 کہ روایت کیا آنحضرتؐ نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے کو **قال المعترض**
 ایکے جواب میں عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے **تَحْطِئُ مِثْلَ شَعْبَةٍ حَطَّ كَيْفَ**
وَهُوَ كَيْفُ الْمُؤْمِنِينَ یعنی الحدیث اپنے بچے یعنی نسبت خطا کے شعبہ کی طرف
 کرنا خطا ہے اور کیونکہ صحیح ہو حالانکہ وہ ماہرین علم حدیث اور ثقہ روایت
 ہیں اور ملقب بہ امیر المؤمنین فن حدیث میں ہیں پس خطا کرنا ان کا امر مستبعد
 ہے لیکن یہ جواب غالی خدشہ سے نہیں ہے اسوجہ سے کہ گو شعبہ اجل ثقات سے
 ہیں مگر حفظ میں سفیان سے کم ہیں اور اکثر الفاظ روایات میں شک و وہم
 کرتے ہیں جیسا کہ ناظر صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث پر بخفی ذر ہے **گاہا قول**
 آپ کی اس حق گوئی پر ہمارا نہایت ہی دل خوش ہوا ہے اور یہ سنت
 سنہ آپ کی نہایت ہی پسند آئی ہے یہاں تو آپ نے اس قدر پر کفایت کی ہے
 کہ موطا امام محمد کے ماشیہ میں لکھا ہے کہ اجماع حفاظ کا ہی کہ شعبہ نے
 خفض میں وہم کیا ہے اور اصل نزاع اسی خفض میں ہے کہ آیا یہ کفایت نقص
 ہے یا رفع جبہ نقص کا غلط ہونا مسلم فریقین ہوا تو اس حدیث سے استدلال
 آمین نعمتی پر غلط ٹھہرا اور مقصود صاحب لفظ کا کہ حدیث قابل محبت کے نہیں
 ٹھیک ہوا۔ لکن الحمد کہ آپ کی زبان سے اللہ نے حق ظاہر کر دیا آپ نے فقط حوالہ

مسلم ریاضت کی ہے مگر میں ناظرین تحقیق کے لئے چند جگہ کا جاہل پر شعبہ نے خطا کی ہے لیکھا مناسب جانتا ہوں مسلم جلد اول کے صفحہ ۲۶۶ میں ہے حدثنا محمد بن المنثري ومحمد بن ثابت قال ابن منثري ثنا محمد بن جعفر قال نا شعبة قال سمعت قتادة يحدث عن ابنه حسان عن عبيد بن عوف قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا حراب شغلوا عن صلواتي لو سطت حتى أتت الشمس مكة الله فيؤمرهم نارا أو يؤتم أو يطعمهم شك شعبه في البيوت والبطون ترجمہ روایت ہے علی سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن خندق کے مشغول کیا ہے (یعنی کفار نے) یہ کو نماز وسطی سے یہاں تک کہ لوٹا آفتاب اپنے مکان میں یعنی غروب ہوا مگر ہری اللہ قبروں ان کی کو نارسے اور گھروں کو یا شکون کو شک کیا شعبہ نے گھروں اور شکون میں اور صفحہ ۲۶۶ میں ہے حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة ومحمد بن بشر بن بكه هما عن قتادة قال أبو بكر نا محمد بن جعفر حدثنا عن شعبه عن يحيى بن يزيد النخعي قال سألنا أنس بن مالك عن قصر صلوة فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا حرم مسير ثلاثاً أميال أو ثلاثة فراسخ شعبه أنشأ صلى الله عليه وسلم ترجمہ کہا زید نبھائی نے پوچھا میں نے انس بیٹے مالک سے قصر نماز سے پس کہا اسنے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نکلتے مسافت تین میل کی یا تین فرسخ کی شعبہ شک کر نوا لا ہے پڑھتے دور کھیت فائدہ فرسخ تین میل کا ہوتا ہے تو کل نو میل ہوئے اور صفحہ ۲۶۶ میں ہے حدثنا محمد بن منثري قال نا محمد بن جعفر قال نا شعبة قال سمعت عبد بن أبي لبابة يحدث عن عمر بن جيث عن ابنه بن كعب قال قال ابنه في ليلة القدر والله اني لأعلمها أكثر علي هي الليلة التي أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فيها ما هي ليلة سبع وعشرين وإنما شك شعبه في هذا ثم وفي هي الليلة

[illegible]

[illegible]

گناحتہ تکبیر ترجمہ کہا ابو عیسیٰ نے اور تحقیق زیادہ کیا شعبۂ نے اسناد
 اس حدیث میں سعد بن عبد اللہ کو اور گویا کہ سفیان کی حدیث زیادہ مشابہ ہے ساتھ
 صواب کے کہا علی بن عبد اللہ نے کہا یحییٰ بن سعید نے ہنن کوئی برابر نزدیک
 میرے شعبۂ کے اور جب خلاف ہوا اسکے سفیان لیتا ہوں میں ساتھ قول سفیان کے
 ثامین نے اباحاس سے وہ نوکر کرتے تھے وکیع سے کہا شعبۂ نے سفیان زیادہ یاد
 رکھنے والا ہے مجھ سے اور ہنن حدیث کے حجج کو سفیان نے کسی سے ساتھ کسی
 نے کے پس پوچھا میں نے اسکو مگر پایا میں نے اسکو جیسا کہ سابق میں مجھ کو حدیث
 کیا تھا فقط ان سات جگہ پر اکٹھا کیا جاتا ہے اگر استقر تام صحاح کا کرون تو ایک فقر
 طویل ہو جاوے ناظرین مصدقین اسی سے مجھ جاویں گے اور اس آخر عبارت سے
 افراد شعبۂ سے سفیان کا حفظ ہوتا اس سے معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شعبۂ
 خطا بھی کرتا ہے اور راویوں کو بڑھاتا ہے اس واسطے امام دارقطنی نے علل
 میں نمبر پایا ہے کہ شعبۂ اسناد الرجال میں بہت خطا کرتا تھا باعث مشغل ہونے
 اسکے حفظ متون میں اور محدف محلی نے بھی شعبۂ کا خطا کرنا اسناد الرجال میں فرمایا
 ہے چنانچہ ان دونوں عبارتوں کو حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں تحت ترجمہ
 شعبۂ میں لکھا ہے قَالَ اللَّهُ أَكْثَرُ غُطِيَّةٍ فِي الرَّجُلِ كَانَتْ شُعْبَةُ يَخْطِئُ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ
 كَثِيرًا لَتَشَاغِبَ لِحْفَظِ الْمُتَوَنِّينَ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَكْرِفٍ قَدْ ثَبَتَ وَكَانَ يَخْطِئُ فِي أَسْمَاءِ
 الرِّجَالِ قَلِيلًا فَقَطَّ جِبِ شُعْبَةَ كَيْفَ عَادَتِ هِيَ كَكَبْشٍ خَطَا كَرْتَا هِيَ اَوْرَاسِي
 خطا سے تغیر اسناد الرجال کا بھی اس سے واقع ہوتا ہے تو اس حدیث
 میں اگر تین غلطیاں کہیں تو کیا تعجب ہے فقط اللہ الحمد کہ تحقیق اس حدیث کے
 کامل طور پر رکھی گئی اور شعبۂ کا خطا کرنا وہ ثابت کیا گیا کہ شاید اس سے
 بڑھ کر پہلے کسی نے لکھا ہو۔ قولہ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ ایک جماعت محدثین نے

لفظ (وَحْفَنَ بِأَعْمُودَةٍ) کے جو روایت شعبہ میں ہے تصنیف کی مگر عمل بعض
کبار صحابہ کا جیسے عمر و علی کہ وہ آمین آہستہ کہتے تھے مؤید اسکے ثبوت کا ہے پس
استدھر خفیدہ کو کافی دوانی ہے **اقول** یہ قول آپ کا مخالف اسکے ہے جبکہ اپنے
قتیلین المحجربین فرمایا ہے کہ اجماع کیا حفاظ حدیث نے کہ شعبہ نے اس حدیث میں مصحح
کیا ہے وہ مخالفت کی بجائے کہ یہاں پر فقط ایک جماعت کے ذکر پر ہے آپ نے
اکتفا کیا ہے جو مومہم اسکو ہے کہ ایک جماعت محدثین نے خفض بہا کو صواب بھی
کہا ہے باقی رہا عمل بعض کبار صحابہ کا یہ دعویٰ بلا دلیل کے ہے پہلے سند صحیح
سے آمین آہستہ کہنا حضرت عمر و علی سے ثابت فرما دیں اور پھر جو چاہیں اور سپر تفریع
کریں و دونہ خط القاء و جانا چاہیے کہ حضرت عمر و علی وغیرہا صحابہ کبار سے آمین کا
آہستہ کہنا سند صحیح سے ثابت نہیں ہے یہ حضرت معمر بن نے فقط عوام کے
دھوکھا دہی کے لئے لکھ دیا ہے جب کسی صحابی سے آمین کا آہستہ کہنا سند صحیح
سے ثابت نہ ہوا تو مدعا معترض کا جو تاؤئید حدیث خفض بہا صوت ہے باطل ہوا
وہو المطلوب **قال صاحب لفظ شعبہ** کی حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک
وجہ یہ ہے کہ سماع علقمہ کا واثل سے ثابت نہیں چنانچہ کہا بن حجر نے تقریب التیذ
میں عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ بْنِ جُبَيْرٍ يَتِمُّ الْهَيْكَلُ وَشَكُونُ الْحُجْمِ الْحَضْرَى الْكُوْفُ فِي حُكْمِ وَفِ
بَلَاكَةِ الْمَيْمَنَةِ وَنَ الْبَيْعِ يَسْنِي عُلْقَمِ بْنِ وَائِلِ بْنِ جُبَيْرٍ ضَمَّ هَهُلًا وَرَسُكُونَ جِم
کے حضری کو فی سچا ہے مگر تحقیق اُسے نہیں مٹا ہے اپنے باپ سے انتہے اور
وجہ نہ سننے علقمہ کے اپنے باپ واثل سے یہ ہے کہ وہ اپنے باپ واثل کے
مرنے سے چھ مہینے چھپے پیدا ہوا تھا چنانچہ کہا شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر
میں ذَكَرَ التَّوَسُّدَ فِيهِ عَلَيْهِ الْكِبَرُ قَالَ إِنَّهُ سَأَلَ الْبَحْثَ يَتِي هَلْ
سَمِعَ عَلْقَمَةُ مِنْ أَبِيهِ فَقَالَ إِنَّهُ وَلَدَ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيهِ بِسِتَّةِ أَشْهُدِ

یعنی ذکر کیا ترمذی نے یہ سچ کتاب اپنے علل کبیر کے پوچھا ترمذی نے ہمارے
 سے کہ آیا علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے میں کہا ہمارے نے کہ وہ اپنے باپ کے
 مرنے سے بچے بیٹے چھپے پیدا ہوا ہے **قال المعترض** میں دجہ بالکل ضعیف ہے
 اس وجہ سے کہ علقمہ کا بیٹا اپنے باپ سے اگر بچہ متلفہ ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اوہ
 نے اپنے باپ سے سنا ہے البتہ اُنکے بہائے عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں
 سنا تحقیق اسکے اور تفصیل رسالہ القول الجازم فی سقوط الحدیث کا کلام
 میں مذکور ہے بسکوشوق جو اسکا مطالعہ کرے یہاں صرف بقدر ضرورت ایک
 عبارت جامع ترمذی کے جو کتاب الحمد و مدین واقع ہے لکھی جاتی ہے جس کا
 مابصل یہ ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے اور وہ اپنے بہائے عبد الجبار
 سے بڑے ہیں اور عبد الجبار نے نہیں سنا اپنے باپ و اہل سے **الخ قول**
 اس وجہ کہ ضعیف کہنا معترض کی جہالت کی دلیل کافی ہے اور سماع علقمہ کو صحیح
 بتوانا برہان سناعت و عدم تجربہ کی ذاتی جو کچھ معترض نے القول الجازم میں لکھا
 ہے وہ مضداقی لایمین و لا یقینہ منہ جوع کا ہے مناسب اسی مقام کے
 یہ ہے کہ اول اس امر کی تحقیق بیان کریں کہ سماع علقمہ کا اپنے باپ سے صحیح ہے
 یا نہیں اور بعد اسکے القول الجازم میں جو معترض نے یہود و گوی کی ہے اسکو
 قولاً قرار کے رد کریں جو باننا چاہیے کہ محققین محدثین اس طرف گئے ہیں کہ علقمہ نے
 اپنے باپ سے نہیں سنا یہی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں **علقمہ بن وائل**
بن حجر حدیثاً ذی الامان یخبر عن معین یقول ہوا یتکلم عن ابیہ و عن ابیہ و عن ابیہ و عن ابیہ
علقمہ بن وائل بن حجر حدیثاً ذی الامان یخبر عن معین یقول ہوا یتکلم عن ابیہ و عن ابیہ و عن ابیہ و عن ابیہ
 اسکے باپ سے نہیں ہے تمام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں فرماتے ہیں
علقمہ بن وائل حدیثاً ذی الامان یخبر عن معین یقول ہوا یتکلم عن ابیہ و عن ابیہ و عن ابیہ و عن ابیہ

اور غیر بیٹے شعبہ سے اور طارق بیٹے سوید سے اور خلّاف کے اسدین اور
 اور اس سے بہائے اسکے عبد البجاد اور بیٹے اسکے سید بیٹے عبد الجبار اور
 عبد الملک بیٹے عمیر اور عمرو بیٹے مرّہ اور سلک بیٹے حرب اور اسمعیل بیٹے
 سالم اور جامع اور مطر اور سلمہ بیٹے کہیل اور موسیٰ بیٹے عمیر عنبری اور قیس
 بیٹے سلیم عنبری اور ابو عامر غامدی اور عاصم بیٹے کلیب اور عوف اعرابی نے
 ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات میں یمن کہتا ہوں ذکر کیا اسکو ابن سعد نے طبقة
 ثانیہ میں اہل کوفہ سے اور کھا تھا قلیل الحدیث اور حکایت کیا مسکری نے ابن
 معین سے تحقیق انھوں نے فرمایا روایت بیٹے وائل کے اپنے باپ سے
 مرسل ہے نیز حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں فرمایا ہے **عَلَّقَهُ بِمَوْلَاهُ**
جُرَيْجٍ بَنِي الْمُهَلَّبَةِ وَكُنِيَ الْحَجِيمُ **أَخْبَرَنِي الْكُوفِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلَاءِ أَنَّهُ كُنِيَ بِمَنْعٍ**
مِنْ آبَائِهِ تَرْجَمَ عُلُقَمَةَ بَنِي وَائِلٍ بَيْتَهُ جُرَّجُ **سَاقَهُ ضَمَّ مَهْدُوكَ** اور سکون
 حیم کے حفرے کو نے صدوق میں مگر تحقیق اُسے نہیں سنا ہے اپنے باپ
 سے اچھے آن عبارات سے معلوم ہوا کہ محققین کے نزدیک بھی صحیح ہے کہ
 علقر نے اپنے باپ سے نہیں سنا ہے واسطے محققین خفیف نے اسکو نقل
 کر کے اسپر سکوت کیا ہے حافظ زبیری نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایہ میں
 فرماتے ہیں **أَنَّ فِي الْمَحَدِّثَةِ عِلَّةَ الْحُجَّابِ ذَكَرَ هَذَا الرَّسَدِيُّ عَنِ رَسُولِهِ**
عَلَّقَهُ الْكَلْبِيُّ فَقَالَ سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ عَنْهُ ابْنُ عَرَبٍ هَلْ
سَمِعَ عُلُقَمَةَ مِنْ آبَائِهِ فَقَالَ لَا وَلَكِنْ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيهِ بِسِتْوَا شَهْرٍ
تَرْجَمَ بِرَأْسِهِ مَدِثَ مِثْلَ دُورِهِ ہے ذکر کیا اسکو ترمذی نے
 علی کہیر میں پس کہا سوال کیا میں نے محمد بیٹے اسمعیل یعنی بخاری سے کیا سنا
 ہے علقر نے اپنے باپ سے پس کہا تحقیق وہ پیدا ہوا ہے بعد مرنے اپنے باپ کے

چھ ماہ اور شیخ ابن الہمام نے بھی حاشیہ جہاد میں ایسا ہی فرمایا ہے جب عبارات
 متعین کے اس بارہ میں منقول ہوئیں تو اب جو کچھ مولوی صاحب نے القول الجہاد
 میں فرمایا ہے اسکو نقل کر کے بھول اندر و بقوتہ کے رو کیا جاتا ہے گو مولوی صاحب
 نے عربی میں لکھا ہے یحان اسکا جواب برابر ہے تفہیم عوام اردو میں دیا جاتا ہے
 اور ایک یہ بھی وجہ ہے کہ یہ رسالہ اردو میں ہے نیز مولوی صاحب کو سلیقہ بھی
 عربی کا نہیں ہے قولہ قُلْتُ لَكَ عَلَيَّ مِمَّا لَكُنَا لَمْ نَحْتَفِظْ اَنْ اَلَدْنِے
 لَمْ يَكُنْ مِمَّا اَمِيْلُهُ هُوَ كَلِمَةٌ اَوْ عِبْدًا اَلْجَبَّارُ يَكْفُرُ اِتِّفَاقًا عَلَيَّ اَنْ اَحَدُ هُمَا
 وَلَكِنْ يَكْفُرُ مَوْتِ اَمِيْرٍ يَحْسَنُ بِرَأْسِهِ جَانِغِيَا اس سے کہ جس نے نقل کیا ہے کہ
 تحقیق ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے اس میں کہ تحقیق اس شخص نے کہ نہیں
 سنا اپنے باپ سے وہ علم ہے یا عبد الجبار بعد اتفاق انکے اسپر کہ ایک
 ان دونوں کا پیدا ہوا ہے بعد مرنے اپنے باپ کے اقوال آپ نے مطلب
 عبارات سابقہ کا نہیں سمجھا کیونکہ اگر عبارات سابقہ کے آپ مطلب پر ظفر یا ب
 موصوفے تو یہ کلمہ ہرگز نہ فرماتے کہ جیسے اپنے باپ سے نہیں سنا وہ علم
 ہے یا عبد الجبار اگر آپ سچے ہیں تو اس عبارت کو نقل کریں جس سے یہ مطلب
 معلوم ہوتا ہے فَإِنْ لَمْ يَنْفَعُوا وَكُنْ تَفَعَّلُوا فَإِنْ تَفَعَّلُوا تَأْتُوا لَكُمْ وَتَقْوُوا هَذَا النَّاسُ
 وَالْجَبَّارُ اب مطلب عبارات سابقہ کا جسے سنئے وہ یہ ہے کہ جمہور محدثین
 نے اتفاق کیا ہے کہ عبد الجبار و علم نے اپنے باپ سے نہیں سنا قولہ
 قُلْتُ لَكَ عَلَيَّ مِمَّا لَكُنَا لَمْ نَحْتَفِظْ اَنْ اَلَدْنِے لَمْ يَكُنْ مِمَّا اَمِيْلُهُ هُوَ كَلِمَةٌ
 اَوْ عِبْدًا اَلْجَبَّارُ يَكْفُرُ اِتِّفَاقًا عَلَيَّ اَنْ اَحَدُ هُمَا وَلَكِنْ يَكْفُرُ مَوْتِ اَمِيْرٍ
 يَحْسَنُ بِرَأْسِهِ جَانِغِيَا اس سے کہ جس نے نقل کیا ہے کہ تحقیق اس شخص نے کہ نہیں
 سنا اپنے باپ سے وہ علم ہے یا عبد الجبار بعد اتفاق انکے اسپر کہ ایک
 ان دونوں کا پیدا ہوا ہے بعد مرنے اپنے باپ کے اقوال آپ نے مطلب
 عبارات سابقہ کا نہیں سمجھا کیونکہ اگر عبارات سابقہ کے آپ مطلب پر ظفر یا ب
 موصوفے تو یہ کلمہ ہرگز نہ فرماتے کہ جیسے اپنے باپ سے نہیں سنا وہ علم
 ہے یا عبد الجبار اگر آپ سچے ہیں تو اس عبارت کو نقل کریں جس سے یہ مطلب
 معلوم ہوتا ہے فَإِنْ لَمْ يَنْفَعُوا وَكُنْ تَفَعَّلُوا فَإِنْ تَفَعَّلُوا تَأْتُوا لَكُمْ وَتَقْوُوا هَذَا النَّاسُ
 وَالْجَبَّارُ اب مطلب عبارات سابقہ کا جسے سنئے وہ یہ ہے کہ جمہور محدثین
 نے اتفاق کیا ہے کہ عبد الجبار و علم نے اپنے باپ سے نہیں سنا قولہ
 قُلْتُ لَكَ عَلَيَّ مِمَّا لَكُنَا لَمْ نَحْتَفِظْ اَنْ اَلَدْنِے لَمْ يَكُنْ مِمَّا اَمِيْلُهُ هُوَ كَلِمَةٌ
 اَوْ عِبْدًا اَلْجَبَّارُ يَكْفُرُ اِتِّفَاقًا عَلَيَّ اَنْ اَحَدُ هُمَا وَلَكِنْ يَكْفُرُ مَوْتِ اَمِيْرٍ
 يَحْسَنُ بِرَأْسِهِ جَانِغِيَا اس سے کہ جس نے نقل کیا ہے کہ تحقیق اس شخص نے کہ نہیں
 سنا اپنے باپ سے وہ علم ہے یا عبد الجبار بعد اتفاق انکے اسپر کہ ایک

نسخہ مولوی علی
 عبارات سابقہ کا

لَمْ يَنْتَفِعْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا بِمَنْعِي مِنْ كَلَامِ ابْنِ مَجْرٍ كَاتِبِ قُرْبِ بْنِ سِيَّانٍ كَرْتَابِ هِطْرِ
 خَبَرِ يَارِ اَوَّلِ كَيْ هَرَاثِ اَسْ تَخْفِضِ لَيْ كَرْبَيْنِ مَسَا اِنِ بِنِ بَابِ سِ بَرِ عُلُقِ هِ
 اَوْرِ مَخَالِفِ سِ نَصْلِ اَوْرِ سَكَا تَخْفِضِ مِ يَنْ اَمَا دِ يَثْ شِجْ رِ مِ يَثْ كَيْ جَوْرِ اَفْصِ كِي سِ
 نَامِ كِي كُنِي سَا تُوْ تَخْفِضِ لِحْجِرِ كَيْ اِسْ جِ يَثْ سِ كَيْ كَاهَا زَوْ كَنْ دُ كَرِ حَدِ يَثْ دَا اِلْ كَيْ مِ
 نِبِ صِلَعِ جِبِ سَجْدِ كَرْتِ رَكْعَتِ كُنْتِ اِنِ يِلِ اَقْوَمِ كَيْ اَزْ حَدِ يَثْ تَكْ تَحْقِ يَثْ
 اَعْبَدِ اِجْتَارِ نِ ضَمِ يَنْ مَسَا اِنِ بِنِ بَابِ سِ اِخْرِ يَثْ اَقْوَلِ اِنِ سِ كَيْ بَاتِ يَثْ كِ
 اَبِ اَوْنِ اَوْنِ سِ مَطْلَبِ پَرِ غُفْرِيَابِ يَنْ يَنْ مِ يَثْ اِنِ يَثْ پَرِ تَذْ كَرِ مِ يَنْ
 يَلْ كَيْ مِ يَنْ كَرِ مِ يَثْ اِسِ شَا كَرِ مِ يَنْ كَرِ نَا صِرْ وَ مَصْرُورِ كَيْ تَعْلِ يَمْ كَرِ يَنْ جَنَابِ مِ يَنْ يِلِ
 يَخْوَدُ كَيْ مِ يَثْ سِ عِلْمِ حَدِ يَثْ كَا حَا صِلْ كَرِ لِيَنْ دُ شَا اَوْرِ اَوْرِ اَوْرِ اَوْرِ اَوْرِ اَوْرِ اَوْرِ
 جَوَابِ مِ يَنْ تَذْ كَرِ وِ كِي نَكْ حَا وِ يَنْ يِ يِ تُوْ نَزْ اَوْرِ كَيْ قُرْبِ يَثْ كِي وِ كُوْ نِ سِ عِبَارِ تِ يَثْ
 جِسْ سِ سِيَّانِ حَا فِظْ كَا اَوْرِ كِي طَرَفِ مَعْلُومِ مَوْتَا يَثْ قُرْبِ يَثْ مِ يَنْ تُوْ خُوْ وِ مَوْجُوْ وِ
 كَرِ عِبْدِ اِجْتَارِ كَيْ رَوَا يَثْ اِنِ بِنِ بَابِ سِ مَرْسَلِ يَثْ قُرْبِ اَلْ تَهْذِ يَبِ مَطْبُوعِ مَطْبُوعِ
 نَارِ وِ قِي كَيْ صَفِ يَثْ اِ يَنْ مِ يَثْ عَسْبِدُ اَلْ جَبَارِ اَبْنِ وَا اِلْ بَرِ يَثْ يَثْ اَلْ مَقْصُودِ
 سَكُونِ اَلْ جَبْرِ نَفْعُ لِكَيْ سَفِ اَمْرِ سَلِ عَزْ اَبِ يَثْ اَلْ تَرْجِمِ عِبْدِ اِجْتَارِ يَثْ وَا اِلْ
 يِلِ جَمْرِ كَيْ سَا تُوْ ضَمِ مَهْدِ اَوْرِ سَكُونِ جِ يَمْ كَيْ نَفْعِ مِ يَنْ لِيَكِنْ اِنِ سِ اِرْسَالِ كِيَا يَثْ اِنِ
 بَابِ سِ يَنْ مِ يَثْ اَبْنِ جَمْرِ نِ تَهْذِ يَبِ اَلْ تَهْذِ يَبِ مِ يَنْ يَثْ اِسِ كُوْ مِ يَثْ فَرَا يِلِ يَثْ يِلِ
 بَعْدِ نَقْلِ كَرْنِ قَوْلِ اَبُو اَلْجَبَارِ مَرْيِ صَا حِبِ تَهْذِ يَبِ اَلْ كَمَالِ كَيْ نَزَا تِ مِ يَنْ قُلْتُ
 نَقْ اَبُو بَكْرٍ اَلْبَزْ اَمْرِ كَيْ اَنْ اَقْوَلُ كُنْتُ عِلْمًا مَلَا اَعْوَلُ صَلَاةِ اَنْ اَعْوَلُ فَلَ تَقِ
 مِ يَنْ يِلْ لَا اَعْوَلُ عِلْمًا اَجْبَارِ قَالِ اَلْ تَوَسُّدِ مِ يَثْ مَعْتِ مَعْتِ اَبُو بَكْرٍ اَلْبَزْ
 لَمْ يَنْتَفِعْ مِنْ شَيْءٍ وَلَا يَتَوَكَّلُ وَقَالَ اَبُو حَبَابٍ فِي اَلْ نَقَاتِ مِ يَنْ نَزْعِ اَمْرِ اَنَّهُ
 نَبِغِ اَبَا وِ يَفْعَلُ وِ مِ يَثْ اَبَا وِ مَاتِ وَا مَاتِ حَا وِ يِلْ وَقَالَ اَلْبَزْ اَمْرِ يِلْ لَا

يَعْلَمُ بِمَا عَمِلْتُمْ مِنْ أَمْرِهٖ فَاتَّخَذَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ نَّفْسِهِ قَالَ ابْنَ سَعْدٍ كَانَ فِئْتَةً اِنْشَاءً
اَللّٰهُ قَدِيرًا اَلْحَدِيثُ وَنَسَبُكُمْ مِّنْ سَفِيحَةٍ مَّا وَارِثَهُ عَنْ اَبِيهِ وَنَسَبُكُمْ مِّنْ اَبِيهِ
هَذَا اَكْبَالُ اَبُو حَازِمٍ وَابْنُ اَبِي حَازِمٍ لَقِيْنِي بِاَبِي حَازِمٍ وَنَسَبُكُمْ مِّنْ سَفِيحَةٍ
يَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ وَالْاَمْرُ قَطْعِي وَالْحَاكِمُ كَرِهَ لَكُمْ ابْنُ اَلْمَدَائِنِيِّ وَاحْكَوْكَ
ترجمہ میں نے کہا تصریح کے ابو بکر بزار نے اس پر تحقیق قائل اسکا کہ تھا
میں اسکا نہیں سمجھتا تھا نماز اپنے باپ کے کہ وہ حلقہ بیٹے والے کے ہیں نہ بیانی
اسکے عبد الجبار کہا ترمذی سے سنائیے صبر سے کہتے تھے نہیں سنا عبد الجبار نے
اپنے باپ سے اور نہ پایا اسکو اور کہا ابن حبان نے کتاب التباہات میں جس نے
گمان کیا کہ تحقیق اُسے سنائے اپنے باپ سے اسنے وہم کیا اسواسطے کہ تحقیق
باپ اسکا فوت ہوا اس حال میں کہ والدہ اسکی حاملہ تھی ساتھ اسکے کہا بخاری
نے نہیں صحیح ہے سماع اسکا اپنے باپ سے فوت ہوا باپ اسکا پہلے پیدا نہیں
اسکے کے اور کہا ابن سعد نے نقاشۃ النسا اللہ قلیل الحدیث اور کلام کرتے ہیں
محدثین اسکے روایت میں اپنے باپ سے اور کہتے ہیں نہیں ملاقات کیا اُسنے
اپنے باپ سے اور سننے میں اسکے کہا ابو حاتم اور ابن جریر طبرانی اور حرجی اور
یعقوب بیٹے سفیان اور یعقوب بیٹے شیبہ اور واقطنی اور حاکم نے اور پہلے
انکے ابن مدینہ اور دوسروں نے اُنکے متولوی صاحب نے عبارت تہذیب
میں عجیب سرقہ بازی کو کلام فرمایا ہے پہلے تو قلت کے لفظ کو حذف فرمایا اور
(قَبْلُ اَنْ يُوَلِّدَ) کے بعد کی عبارت کو اڑایا جناب مولوی صاحب ایسی دہوکا دی
اچھی نہیں تحریر آپ انصاف فرمادیں کہ عبارت تہذیب و تقریب سے میلان حافظ
اسکا کس طرف معلوم ہوتا ہے اگر آپ نفسانیت کو راہ دیوینگے تو اور نہ نصف ضرور سے
معلوم کر جائیگے کہ ان دونوں کتاب کی عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اصل

حواظ کا اسے جانب ہے کہ عبد الجبار نے جسے اپنے باپ سے نہیں سنا تقریب کے
 عبارت سے تو ظاہر ہے اور عبارت تہذیب سے بھی ظاہر ہے اور وجہ ظہور
 کے یہ ہے کہ پہلے حافظ نے مؤلف تہذیب الکمال کا قول جس سے میلان مملع
 عبد الجبار کا معلوم ہوتا تھا نقل کیا بعد اسکے قلت سے آخر تک اسکے رد میں
 محققین کے اقوال نقل کئے اور اپنی سکوت کیا اور معترض کے نزدیک کے
 امر کا نقل کر کے اس پر سکوت کرنا اس امر پر دلیل ہے کہ قاتل اسکا بھی قاتل اسکا
 ہے فقط جب عبارت تقریب سے حافظ ابن حجر کا میلان طرف اول کے نہ ثابت
 ہوا تو تنالغ تہذیب کا یہ جسکو معترض نے سمجھا ہے باطل ہو اتیر یہ امر بھی ظاہر
 ہوا کہ تہذیب کی عبارت کو تقریب کے مخالف بنانا معترض کے عدم فہم کے دلیل
 کافی ہے باقی یہ بات کہ حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام میں حدیث واثل بن حجر کو
 جو در باب سلام کے ہے صحیح کہا ہے حالانکہ اس میں علقمہ سے سو جواب اسکا یہ
 ہے کہ ہمارے نزدیک یہ کسی نسخ کی غلطی ہے اور وجہ غلطی کی یہ ہے کہ حافظ
 ابن حجر نے اور اپنے کسی تصنیف میں اس حدیث پر حکم صحت کا نہیں کیا یا ہو سکتا
 ہے کہ حافظ کو علقمہ کا خیال یہ ہو یا کسی دوسری سند پر اعتماد کر کے اسکو صحیح کہا ہو
 قَوْلُهُ كُفِّمْ بِكَالِكَ اِنَّكَ اَخْبَانْتُمْ مِمَّا عَدُوُّكُمْ مَا حَكَمَ بِمَا حَكَمَ يَعْنِي اِنْ جَانَا لِيَا
 اس سے ہر ائمہ اس نے اختیار کیا ہے سماع اسی علقمہ کو اس سے در نہ ابسا کیوں
 حکم کرتے جو ادعویٰ میں نے حکم کیا ہے اقول جواب اس حکم کا گذرا جانا چاہیے
 کہ اسناد الرجال میں تقریب حافظ کے آخر کتاب میں ہے اگر سماع علقمہ کا ان کے
 نزدیک صحیح ہوتا تو بیشک اس میں تحریر کرتے جب اس میں ادھون نے تحریر نہیں
 کیا تو معلوم ہوا کہ مختار اسکا عدم سماع سے نہ سماع قَوْلُهُ وَالَّذِي اَخْبَانْتُمْ مِمَّا عَدُوُّكُمْ
 وَالْبُخَارِيُّ لَمْ يَكُنْ اَخْبَانْتُمْ مِمَّا عَدُوُّكُمْ قَوْلُهُ فَرَدَّ ابْنُ عَسَاكِرَ لَبَّرَ اَلَمْ تَعَارَفْتُمْ

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ النَّبِيَّ كُنِيَ مَعَ هُوَ عَبْدُ الْجَبَّارِ وَكَانَ عَلَقْمَةُ يَسْمَعُ مِنْ أَبِيهِ لَيْسَ
 وَهَكَذَا تَسْمِيَارُ كَمَا هِيَ اسْكُوتَرْمَذِيٍّ وَبِخَارِيٍّ نَسَبًا كَمَا نَقَلَ كَمَا هِيَ اسْسُ
 كِتَابُ حُرُوفِ بَنِي الْأَثِيرِ وَابْنِ عَبْدِ الْقَدِيرِ وَبِخَارِيٍّ وَغَيْرُهُ نَسَبًا
 وَهَذَا شَخْصٌ كَرِهْنِي سَنَاءُ أَبِيهِ بَابُ سَ وَهَذَا عَبْدُ الْجَبَّارِ هُوَ وَهُوَ تَحْقِيقُ عِلْقَةِ نَسَبِهِ
 أَبِيهِ بَابُ سَ اِقُولُ رَكَاتِ الْفَاطِمَةِ كَالْأَهْلِ عَرَبِيَّةً بِرُفُوشِيدِهِ بَنِي رَعَى
 أَنَّ الْأَثِيرِيَّ كَمَا جَوَّبَ مَحَاوِرُهُ هُوَ بَنِي عِلْقَةِ الْفَاطِمَةِ كَاخِيَالِ بَنِي كَمَا وَرَدَ كَوْنِي
 عِبَارَتِ مَوَاقِفِ مَحَاوِرِهِ أَهْلِ عَرَبٍ كَالْبَنِي قَحِيرَةٍ تَوْفَرَاكِيَّةً بِبَاتٍ تَوْفَرَاكِيَّةً هُوَ كَ
 تَرْمَذِيٍّ وَبِخَارِيٍّ وَغَيْرُهُ كَمَا يَخْتَارُ هُوَ كَعَبْدِ الْجَبَّارِ نَسَبًا أَبِيهِ بَابُ سَ بَنِي سَنَاءُ
 تَرْمَذِيٍّ كَالْمُزَوْدِيٍّ هُوَ كَعِلْقَةِ نَسَبِهِ بَابُ سَ سَنَاءُ بَاقِي مَخَارِجِ بَخَارِيٍّ
 وَغَيْرُهُ كَالسَّمَاعِ عِلْقَةِ كَمَا يَكُونُ عِبَارَتِ سَ ثَابِتٌ هُوَ فَدَاهِيَانُ عَظِيمٌ ذَا بَنٍ عَبْدِ الْقَدِيرِ
 ابْنُ الْأَثِيرِ كَالْبَنِي تَصَرُّحَ كِي هُوَ كَعِلْقَةِ نَسَبِهِ أَبِيهِ بَابُ سَ سَنَاءُ وَبِخَارِيٍّ
 وَغَيْرُهُ نَسَبًا اسْكُوتَرْمَذِيٍّ هُوَ فَقَطَايَةُ تَوْفَرَاكِيَّةً هُوَ كَرُفَاكِيَّةً هُوَ أَبِيهِ بَابُ سَ
 وَبِخَارِيٍّ لَفْظًا وَنَهْوً نَسَبًا عَبْدُ الْجَبَّارِ كَالْبَنِي مَعْنَى كِي هُوَ كَعِلْقَةِ نَسَبِهِ
 أَهْلِ بَخَارِيٍّ هُوَ كَعِلْقَةِ نَسَبِهِ بَنِي تَوْفَرَاكِيَّةً كَالسَّمَاعِ هُوَ كَعِلْقَةِ نَسَبِهِ بَنِي تَوْفَرَاكِيَّةً
 لَفْظًا نَسَبًا بِبَنِي كِي كَالْبَنِي لَفْظًا مَحْتَمَلٌ وَوَقُونَ كَوْنُهُ مَحْتَمَلٌ هُوَ كَرُفَاكِيَّةً
 سَ هُوَ كَالْبَنِي كَالْبَنِي كَالْبَنِي كَالْبَنِي كَالْبَنِي كَالْبَنِي كَالْبَنِي كَالْبَنِي كَالْبَنِي
 تَصَرُّحَ سَمَاعِ عِلْقَةِ كِي بَنِي فَرَاكِيَّةً فَقَطَايَةُ أَبِيهِ أَجْهَادُ سَ كَالْبَنِي كَالْبَنِي
 عِبَارَتِ سَ اسْتِنْبَاطُ كَرْتِ بَنِي بَاقِي هُوَ أَمَامُ بَخَارِيٍّ وَتَرْمَذِيٍّ وَبِخَارِيٍّ
 تَوْجِبَابُ كَالْبَنِي بَخَارِيٍّ تَوْفَرَاكِيَّةً كَالْبَنِي كَالْبَنِي كَالْبَنِي كَالْبَنِي كَالْبَنِي
 مَعْنَى انْ نَسَبًا كَمَا هِيَ بَنِي تَرْمَذِيٍّ بِبَنِي سَمَاعِ عِلْقَةِ كَالْبَنِي تَوْفَرَاكِيَّةً
 اَوْسُ كَالْبَنِي هُوَ كَالْبَنِي تَرْمَذِيٍّ كِي هُوَ تَحْقِيقُ تَحْقِيقُ جَبَابُ اسْمُهُ أَمَامُ بَخَارِيٍّ

اس امر کو دریافت کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا اس لئے
 عمل گیر بین امام بخاری سے عدم سماع کو نقل کر کے اس پر سکوت کیا اور کسی امر کو نقل
 کر کے سکوت کرنا آپ کے نزدیک بھی اسکو تسلیم کرنا ہے کیا صریحاً ہی ہے غیر
 مَا ضَعُفَ عَنْهُ قَوْلُهُ وَتَشْهَدُ لَهُ كَوَايَاتُ سَنَنِ النَّسَائِيِّ الَّتِي سَرَدَهَا الْمُسْلِمَةُ
 عَلَى لَفْظِ الْحَدِيثِ وَتُجَابِرُ فِي مَا بَيْنَ عِلْقَمَةَ وَابْنِهِ وَهَذَا أَصْحَابُ فِي إِسْمَاعِيلَ
 یعنی شاید میں اسی سماع کی روایتیں سنن نسائی کی کہ وہ بیان کیا ہے ہم نے
 انکو جو مثل میں لفظ حدیث اور اخیراً پر درمیان علقمہ اور اسکے باپ کے اور وہ
 نص میں سماع میں اقول یہ تو قسم لئے لفظ اخبار کا کس روایت میں ہے جو
 روایتیں آپ نے نقل کیں ان میں تو لفظ تحدیث کا ہے نہ اخبار کا لفظ اخبار کا
 دیا وہ کرنا محض وہو کہ وہی ہے یا دلیل سورعافہ کی رہا لفظ تحدیث کا سماع میں
 نص نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ حدیث علقمہ نے اپنے باپ سے واسطہ سے کی ہو
 اور بھی مذہب غلیب و بعض محدثین کا ہے سیوطی تدریب الراوی میں
 فرماتے ہیں قَالَ الْخَطِيبُ إِنَّ أَحَدَهُمَا أَيْ الْوَحِيدَ وَفِي ذَلِكَ سَوَفْتُ ثُمَّ حَدَّثَنَا أَبُو
 حَكِيمٍ قَوْلَهُ لَا يَكُنْ أَحَدًا يَقُولُ سَوَفْتُ فِيهِ (بخاری) وَالثَّانِيَةَ وَلَا فِيهِ
 مَا لَيْسَ مَالِكٍ بِهِ مَعْنِيهِ فِي حَدِّثْنَا فَإِنَّ بَعْضَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَانُوا يَسْتَعِينُونَ فِيهِ
 الْوَحِيدَ وَفِيهِ عَيْنُ الْحَسَنِ إِنَّهُ قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو حَكِيمٍ فِيهِ وَفِيهِ يَمْنَعُ وَفِيهِ
 إِلَهُمَا قَالَ وَقَالَ أَبُو حَكِيمٍ لَيْسَ حَدِّثْنَا بِمَقْصُودٍ فِيهِ أَيْ مَا يَكُنْ مَسْمُوعًا
 فِي حَدِّثْنَا صَحِيحٌ مُسْلِمٌ فِي حَدِيثِ اللَّهِ يَسْتَعِينُ اللَّهُ جَالٌ يَقُولُ أَنْتَ
 اللَّهُ جَالٌ اللَّهُ يَسْتَعِينُ حَدِّثْنَا بِمَقْصُودٍ اللَّهُ صَلَاحٌ وَمَعْلُومٌ أَنْتَ ذَلِكَ الْكَرْجُلُ
 يَتَأَخَّرُ عَنِ الْيَقِينِ بِمَقْصُودٍ مَرَجِبٌ كَمَا خَطِيبٌ نَصَحْتِ اسْمُ اسْمِ اسْمِ
 مبارکون کا اس میں (سمت) ہے پھر (حدیث) یا (حدیثی) پس ہر ایک نہیں توجہ

طے ہوا ہے
 خطیب کا
 جو حدیث
 میں نہیں
 ہے

کہ کوئی کہ سمعت اجازۃ اور مکاتبت میں اور تدلیس میں اسکی جب تک اس کو
 نہیں سنا ہے بخلاف لفظ حدیثا کے پس تحقیق بعض اہل علم تھے استعمال کرتے اسکو
 اجازۃ میں اور روایت کی گئی ہے جن سے ہر ائمہ اسنے کہا حدیث کیا ہکو ابوہریرہ
 نے حالانکہ نہیں سنا ہے جن نے ابوہریرہ سے یہاں تک کہا اور کہا ابن قطان
 نے نہیں ہے لفظ حدیثا کا تصریح اس میں کہ اسکے قائل نے حدیث کو سنا ہے
 بسبب اس حدیث کے جو صحیح مسلم میں ہے حق میں اس شخص کے جس کو دجال قتل
 کرنے گا پس کہے گا وہ تو وہی دجال ہے کہ ہکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اس سے حدیث کیا تھا اور ہر ائمہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ رجل موخر ہے زائد حضرت
 مسلم سے فقط اس عبارت تدریب سے معلوم ہوا کہ لفظ حدیثا کا اس بارے میں
 نص نہیں ہے کہ اسکے قائل نے سنا ہے ہے پس ہو سکتا ہے کہ علقمہ نے سنا ہے
 واسطہ سے سنا ہو اور لفظ حدیثا کا استعمال کر دیا ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ کسی
 راوی نے وہم سے حدیثا کہ دیا ہو جیسے وہم سے كُنْتُ غَلَا مَلَا اَحَقِلْ صَلَاةً
 ابیہ کا قائل عبد الجبار کو نہیں دیا ہے چنانچہ اسکی وہم کا خود حضرت معمر نے بھی
 اقرار کیا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سنن نسائی کے روایات معمر کے کچھ
 مفید مدعا کے نہیں ہیں فقط واللہ اعلم بالحقواب قولہ وَیُؤْمِدُ بِاَصْنَعِ الْخَافِظِ
 قاسم ابن قطلوبغا نے خرینج احادیث الخ خیار شرح المختار حیث نقل
 فیہ حدیثاً فیہ علقمہ عن ابیہ وہو حدیث مصنف ابن ابی شیبہ
 حدیثاً فیہ عن ابیہ عن علقمہ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال
 رَأَيْتُ الْكَلْبَیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمَیْنَهُ عَلَیْ شِمَالِہِمْ اَلْصَّلَاةُ تَحْتَ
 الْاُكُودِ وَقَالَ هَذَا اسْمُ الْجَنَّةِ یعنی اُنید کرتا ہے اسکے فعل
 حافظ قاسم بیہ قطلوبغا کے خرینج میں احادیث اختصار شرح مختار کے اس جہت

کہ نقل کیا ہے اس میں ایک حدیث کہ جو اس میں تراوی علقمہ ہے اپنے باپ سے
 اور وہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کی ہے حدیث کی حکم و کعب نے مویشی بیٹے
 حمیر سے وہ روایت کرتے ہیں علقمہ بیٹے وائل بیٹے خیر سے وہ اپنے باپ سے
 کہا وائل نے دیکھا میں نے صلعم کو رکھا و اس سے ہاتھ اپنے کو بائیں ہاتھ پر نماز
 نیچے ناف کے اور کہا قاسم نے یہ سبند چپ ہے آخر تک اقول پہلے یہ تو زمانے
 قاسم بیٹے قطلوبغا کو حافظ کس کس نے لکھا ہے اس حدیث کو جید الاسناد بتانا چاہے قاسم
 بن قطلوبغا کی سبکی دلیل کافی ہے اسی حدیث کو آپ نے ترجیح و قاپ کے مشابہ
 میں بھی نقل کر کے فخر کیا ہے کہ زیر ناف کے دلیل یہ معتد بہت میں کہا ہوں اس
 حدیث کو بغیر تحقیق کے نقل کرنا آفت تقلید کی ہے حضرت اصل روایت مصنف ابن
 ابی شیبہ میں فقط و قطع پر ہے لکھا کہ تھے ائصالہ تک ہے سخت السرد کا لفظ کسی
 نسخ کے سب سے لکھا گیا فخر الزاہاوی فرماتے ہیں کہ میں نے اصل نسخہ مصنف کا جو دولت
 کے ہاتھ کا ہی دیکھا تو اس میں یہ لفظ نہ پایا اور بھی محققین نے لکھا ہے کہ پڑانے کے
 نسخہ میں یہ لفظ نہیں ہے اور بھی بات حق ہے معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ روایت
 مصنف میں ساتھ ان الفاظ کے ہوتی تو مخرجین متقدمین متقدم ضرور اسکو معرزل استدلال
 میں ذکر کرتے یہ طحاوی ہے صاحب الزاہرین امام کے تائید کے لئے موضوع احادیث
 تک کو ذکر کرتا ہے اور اس سے حدیث جید الاسناد کو ترک کیا کیا مصنف کا نسخہ طحاوی
 نے نہیں دیکھا تھا یا اس وقت پر وہ زمین سے معدوم ہو گیا تھا یا تبس و خیر و اس
 تعصب کے اس حدیث کو ذکر نہیں کرنا باوجودیکہ بیسوں جگہ اس نے اس مصنف سے
 استدلال کیا ہے اگر یہ ایسے جدید حدیث مصنف میں ہوتی تو پہلا یہ کہتے اس کو
 ترک کرتا یا ابن الہمام باوجود اس جہال و تعصب کے جسکا شہرہ ہر کبیر و صغیر کے
 نزدیک ہے اور خود سیرت میں نے بھی اسکا تعصب چھوٹا تسلیم کر لیا ہے اس حدیث کا

کہیں ذکر تک نہیں بجاتا باوجودیکہ مدد جگہ مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کرتا ہے
یہ حافظ زبیلی کہ مخرجین ہایہ میں شہرہ آفاق ہے اور دونوں جانب کے دلائل
بتماہ نقل کر کے اس پر جرح قبح انصاف سے نقل کر دیتا ہے وہ بھی اس حدیث کا
کہیں ذکر تک نہیں کرتا ایسے بے باطنی قاری وغیرہ مخرجین حنفیہ کے کہیں اس حدیث کا
پتہ نشان نہیں بتاتے اور یہ امام بیہقی و قزوینی و حافظ ابن حجر و ابن جوزی جنہوں
نے نقل اول طرفین میں کوئی دقیقہ تک نہیں چھوڑا اور ابن جوزی نے تو کتاب
التحقیق خاص حنفیہ کے اول کے جواب کے لئے لکھی ہے ایسے ہی بیہقی نے کتاب
المعرفہ میں خاص غلو کی کے معانی الاثار کے و جہان اٹرائی ہیں کہیں بھی تو یہ لوگ
اس حدیث کا ذکر تک نہیں لکھتے یہ غرض کہ کسی مقدم و مؤخر نے سوائے قاسم یا
اس زمانے کے بعض کث ملوں کے اس حدیث کا ذکر تک نہیں کیا اس سے صاف
ظاہر ہے کہ یہ لفظ بعض نسخوں میں کسی کا تباہی ملا دیا ہے کیونکہ اگر یہ لفظ تحت السرا
صحیح ہوتا تو ضرور کوئی نہ کوئی مخرج اسکی تصریح کرتا نیز ایک دلیل اس لفظ کے سہو
ناخ ہونے پر یہ بھی ہے کہ یہ حدیث اور کتب میں اسی اسناد سے مذکور ہے کثین
یہ لفظ نہیں ہے اگر یہ لفظ اصل حدیث کا ہوتا تو اور محدثین بھی بٹیک اپنے اپنے
کتب میں اس لفظ کو ذکر کرتے امام دارقطنی اپنے سنن میں فرماتے ہیں حدَّثَنَا
أَبُو كَيْسٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَهَشَامُ بْنُ جَعْفَرٍ أَنَّ هَؤُلَاءِ ثَلَاثَةٌ سَمِعُوا مِنْ مُوسَى
بْنِ كَيْسٍ ثَنَا مُوسَى بْنُ كَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُلْفَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ
قَالِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ خُفِيَ عَلَيْهِ سَمَاءُ فِي الصَّلَاةِ
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَكْبَسٍ يَأُوْا أَحْمَدُ بْنُ الْحَنْظَلِ قَالَ كُنَّا أَهْلًا
بِابْنِ مُشَيْبٍ ثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ مَوْصِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ
بْنِ سَلِيمٍ ثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ

قَائِمًا فِي الصَّلَاةِ قَبْلَ مَمْنَنَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاصِلُ تَرْجُمِهِ اِنْ دُونِ
 رَوَايَتُونِ كَايَ هِي كَرُوَيْتِ هِي عَلِيٍّ سِي اُو رَوَايَتِ كَرْتِي مِي اِيْنِي بَابِ سِي
 كِهَا وَيَكِيَا مِي نِي بِي صَلَمِ كُرْكِي هُوِي دَا مِي مَقْدَرِ كُرَا مِي اَمِنْ اَمَدِ پَر نَمَازِ مِي اِنْتِي
 اَوَر اِنْ دُونِ رَوَايَتُونِ مِي كِهِي سَحْتِ اَكْثَرِ كِهَا لَفْظِ هِنِي هِي حَالَا اَكْرَانِ دُونِ
 رَوَايَتُونِ مِي وَهِي رَوَايَتِ مِي اِنْ جَوِصَفِ مِي هِي اَكْرَمَتِ السُّرُو كِهَا لَفْظِ حَدِيثِ مِي
 هُوَا تَوْضُورِ اَوُر لَوُكِ هِي اِنْ رَوَايَتُونِ سِي اِسْ لَفْظِ كَوْنَقْلِ كَرْتِي بِيكِ حَمِ لَيْسِي
 كَرْتِي مِي كِهِي لَفْظِ سُبُو نَا سِي سِي كِهَا گِيَا هِي كَمَا صَرَّحَ بِهِ اَلْمُتَّفِقُونَ پُورِي تَحْقِيقِ
 اِسْ حَدِيثِ كِي اِنْ شَارَهْتِ قَا سَتَقِلِ رَسَا لِي مِي كِي جَاوِي كِي قَا سَتَقِرْ بَرِضِ
 سَالِ اَكْرِي رَوَايَتِ مَالِي هِي جَاوِي تَوِي سَتَقِلِ هُوِي كِي كِي كِهَا عَلِيٍّ كُرَا اِيْنِي بَابِ سِي
 سَامِ هِنِي هِي جِيَا كَرْتِي ثَابِتِ كِيَا قَا حِفْظِ هَلَا اَلْمُتَّفِقُونَ كَعَالَمِ كِهَا تَحْقِيقِ
 كَتِيرِي قَوْلِ قَائِمًا ثَلَاثُ ذِكْرِي فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ حَدِيثِ وَابِلِ اَيْتِهْ هَلَا
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَمِ نَدَا اَنْ يَكُنْ غَيْرِ الْمُتَّقَوْبِ هَلَا كَرْتِي وَكَا اَلْمُتَّقَا اِيْنِي قَالِ مِي
 دَا خَلْفِي رِيَا صَوْلَتِ اَلْمُرُوِي هِي جَامِعِ اَلْمُرُوِي هِي وَفَسَدِ اِيْلِي يَفِي وَ
 مُنْجِمِ اِيْلِي رَا نِي وَفَسَدِ اِيْلِي اَلْحَاكِمِ وَفَسَدِ اِيْلِي اَلْمُتَّقَا اِيْلِي وَفَسَدِ اِيْلِي
 وَغَيْرِ هَا مِي طَرِيقِ شُعْبَةِ عَنْ سَلَمَةَ بِنِ كَهْمَلِ عَنْ مَجْرَا اِيْلِي اَلْمُنْسِ حُنْ
 عَلَمِ كَرْتِي مِي اِيْلِي وَفَا لِي كُرَا اُو كُرَا اُو كُرَا اُو كُرَا اُو كُرَا اُو كُرَا اُو كُرَا اُو كُرَا
 اِيْلِي اَخْرَجَا مَالِ ثَلَاثُ كَلَا وَفَا اِيْلِي اَلْمُتَّقَا اِيْلِي اَلْمُتَّقَا اِيْلِي اَلْمُتَّقَا اِيْلِي
 يَقُولُ اِنْ تَمِ مِي سِي اِنْ اَكْرَمِي كِهَا كُرَا كِي كِي هِي فَتْحِ الْقَدِيرِ مِي حَدِيثِ وَابِلِ
 كِي كِهَا اِنْتِي اِنْتِي مَابِ اِسَا هِي رَسُولِ اِسْمِ صَلَمِ كِي اِيْلِي جِيَا پُوِي خِي اِيْلِي
 اَلْمُتَّقَوْبِ هَلَا كَرْتِي وَكَا اَلْمُتَّقَا اِيْلِي اَلْمُتَّقَا اِيْلِي اَلْمُتَّقَا اِيْلِي اَلْمُتَّقَا اِيْلِي
 اَوَر اِيْنِي جَوِ رَوَايَتِ كِي كِي هِي جَامِعِ تَرْمِذِي اَوُر سَنَدِ اِيْلِي اِيْلِي اَوُر جَمِ طَرِيقِ

اور سترک حاکم اور منہن دار قطنی اور سند احمد وغیرہ میں طریق شعبہ سے وہ روایت کرتے ہیں مسئلہ کیل سے وہ حجر باپ عنہ سے وہ علمقہ بیٹے وائل سے وہ باپ اپنے سے اور کہا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور ترمذی نے اور سوان و نوون نے یہاں تک کہ کہنا ہوں میں کہ ہرگز نہیں ہر ائمہ ابن الہمام نے اشارہ کیا ہے طرف ضعف اس علت کے ساتھ قول اپنے (ان تم) کے **اقول** ان تم سے ضعف اس علت کا سمجھنا آپ کے فہم کے غریب ہے کیا نہیں جانتے کہ علت کا لفظ مرث ہے اور تم حیفہ ذکر کا ہے تم کی ضمیر کیسے علت کے جانب راجع ہوگی اگر یہ علت ضعیف ہوتی تو یوں فرماتے کہ یہ علت ضعیف ہے جب شیخ ابن الہمام نے عدم سماع علت کا نقل کیا اور پھر اس پر سکوت کیا تو بیشک ان کے نزدیک بھی عدم سماع راجع معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ سماع کو راجع جانتے تو ضرور اسکی تردید کرتے مگر ہوا نیز معترض کے نزدیک بھی ایک امر کو نقل کر کے اس پر سکوت کرنا دلیل رضا کی ہے لہذا شیخ ابن الہمام کا عدم سماع کو راجع کہنا ہی ٹھیک ہے گا جب حضرت استاد کے نزدیک عدم سماع علت پر راجع ہے تو شاگرد قاسم قطلوبغا کی کون سنتا ہے آگے جو آپ نے عبارت ترمذی کی نقل کی ہے جواب اس کا گذرا فتنہ کر قولہ **وَيُؤَيِّدُكَ** **أَيْضًا مَا دَكَرَ ابْنُ حَبَّانَ وَمَا تَعْلَمُكَ يُوَدُّ دَاوُدَ وَكَفَى ابْنُ مُعِينٍ أَنَّ الْكَلْبَ يَبْكُ** **بَعْدَ مَوْتِ أَبِيهِ هُوَ عَبْدُ الْجَبَّارِ وَمَا حَكَمَ بِهِ التَّوْمَنُ يَجِيءُ أَنَّ عِلْمَهُ الْكَبِيرُ** **مِنْهُ الْخَمِيعُ** تا یہ کہتا ہے یہی کہ وہ ذکر کیا اسکو ابن حبان نے اور وہ کہ نقل کیا اسکو ابو داؤد نے ابن معین سے کہ ہر ائمہ وہ کہ پیدا ہوا بعد موت اپنے باپ کے وہ عبد الجبار ہے اور وہ چیز کہ حکم کیا ساتھ اسکے ترمذی نے متقیق علمقہ بڑا ہے اس سے آخر تک **اقول** عبد الجبار کا بعد موت اپنے باپ کے پیدا ہونا اور علت کا بڑا ہونا سمجھنا آپ کے مطلب کے موافق نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ

علیہ السلام ایک برس یا دو برس کا ہو وقت انتقال اپنے باپ کے اور عبد الجبار
 حمل میں ہو تو اس صورت میں علقمہ عبد الجبار سے بڑا ہی ہوا اور عبد الجبار کا
 پیدا ہونا بھی بعد موت اپنے باپ کے ہوا اور علقمہ کا عدم سماع بھی کیونکہ ایک
 دو برس کا لڑکا بے تیز ہوتا ہے اور ایک احتمال یہ بھی کہ علقمہ و عبد الجبار دونوں
 علاقہ تھے یا بیٹے ہوں اور وقت انتقال اپنے باپ کے دونوں حمل میں ہوں اور
 علقمہ کا حمل کچھ پہلے ہو عبد الجبار کے حمل سے تو اس صورت میں بھی تمام احوال
 میں موافقت ہو جائیگی مگر لا یخفے علیہ الخلیف باتے رہی روایت ابو داؤد
 کی مگر علقمہ کا انتقال صکوۃ اپنے بیک کسی راوی کا وہم ہے جیسا کہ روایت
 بزار سے معلوم ہوتا ہے اَلْمَدِیْنَةُ کَالْمَدِیْنَةِ الْجَارِئَةِ مِنْ جَوْشَمِیْنِ فَتَمْرُضُ
 فِي نَقْلِ كَيْفَا تَهْتَمُّ شَوْرًا هُوَ كَيْفَا تَهْتَمُّ بِهٖ يَوْمَ حَضَرَتْ مَعْرُضُ فِي لُكَا هَیْ
 عبد الجبار سے علقمہ بڑے ہیں میرا ہی اعتراض بنایا ہوا ہے مولوی صاحب نے
 تدلیس کر کے نام میرا نہیں لیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مجھ کو ایک دفعہ اتفاق
 ہوا کہ نون میں جانے کا ہوا وہاں مولوی ابراہیم صاحب آردی بھی موجود تھے
 وہ غصہ نے فرمایا کہ چلو مولوی عبد الحمی کی ملاقات کریں میں ان کی حمراہ
 مولوی صاحب کی ملاقات کو گیا اُنہا گفتگو میں میں نے پوچھا کہ علقمہ کے بارے میں
 آپ کی کیا تحقیق ہے آیا اس نے اپنے باپ سے سنا ہے یا نہیں مولوی صاحب
 نے شیخ ابن الہمام کا قول نقل کیا کہ علقمہ اپنے باپ کے چھ ماہ مرنے کے بعد پیدا
 ہوا ہے میں نے کہا کہ جب علقمہ باپ کے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا تو عبد الجبار جو
 اس سے چھ ماہ ہے وہ کہاں سے آگیا پھر تو مولوی صاحب حیران ہو کر بغلیں
 جھانکنے لگے کہیں تہذیب نکالتے تھے کہیں دو سو سالہ مرض کریم سب باتیں
 حضرت معمر بن کوٹینے ہی سوچا ہی ہیں ایسے ہی سند احمد کے روایت جس کا

مولوی صاحب نے نوادر مشیہ شرح وقایہ میں ویسے میری ہی بتائی ہوئی ہے جو
روایت میں مولوی صاحب کو مع مسند کے دی تھی اب مولوی صاحب نے تالیس
کر کے میرا نام نہیں لیا مولوی صاحب حلف تو کھاوین کہ قبل میرے بتانے کے اس
روایت کو کہیں دیکھا تھا یہ تو حضرت کا حال ہے اب بعون اللہ پھر رد نقرۃ المجتہدین
کی طرف متوجہ ہوتا ہوں عبارت ترمذی کی حد باب علقہ کے جس کو معترض نے
نقل کیا تھا جو اب اوس کا رد میں اقوال لقول الجازم کے گنڈا قال صاحب الظفر
دوم شعبہ کی روایت مذکور کے مخالف شعبہ ہے سے آمین پکار کر کہنا حضرت م کا
ثابت ہو چکا ہے چنانچہ فتح القاری میں ہے وَكَذَلِكَ الدُّنْيَا مُزْجَةٌ وَغَيْرُهَا مِنْهَا
سُفْيَانُ بِأَنَّهُ أَحْفَظُ وَقَدْ رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي أَحَدِ يَتْرَافِهَا فَعَاظُونَهُ
قال المعترض یہ کچھ مضرب نہیں کیونکہ بائز ہے کہ آنحضرت صلعم سے دونوں امیرنی
آہستہ کہنا اور پکار کے کہنا ثابت ہونے اور شعبہ دونوں روایت کے راوی
ہونے اقوال جناب اگر آپ اصول حدیث کا مطالعہ فرماتے تو آپ کو معلوم ہوتا
کہ یہ امر مضرب یا نہیں یہ تو فرماتے مضرب کس کہہتے ہیں آپ نے اردو کی
عبارت کا مطلب بھی نہ سمجھا غرض صاحب ظفر کی یہ ہے کہ روایت شعبہ میں مضرب اب
ہے اور روایت مضرب یہ قسم ضعیف سے ہے گا لا یُخْفَ عَلَی الْمَاهِرِ جاب روایت
شعبہ کی ضعیف مضرب ٹھہری تو درجہ استدلال سے ماقط ہوئی اور عمل حدیث
سفیان پر قائم ہوا قال صاحب الظفر سوم شعبہ کی حدیث سے یہ برگزشتہ ثابت نہیں ہوتا
کہ آنحضرت صلعم نے پکار کر آمین نہیں کہی ہے خفیہ اپنے دل میں کہی ہے کیونکہ
اس میں خود شعبہ کہتا ہے کہ نے صلعم نے پکارا غیر المنصوب علیہم وَلَا الضَّالِّینَ
یہ کہ آمین اور پست کیا تاکہ آواز اپنے کو اس سے صاف نہ نکلتا ہے کہ حضرت
نے بہت زور سے پکار کر آمین نہیں کہی ورمیاد آواز سے کہی ہے اور اسی کا

قول ہوا ہے تیخ ابن الہمام حنفی بھی چنانچہ فتح القدیر میں لکھا ہے الخ قال المعترض
 یہ تہارادعوئے بے دلیل ہے کون سنیگا جو سنے گا وہ بھی کہے گا اقول رسول
 صاحب غفرلہ بادلیل ہے اگر آپ سمجھیں تو صاحب غفرکا کیا قصور دلیل تو صاحب
 غفرنے بکھڑی کہ آنحضرت مسلم اگر امین آہستہ کہتے تو رادوی کیسے معلوم کرتا کہ
 ان حضرت مسلم نے امین زور سے کہی یا آہستہ بحث اسکی گذری قولہ پر ظاہر ہے
 کہ خفض معنی آہستہ کہنے کے کتب لغت میں مسطور ہے اور محاورات عرب میں متعل
 و مشہور ہے پس یہ دعویٰ کہ اس حدیث سے تحقیق کہنا ہرگز نہیں ثابت ہے قابل
 اعتبار کے نہیں ہے اقول آپ کی لغت دانی ہیکو خوب معلوم ہے یہ تو ارشاد ہو
 کہ خفض کے معنی آہستہ کہنا کس کتاب لغت میں مسطور ہے اسکے بارے میں
 کسی کتاب لغت کی عبارت نقل کریں جناب من خفض کے معنی پست آواز کے ہیں
 جو منافی جبر کے نہیں ہے نہ آہستہ کہنے کے قرآن و حدیث کو ٹٹول لیوین خفض
 جَنَاحَكَ لَتُؤْمِنَنَ اور احادیث باب اذان کی اور نماز تہجد کے بارے میں
 جو حضرت مسلم نے عمر کو فرمایا تھا ملاحظہ کریں مجمع میں ہے هُوَ ضَعْفُ الْكَفِّج صاحب مجمع
 نے خفض کو ضد رفع کا قرار دیا ہے ضد جبر کا اسی اسطے حنفی کو ضد جبر کا لکھا ہے فقط
 فَلْيَكُنْ هَذَا اَخْرَجَ الْكَلَامَ فِي بَحْثِ التَّائِيْنِ وَالتَّائِيْنِ هَكَذَا ثُمَّ وَصَلَ
 التَّائِيْنِ كُنْ فِي بَحْثِ التَّائِيْنِ وَالتَّائِيْنِ هَكَذَا قَالَ صَاحِبُ لَطْفِ الْمُسْتَوْصَمِ
 اور ایک مثلاً امام اعظم کا مخالف قرآن اور حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ میں
 لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے عورات ابدی مثل مان اور بھن اور بیٹی اور
 ان کے سوا جن کو حرام کیا ہے خدا نے جان کر نکاح کر لے اور صحبت کر جائے
 تو بھی اپنی حد نہیں آتی اس لئے کہ محل مشتبہ ہے کیونکہ تمام فیضان آدم کی
 موضوع ہن اولاد کے لئے اور وہ مقصود اس جگہ بھی حاصل ہو اور عبارت

ہدایہ کی یہ ہے اسلئے قولہ سوا امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلے میں کلام تہ کا بھی اور حدیث کا بھی اسلئے کہ جو شخص اپنے عہدات ابدی مثل مان اور بھن وغیرہ سے نکل کرے تو اسکو قتل کر دینا چاہئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حُرْمَت عَلَیْکُمْ اَمْثَلُکُمْ وَبَنَاتُکُمْ وَاصْوَابُکُمْ یعنی حرام کی گئی ہیں بھینٹیں بھینٹیاں اور بیٹیاں بھاری اور بیٹیاں بھاری الخ قال المفسرین آپ ذرا کان کھولئے اور حمے چند باتیں سنئے الخ اقول ہم تو آپ کے باتوں کے نہایت ہی مشتاق ہیں ہمارے کچھ بھی فرمائے مگر انصاف سے قولہ ایک یہ کہ مخالف ہو جانا کسی مسئلہ کسی امام کا کسی آیت یا حدیث کے اور چیز ہے اور خلاف کرنا اس امام کا اور چیز ہے پس اگر بالفرض یہ مسئلہ یا اور مسائل امام اعظم کے یا اور کسی امام کے مخالف قرآن و حدیث کے منکوح معلوم ہوئی ہوں تو اس میں یہ کہنا کہ اس مسئلہ میں امام نے خلاف کیا قرآن و حدیث کے درست نہیں ہے اقول اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس امام نے اس مسئلہ میں خلاف قرآن و حدیث کے کیا ہے بغیر دلیل کے دعوئے کرنا اچھا نہیں ہے حالانکہ یہ کہنا سلف میں شائع نوائج ہر ترمذی جلد ثانی کا ملاحظہ فرمائے (عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَامَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرَّةً وَانْ خَالَاتِ السَّنَةِ فَقَالَ يَا فُلَانُ تَرَكَ مَا هَاكَ فَقَالَ اَبُو سَعِيدٍ اَمَا هَذَا اَفَقَدْ قَفَظَ مَا عَلَيَّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَأَيْتَ مِنْكَ مَلَكًا ۝ تَرْجُمُهُ رَوَيْتَ هُوَ طَارِقُ بْنُ شِهَابٍ سے کہا اول جس نے پہلے خطبہ نماز عید کے پڑھا مروان تھا پس کھڑا ہوا ایک آدمی نہیں کہا مروان کو خطاب کیا تو نے سنت کا پس کھامروان نے اسے فلا نے چھوڑا گیا ہے جو اس جگہ پر تھا پکارا ابو سعید نے لیکن اس نے پس ہر اثنہ پورا کیا جو اس پر تھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا ہے آپ فرماتے تھے جس نے دیکھا منکر کو آخر تک اس حدیث سے صاف
 ظاہر ہے کہ صحابہ کے رد و رد ایک شخص نے مروان کو کہا کہ غا کفت الشیء کسی نے
 اس لفظ کے کہنے پر انکار نہیں کیا اور بھی بھت صحابہ سے یہ لفظ منقول ہے۔
 امام الامام بخاری نے بھی اپنے جامع میں امام صاحب کے حق میں اس لفظ
 کو استعمال کیا ہے عید ثانی میں ہے **وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنَّ وَهْبَ هَذِهِ
 آتَفَ وَثَرِيمٌ أَوْ أَكْثَرُ حَتَّى مَكَتَ حِينَئِذٍ مِثْلَيْنِ وَاحْتَالَ فِيهِ ذَلِكَ ثُمَّ
 رَجَعَ الْوَهْبُ فَيَقُولُ قَوْلَهُ هَكَذَا وَاحِدٌ مِنْهُمَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ اللَّهُ فَعَالَمٌ
 تَرْسُولَ اللَّهِ صَلَاحٌ فِيهِ الْبَيِّنَةُ وَالْإِسْقَاطُ لِلَّهِ كَذِبٌ** ترجمہ اور کہا بعض لوگوں
 نے اگرچہ کیا ہے نہ اور ہم باز یادہ کا یہاں تک کہ تیسرا بار نزدیک اُس کے کئی نہیں اور
 اس آیت میں عید کیا پھر رجوع کیا واجب نے اس میں پس نہیں ہے زکوۃ کسی پر
 ان دونوں سے کہا ابو عبد اللہ یعنی بخاری نے پس خلاف کیا اس بعض یعنی ابو نعیم
 نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث میں اور ساقط کیا زکوۃ کو انتہی امام نووی
 شرح مسلم میں بھی ہے **وَقَالَ سَائِرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ الْقَضَاءُ بِدَلِيلِهِ
 وَالتَّابِعُونَ مِنْ بَعْدِهِمْ كُنُّ الْقَضَاءُ وَكَهْمُ يُخَالِفُ فِيهَا لَوْ أَنَّ بَاحِثَهُ**
 ترجمہ کہا تمام علماء نے سلف اور خلف سے صحابہ اور تابعین نے پس جو
 شخص اُن کے بعد ہے سنت ہے نماز نہیں خلاف کیا اس میں مگر ابو حنیفہ نے اور
 چند جگہ بھی امام نووی نے نسبت خلاف کے امام صاحب کے طرف کی ہے
 جیسا کہ ناظر شرح مسلم پر مخفی نہیں اگر غلطائے کل جمع کئے جاویں تو ایک مستقل رسالہ
 ہو فقط اس قدر پر اکتفا کی جاتی ہے ان عبارات کو دیکھ کر مترجمیے اور بیحدہ گوئی
 سے باز آئے جو کچھ آپ ان لوگوں کو جواب دیوینگے وحی صاحب طفر کا جواب
 سہین قولہ دوسرے یہ کہ حدیث عامطلق شرک کا نام نہیں ہے بلکہ اس مترجمیے

خاص مقدار کا جو شرعاً بوجہ ایسے گناہ کے متعلق کی گئی ہو کہ اس میں حق پروردگار
 بوجہ حق بندی کا پس تہذیب کو جو حاکم واسطے حسن انتظام و تادیب کے کسی کو سزا دینا
 سے حذر کہہ دیں گے اسوجہ سے کہ اسکے مقدار شرعاً مقرر نہیں ہے لہذا قول جو
 تعریف آپ نے حد کی رکھی ہے وہ بخوبی طرح قتل پر بھی صادق آتی ہے کہ شاع کی
 طرف سے قتل کرنا یہ ایسے ایک سزا خاص ہے جو ایسے شخص کے لئے مقرر کی گئی
 ہے جو اپنے مان و غیرہ محرمات سے نکاح کر کے انکو برباد کرے جو تعریف آپ نے
 حد کی رکھی ہے وہی اسے قتل پر بھی صادق آتی ہے قولہ پس مراد امام اعظم کی
 حد ساقط ہونے سے صورت مذکورہ میں یہ ہے کہ جو حد نامین مقرر ہے لیکن
 اس سے دوسرے مارنا یا سنگسار کرنا وہ اس صورت میں واجب نہیں نہ یہ کہ مطلق سزا
 واجب نہیں اقول پہلے یہ تو فرمائیے کہ اسٹی دوسرے مارنا حد نامین کس نے مقرر
 کی ہے میں نے تو سنا ہے کہ آپ حافظ قرآن میں ذرہ سوراہ نور کو ملاحظہ کیجیے اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے (اَلْاِنْشَاءُ بِالْاِنِّ نَاجِلٌ وَّلَکُلِّ وَاَحَدٍ مِّنْہَا مَکَّةٌ سَجِدٌ) اسی
 تجرا و علم کے بھروسے نواب صاحب بہادر پر اعتراض کرنے کو مستعد ہو جاتے
 ہیں چ ہے

چون خدا نخواستہ کہ پر وہ کس مرد
 میلش اندر طعنہ پاکان زند

سید و ن پرستم تعدی کا بھی نتیجہ ہے کہ آپ ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں غلطیاں کرتے
 ہیں اسی جگہ آپ نے یہ غلطی نہیں کی بلکہ اس صفحہ کے آخر میں بھی لکھا ہے کہ
 حد نام کی اسٹی دوسرے یا سنگسار کرنا ہے عبارت آپ کی یہ ہے (اور اگر غیر حصن
 ہو تو حد اسکی اسٹی کوٹ ہے مارنا ہے) اسی کتاب کی جو بالکل مہملات سے
 پر ہے آپ نے مذکورہ میں جا بجا تعریف لکھتے ہیں ذرا ہوش کیجئے خیر اب آپ کے اعتراض

کا جواب دیا جانا ہے کان لگا کر سٹھے زمانا کے اہل بدعت کے نزدیک تنہا میں
ایک سنگسار و قتل مع نفی کے سووم قتل نام صاحب نے دوسری حد میں سے
تو لہی کی نفی کی اور سووم کو بالکل اٹکادیا اسکے بدلے میں مطلق سزا کو رکھا حالانکہ
حدیث میں اسکے قتل سزا ہے نہ سزا سے مطلق فقط قولہ میں قتل کر دینا صورت
مذکورہ میں منافی حد واجب ہونے کے نہیں بلکہ یہ قتل تعزیر اور سیاستہ ہے لہ
اقول اسیر کیا دلیل ہے کہ یہ قتل تعزیر اور سیاستہ ہے بغیر دلیل کے آپ کی کون
سنا ہے حنفیہ کے نزدیک تعزیر کے واجب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک
حد مقررہ سا قطع ہو جاوے قولہ اور بقصد تعزیر حنفیہ کے نزدیک قتل بھی جائز ہے
لوٹی اور ساحر اور زندق وغیرہ کو قتل کرنا تعزیر اور جائز رکھا ہے اقول لوٹی
کے لئے خود حدیث میں قتل موجود ہے ترمذی جلد اول کو ملاحظہ فرمائیے (عین
ابن حنابل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رجمتموہ فلیقل
عمن قوم کو بچاؤ فاقولوا فاعل والمفعول یہ ترجمہ یعنی جس کو پاؤ تم عمل
کرنا ہے قوم لو ط کا پس ارٹو المفعول فاعل اور مفعول بہ کو ایسے ہی ساحر کے بارے
میں ہے (حد الساجر ضربة بالسيف) یعنی حد ساحر کے مارنا ہے ساتھ
تلوار کے ذمہ دین کے بارے میں ہے من کلان دینہ فاقولوا یعنی جس نے
اپنے دین کو بدل ڈالا اوسکو قتل کرو ان تینوں کی حد کو تو خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے قتل معین کیا ہے نہ یہ کہ ساحر و لوٹی کو تعزیراً قتل کرنا ہی جائز
ہے جس کا یہ مفہوم ہوگا کہ ماسوائے قتل کے اور سزا ہی جائز ہے اور اسوائے
قتل کے اور سزا کا جائز متناخلاف ہے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض
ان تینوں کی نسبت ہی حنفیہ نے خلاف کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو
ان تینوں کی نسبت قتل کو حد مقرر کریں اور حنفیہ فقط تعزیر ہی جائز بنا دین

جب ان تینوں صورتوں میں قتل کرنا تعزیرانہ ثابت ہوا بلکہ حد ہوا تو اس صورت میں بھی قتل کرنا ضرور حد اھو کا فقط قولہ تیسرے یہ کہ یہ دعویٰ ہے کہ مذہب امام اعظم کا اس بحث میں مخالف ہے قرآن و حدیث کے محض غلط ہے آیت قرآنیہ جو آپ نے بیان کی اس سے تو صرف حرمت محرمات ابدیہ کے ثابت ہوتی ہے اور اس کا کون منکر ہے الخ **اقول** مراد صاحب کی مخالفت آیت سے یہ ہے کہ جب اس آیت سے حرمت محرمات ابدیہ کی معلوم ہوئی تو پھر یہ حکم لگانا کہ نکاح کرنے سے حد ساقط ہو جاتی ہے گویا حرمت کو یا حرمت نہیں سمجھتا ہے۔ جب حرمت کو حرمت نہ سمجھا تو بیشک آیت کا کیا اور بھی مقصود صاحب نظر کا ہے قولہ اور حدیث جو آپ نے سنن ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی و ترمذی سے ذکر کر کے اس سے صرف اس قدر ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی جس نے محرمات کے ساتھ نکاح کیا قتل کا اور گردن مارینکا اور مال چھین لینے کا حکم کیا اور پر ظاہر ہے کہ یہ حکم بطور تعزیر و سیاست کے تھا نہ بطور حد کے **اقول** آپ تو بار بار ایک ہی کلام کا بغیر دلیل کے اعادہ کرتے ہیں اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ حکم آپ کا حد نہ تھا بلکہ تعزیر و سیاست تھا حالانکہ قتل کو تعزیر کہنا تشریع میں عند فقہ ہے جتنا چاہیے کہ یہ جو مقررین نے کہا ہے کہ یہ حکم بطور تعزیر و سیاست کے تھا یہ خود تصریحات خفیہ کے خلاف ہے کیونکہ اکثر کتب معتبرہ خفیہ میں یہ کہا ہے کہ تعزیر زائد سے زائد امام صاحب کے نزدیک اُنہا لیس کوڑے ہیں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں عبارت ہدایہ کی نقل کرتا ہوں **روا التعزیر اکتوہ لیسعہ وکلاؤن سوطاً و اقلہ ثلاث** جلد ۱ ص ۱۰۱ **و قال ابو یوسف سبیل التعزیر خمساً و سبعین سوطاً** ترجمہ اور تعزیر اکثر اہل اہل لیس کوڑے ہیں اور کم اس کا تین جلد اور

کیا ابو یوسف نے پہنچتی ہے تقریر کثیر کو انتہی آب ناظرین انصاف کریں
 سب امام صاحب کے نزدیک انا لیس کوڑے سے زائد تقریر ہے ہی نہیں تو قتل
 کرنا تقریر کیسے جائز ہوگا اور یہ جو بعض کتب حنفیہ میں مرقوم ہے کہ قتل ہی تقریر
 جائز ہے لکن اعتبار کے نہیں کیونکہ ظاہر روایت میں امام سے یہ منقول نہیں
 ہے اگر معترض کو کچھ دعوئے ہو تو اسکی روایت کو بھی امام صاحب سے نقل
 کرے اور یہ تعارض کو دفع کرے کیونکہ اکثر کتب میں نونا لیس کوڑے سے
 زائد تقریر کو نہیں کہا ہے پر یہ قتل کیسے جائز ہوا تب یہ ہدیہ جو امام صاحب سے
 منقول ہے کہ تقریر از اذہ سے زائد انا لیس کوڑے ہے یہ بھی خلاف ہے
 حدیث متفق علیہ کے جو بخاری و مسلم میں مروی ہے الفاظ نمازی کے یہ ہیں
 بَابُ كَيْفَا لَتَعْنِيْرُ وَ كَلَامُ حَدِّ تَاْعَبْدُ اللّٰهِيْنِ وَ مَوْسُتْ قَالَ حَدَّثَنَا
 اللّٰهِيْتْ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ
 مُسْلِمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ اَبِيْ
 بَرَادَةَ قَالَ كَانَ لِيْ فِيْ صَلَاةٍ اللّٰهُ فَلَمَّ بِيْ سَمَرٌ يَقُوْلُ لَا يَحْلُدُ فَوْقَ عَتَمِ
 جَلْدًا اَيْتْ يَلَا فِيْ حَدِّ تَمِيْنِ حَدُّ ذِي اللّٰهِ تَرْجَمَ رَوَايَتِ هِيَ اِلَى رُوْ
 سَ كَمَا هُوَ فِيْ صِلَةِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَاتِيْ نَدَا جَاوَسَ اَوْ بِرُوْشِ كُوْرِيْ كَ
 مَرَّحِدِيْنِ حَدُّ اللّٰهِ سَ دَوْمَرِيْ طَرِيْقِيْ سَ يُوْنِ هِيَ (لَا يَحْلُدُ فَوْقَ
 عَشْرَةٍ اَوْ اَشْوَا فِيْ حَدِّ تَمِيْنِ حَدُّ ذِي اللّٰهِ) يَعْنِيْ نَدَا جَاوَسَ وَ سَلْ
 كُوْرِيْ كَ اَوْ بِرُوْشِ حَدُّ اللّٰهِ سَ يَدُوْرِيْ سَ يَدُوْرِيْ حَدِّ تَمِيْنِ حَدُّ ذِي اللّٰهِ
 هِيَ اِسْكَ مَخْلَفِيْنِ كُوْنِيْ رَوَايَتِ اَيْسِيْ قُوِيْ نَهِيْنِ هِيَ اَسِيْدُ اِسْطَ اِمَامِ
 اَحْمَدِ وَ يَسُوْقُ وَ غِيْرَ مَخْدُوْمِيْنِ نَ اَيْسِيْ قَوْلِ كُوْنِيْ اَيَّدِيْ اَيَّدِيْ اَيَّدِيْ اَيَّدِيْ
 نَ اَيَّيْ نِيْلِ اَلَا وَ طَارِيْنِ اَيْسِيْ كُوْرِيْ اَيَّدِيْ اَيَّدِيْ اَيَّدِيْ اَيَّدِيْ اَيَّدِيْ اَيَّدِيْ

کوئی روایت صحیح نہیں جب تعزیر کا دس سے زیادہ ہونا قول رسول اللہ صلعم سے ثابت ہو تو پھر ترائی یا قتل کیسے تعزیر یا جائز ہوگا معترض سے امید ہے کہ جواب شافی غایت ہو معترض کسی صورت سے قتل تعزیر انہیں معلوم ہونا۔
 کیونکہ دس کوڑے سے زیادہ تو تعزیر ہے ہی نہیں جب تعزیر کا دس کوڑے سے زیادہ ہونا نہ ثابت ہو تو خواہ مخواہ بھی کہنا پڑے گا کہ قتل کرنا کج محرمات کو حد یا تہاہ تعزیراً قولہ اولاً اس وجہ سے کہ زنا کی صرف دو حدین بالاتفاق اگر زانی محض ہو تو اسکی مددگار کرنا **اقول** زنا کی دو حدین بتانا دلیل عدم تجرد کو نہ نظری معترض کی ہے امام احمد و اسحق و اصحاب حدیث کے نزدیک ایسی شخص کو جو محرمات ابدیہ سے نکاح کے قتل کرنا حد ہے برزخی جلد اول میں ہے۔
 رَدِّ الْعَمَلِ قَوْلُهُ هَذَا عَيْنُهُ اَصْحَابُنَا قَالُوا مَنْ اَتَى ذَاتَ مُحْرَمٍ وَهُوَ يَكْفُرُ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ وَقَالَ اَحْمَدُ مَنْ تَزَوَّجَ اُمَّةً قَتْلٌ وَقَالَ سُلَيْمٌ مَنْ وَقَعَ عَلَى ذَاتِ مُحْرَمٍ قُتِلَ **ترجمہ** اور عمل اس پر ہے نزدیک اصحاب ہمارے کے کہا اوہنوں نے جو شخص اسی ذات محرم کو حالانکہ وہ جانتا ہے پس اس پر قتل ہے اور کہا احمد نے جس شخص نے نکاح کیا اپنی ماں سے قتل کیا جاوے اور کہا اسحق نے جو واقع ہو ذات محرم پر قتل کیا جاوے اتنے اور یہ بھی پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام احمد کے نزدیک تعزیر دس سے زیادہ نہیں ہے تو ناچار یہ قتل حد ہوگا قولہ ثانیاً اس وجہ سے کہ حکم قتل کرنے کا بہت سی احادیث میں وارد ہے سنن ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ میں مروی ہے کہ جو شخص چوتھی مرتبہ شراب پیئے اسکو مادۃ الہام **اقول** جواب اسکا موقوف ہے ایک تہید پر وہ یہ ہے کہ ممد نام ایک عقوبتہ مقدرہ کا ہے شارب کے طرف سے جیسا کہ آپنے بھی نقل کیا ہے جب شارب نے ایک جرم کے بدلے ایک عقوبت کو مقرر کیا

میں نے نکاح کیا ہے یہ میری مان ہے اور جبکہ آنحضرت نے عہد اپنے مان سے نکاح
 کر لیا اور اس سے صحبت کرنے لگا تو پھر بعد کس بات کا اس میں شبہ پڑا؟ **قال**
المعترض آپ کا جواب محض لغو ہے امام کی تحقیق کے سامنے اسکی کیا وقعت ہے
اقول جواب صاحب طفر کا نہایت قوی وعدہ ہے مگر سمجھ کے لئے عقل درکار ہے
 آپ کے امام کی تحقیق کا حال تو اظہر من الشمس ہے کچھ شبہ ہو تو بخول امام غزالی یا
 رسالہ امام رازی کا مطالعہ کریں اگر یہ کتب میرزا مہون تو حدیث القاشیہ کا ہی معاذ
 کریں **قولہ** تفصیل اسکی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ابن عدی نے ابن عباس سے روایت
 کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **لا تراءوا لحدود بالشہات**
 یعنی دفع کرو حدود کو ساتھ شبہوں کے **اقول** اگرچہ یہ حدیث کل طرق پر ضعیف
 ہے مگر بعض کو بعض سے تقویت ہوتی ہے **کما قال** **امامنا اللہ** کافی فی تیسرے
 مشکوٰۃ طائر لفظہ **هذا الاول** **ان كان في المقال المعروف فقد شذ من عندنا**
ما ذكرنا **فبطل بعد ذلك** **لاننا** **نحتاج به** **على مشروعية** **دعوى** **المسند** **وقد**
بالشہات **انما** **تلك** **امطلق** **الفتاوى** **انما** **احديث** **کو** **جو** **معترض** **معرض** **استدلال**
 میں نقل کیا ہے اس کو کچھ کام نہیں چلتا جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب واضح ہوگا
قولہ بعد تبیین اس امر کے معلوم کرنا چاہیے کہ شبہ کی تین قسم ہیں ایک شبہ فہم لفظی
اقول اس تقیم پر کیا دلیل ہے کہ شبہ کی تین قسم ہیں نکاح کو شبہ قرار دینا اسکی
 کیا دلیل ہے حالانکہ وہ شخص جانتا ہے کہ یہ میری مان یا بہن ہے اور مجھ پر ہمیشہ
 ہمیشہ حرام ہے کسی صورت سے حلال نہیں ہو سکتی پھر نکاح کرنا وہاں کیا فائدہ
 دیگا فعل نکاح کا تو محض لغو ہوگا جیسے کوئی شخص خنزیر کو تسمیہ کہہ کر فرج کرے تو
 وہ ہرگز ہرگز حلال نہیں ہوگا ایسی ہی جس شخص نے اپنی مان یا بہن سے نکاح کیا
 کیونکہ اس میں دو صورتیں ہیں یا تو آپ اس نکاح کا اعتبار کریں گے یا اعتبار

نہ کریں بصورت اول کے عورات ابدیہ کا عورات ابدیہ ہونا باقی نہ رہے گا اور
 بصورت ثانیہ یہ فعل لغو ہو گا اور ناکح پر حد آوے گی جسکو شارح نے معین
 کیا ہے اگر ایسے ہی اشیاء کو جس سے اشتباہ کی صورت سے نہیں ہو سکتا
 شبہ ثبیر اگر حد ساقط کریں گے تو پھر کسی حد کا حد و ن اندر سے پتا نہیں ملے گا دانیوں
 کی خوب ہی بن آئیگی اگر انصاف سے پوچھنا چاہیے تو ناکح عورات ابدیہ کو خوب
 ہی منرا دینی چاہئے کیونکہ یہ شخص آیات قرآنیہ سے کھیل کرتا ہے کہ جس کو اللہ و
 رسول نے ابد کے لئے حرام کیا ہے اس سے نکاح کر کے صحبت کرتا ہے اسو
 حضرت صلعم نے بعد گردن مارنے کے اسکے مال چھین لینے کو حکم کیا اور اسکی
 سزا سخت معین فرمائی اگر یہ نکاح محل شبہ کا ہوتا تو پھر خدا صلعم اس شخص کو کیوں
 قتل کرتے اور بعد قتل کرنے کے اسکا مال کیوں چھینے جب رسول اللہ صلعم نے
 ناکح عورات کی حد کو روک دیا تو پھر بعد آپ کے کون دفع کر سکتا ہے اور نکاح کو
 محل شبہ کا ثبیر سکتا ہے امام شوکانی نے فرمایا ہے کہ یہ اہل راہی جس کو رسول اللہ
 صلعم نے حلال کیا ہے حرام کہتے ہیں اور جسکو حرام کیا ہے حلال کہتے ہیں فرض
 نفس نکاح کو محل شبہ قرار دیکر حد کو ساقط کرنا محض نہیں اور کھیل کر ناشریعت ظرا
 سے ہے قولہ پس جب اُس نے بعد نکاح کے صحبت کی تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسنے اپنی منکوحہ
 سے صحبت کی اور منکوحہ سے صحبت حلال ہے اراقول آپ کے اس قول سے
 معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص گتے یا سور کو بسم اللہ کھکر فرج کرے تو اسکو بھی آپ
 حلال کہیں گے کیونکہ اسپر بھی یہ صادق آتا ہے کہ اس شخص نے بسم اللہ کھکر فرج
 کیا اور بسم اللہ کہنے سے جانور حلال ہو جاتا ہے ایسی سب سے اللہ بچاوے
 جناب میں یہ فعل نکاح کا اسکا لغو ہوا منکوحہ ہرگز نہیں ہوئی اور نہ کوئی یہ موقع
 اشتباہ کا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مدد

کو دفع کرو اگر کوئی اسکے دفع کا منہج اور دفع پاؤ یہاں تو کسی صورت سے مخرج
 اور دفع پایا ہے نہیں جاتا جیسا کہ بتنے اور پرہیز کیا قال صاحب لفظ
 دوم اپنی مان کے ساتھ نکاح کرنے والے پر حد واجب نہ ہونے کا قائل ہونا۔
 معاذا اللہ پیغمبر کے حق میں یہ اعتقاد کرنا ہے کہ اوہوں نے اس مسئلہ کو نہیں سمجھا
 تھا اگر سمجھتے تو بسبب محلِ شہد ہونے کے اسکو قتل کا حکم کیوں دیتے قال المفترض
 یہ آپ کی تافہی کی بات ہے پیغمبرؐ کے یہ کفر مایا کہ یہ میرا حکم بطور حد مقرر مقرر کی
 ہے اور اہل علم اس امر سے واقف ہیں کہ بسبب شہد کے حد ساقط ہوتی ہے نہ
 تعزیر بلکہ وہ مواقعِ شہادت میں ہے واجب ہوتی ہے اقوال پیغمبرؐ خدا صلعم نے
 شاربِ خمر کے لئے کہاں فرمایا ہے کہ اسکے یہ حد ہے ایسے ہی رجم جلد وغیرہ کہ کہاں
 فرمایا ہے کہ یہ اسکی حد مقرر ہے جیسا اور حد و دین آپ کے فعل پر عمل ہے ایسے
 ہی اس حد میں بھی جیسا آپ کا قول حجت ہے ایسے ہی فعل ہی ہر بات کے لئے
 آپ صریح قول ہے تلاش کیجئے گا تو آپ کو اور حد و کا بھی چوڑنا پڑے گا پہلا
 یہ تو فرمائے کہ پیغمبرؐ خدا صلعم نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ یہ قتل تعزیر ہے نہ حد اگر
 یہ قتل تعزیر ہوتا تو کبھی کبھی تو آپ کچھ اور بھی مزا ایسے شخص کو دیتے جب بھی
 مزا دی اور کوئی دوسری مزا ناکح محرمات ابدیہ کو نہ دے تو معلوم ہوا کہ بھی اسکی
 حد ہے اور حد کے ساقط کرنے سے تعزیر واجب ہونا اسکی کیا دلیل جو مقتضا
 حدیث کا تو یہ ہے کہ جب حد اس شخص سے ساقط کی گئی تو پھر اسکو بالکل بری
 کیا جاوے نہ یہ کہ اسکو تعزیر کی جاوے اس قتل کو حد نہ سمجھنا تعزیر سمجھنا محض آپکی
 تاسمعی ہے آپ پھر ایسی جرأت نہ کریں

باد آتا ہی نہیں کجروی سے کج نہاد
 بات سیدھی کا ہی اولٹا ہی دیتا ہے جواب

قال صاحب لفظ غرض حقیقہ تو قرآن کی مخالفت سے ڈرتے ہیں اور نہ
 حدیث کی مخالفت سے کیونکہ اگر ان کو قرآن اور حدیث کی مخالفت کا ڈر ہو تا تو
 قرآن کی مخالفت اعتقاد نہ کرتے کہ ایمان دکھ ہوتا ہے نہ زیادہ اور نیز قرآن کے
 مخالف یہ نہ کہتے کہ بچے کو دودھ پلانے کی مدت اڑھائی برس ہے دو برس نہیں
 اور بعضی تین برس کے قائل ہوتے جیسا کہ پہلے گذرا اسی طرح سے اگر حدیثوں کو
 مانتے تو صدہا حدیثوں کا انکار کبھی نہ کرتے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ کھلج
 کرنے والے کو قتل کر دینے کی حدیث بسبب اپنے اعتقاد بد کے نہیں مانتے
بین النہ قال لمغرض اس افتراء اور طعن کا جو عرض تو آپ کو قیامت میں ملے گا
 ہم اس عقیدہ پر کفایت کرتے ہیں کہ حقیقہ کمال مرتبہ متبع قرآن و حدیث ہیں اقول
 واقعی بات کو افتراء کہنا آپ کی ہی کام ہے کیا ایمان کے مسئلے میں حقیقہ تو قرآن
 کی مخالفت نہیں کی یا رضاعت کے مسئلے میں نہیں کی احادیث کا تو کچھ
 بٹکانا ہی نہیں اگر حقیقہ متبع قرآن و حدیث ہوتے تو اہل رائے کیوں کہلاتے
 اور سلف کے کیوں مطعون بنتے امام احمد وغیرہ محدثین نے لکھا ہے کہ اہل
 رائے مخالف ہیں اثر کے یہاں پر امام احمد کی عبارت نقل کرنا مناسب
 سمجھتا ہوں اپنے رسالے میں جو خاص ادھون نے درباب عقاید کے
 تصنیف کیا ہے فرماتے ہیں **وَأَصْحَابُ التَّائِبِي هُمْ مُتَّبِعُونَ مَا كَلَّمُوا**
أَعَدَّ لَهُمُ السَّعَةَ وَالْآثَرُ يُطْلَوْنَ الْحَدِيثُ ترجمہ اور اصحاب اسی
 و بدعتی گمراہ ہیں دشمن سنت اور حدیث کے باطل کرتے ہیں کہ شیخ عبد القادر
 جیلی ہم نے حقیقہ کو مرجعہ لکھا ہے اور امام رازی نے فرمایا ہے **أَمَّا أَصْحَابُ**
الرَّأْيِ فَيُطْرَقُ عَلَيْهِمْ عَيْنُ مَبْتَدِئَةٍ عَكَ قَاوُنٍ مُسْتَقِيمٍ ملل خل میں بھی
 حقیقہ و امام ابو حنیفہ کو اہل رائے قرار دیا ہے نو وی شرح مسلم میں

سو جب کہ تم لفظ اہل الرائی کا حق میں حنفیہ کے نہ آیا ہوگا لیکن جسکے سنی کی
 پہوتہ سکے ہیں وہ کیا کرے اور سکو تو سوچ کا لاپسی نظر آدے گا۔ عرض
 سلف کا اتفاق ہے کہ اہل رائی و صاحب رائی مخالف ہیں کتاب اللہ و سنت
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم حنفیہ کو متبع قرآن و حدیث کہنا محض وہو کہا ہے ہے قولہ
 ۱۲ میں
 ۱۲ میں
 ۱۲ میں
 قرآن کو مانیں و حدیث کو بلکہ اپنے رائے پر مدار ہے اقول یہ بھی ان
 و حدیث پر بہتان صریح ہے کہ میں قرآن و حدیث صحیح میں یہ نہیں آیا کہ مال
 تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے اگر آپ سچے ہیں تو کوئی دلیل لائیے اگر کوئی
 دلیل ہوتی تو میان میں صاحب ضرورت زکوٰۃ الراشد میں اسکو تحریر فرماتے تذکرہ
 میں تو اس مسئلہ کا تذکرہ تک نہیں کیا صاحب تبصرہ نے کیا آپ کو جواب دیا ان
 شکن جیسا ہے اور کس خوبی سے ثابت کر دکھایا ہے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ
 واجب نہیں ہے جس آیت کو آپ نے لکھا تھا اور سکا دس وجہ سے کیا عمدہ
 جواب دیا ہے کہ آپ بھی اسکو مانگئے اور جواب سے عاجز آئے اگر کچھ
 شرم جیسا ہے تو پھر اس مسئلہ کا نام نہ لیوین اگر حوصلہ ہے تو تبصرہ النافذ کے
 بحث کا جواب دیوین ان شارح اس مسئلہ کی تفصیل آگے آدے گی
 فَاَنْتَظِرْهُ قَالَ صَاحِبُ لُطْفِ سِدِّ اَوَّلِ اور ایک مسئلہ امام اعظم کا
 مخالف قرآن اور حدیث کے یہ ہے جو کہ فقہ اکبر اور شرح عقاید نفی میں لکھا ہو
 اَلْاِيْمَانُ هُوَ الْاِقْرَارُ وَالْقَصْدُ فِي وَاِيْمَانُ اَهْلَالِ لِسْمَاءٍ وَالْاَهْلِي
 لَا يَرْتَدُّ وَلَا يَقْصُرُ یعنی ایمان اقرار ہے اور قصد لیت ہے اور ایمان
 اہل آسمان اور زمین کا نہیں زیادہ ہوتا اور نہیں کم ہوتا انتہی امام
 اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلہ میں کلام اللہ کے صریح کئی آیتوں کا بھی

اور حدیثوں کا بھی اسلئے کہ ایمان بڑھتا ہی ہے اور کم بھی ہوتا ہے چنانچہ
فرمایا ہے اِنَّهُ تَعَالٰی نَزَلَ اَنْزَالًا مُّكْتَبًا اَمَّا كُنْزُهُ فَاَنْزَلَهُ مُنْزِلًا مُّكْتَبًا
یعنی جب پڑھی جاتی ہیں اوپر اون کے نشانیاں اسکی زیادہ کرتی ہیں ان کو
ایمان انہر قال لمقتدر ضحیٰ اس مقام میں صفحہ ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ و ۴۸
۴۹ و ۵۰ میں جو اس امر کو طول دیا ہے اور اپنے زعم میں مذہب امام کو
مخالفت آیات قرآنیہ و احادیث قرار دیکر امام کو مذہب کے ملعون کیا ہے وہ دلیل جو کہ مذہب امام امام
ہے اور سورہ فہم پر اگر غور سے مذہب امام کا سمجھتے کہی طعن کرتے انہر اقول صاحب
الدرر مشککہ ثبوت ثابت کر دیا ہے کہ اس مسئلہ میں مذہب امام کا مخالفت آیات قرآنیہ و احادیث جو یہ
آپ سے بھی ان کا سوا اسلئے تقریر پہنچو وہ کے کچھ جواب نہیں ہو سکا اور
جو مقدمات اپنے محمد کئے ہیں اکثر صاحب طفر کے مفید مدعا کے ہیں جنہیں
اس مسئلہ میں تو سلف نے بھی امام صاحب کو مطعون کیا ہے اگر صاحب طفر
نے نقل کیا تو کیا ہوا قبل رد آپ کے تقریر لا طایل کے ایک مقدمہ
لیکھا جاتا ہے جس سے ہر خاص عام پر حقیقت اس مسئلہ کی واضح ہو جاوے گی
مقدمہ جاننا چاہیے کہ ایمان کی زیادتی ثابت ہے آیات قرآنیہ و احادیث
جو یہ و اجماع صحابہ و تابعین سے نہیں اختلاف کیا ہے سلف و خلف میں
کسی نے مگر حنفیہ نے پہلے چند آیات رکھی جاتی ہیں پھر احادیث پھر وہ عیناً
لکھی جاوے گی جس سے معلوم ہوگا کہ صحابہ و تابعین میں اس مسئلہ میں اختلاف
نہ تھا اشرع تعلق نے سورہ فتح میں فرمایا ہے (لَا يَزِيدُ اَدُوًّا اِيْمَانًا تَأْتِيهِمْ اِيْمَانًا نَّهْمًا)
ترجمہ تو کہ بڑھ جاوے ایمان میں ساتھ ایمان اپنے کے۔ سورہ کہف
میں ہے (وَرَدْنَا هُمْ هَدًًّٰ) یعنی زیادہ کی سمجھنے ان کو ہدایت
یعنی ایمان۔ سورہ مدثر میں ہے (وَيَسْخَرُ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اِيْمَانًا)

ترجمہ اور زیادہ ہوں وہ لوگ کہ ایمان لائے ہیں از روئے ایمان کے سورہ ہریم
 میں ہے (وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى) یعنی اور زیادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ
 ان لوگوں کو کہ ہدایت پائی ہے ہدایت سورہ توبہ میں ہے (وَأَمَّا الَّذِينَ لَا
 سُوْرَةَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ سَوْرَةٌ هَذِهِ وَإِنَّمَا هِيَ كَاذِبَاتٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا فَرَادِمُ
 وَإِنَّمَا تَأْوِيْنُهُمْ كَيْتِبُهُمْ وَاوْنٌ) ترجمہ اور جب اناری جاتی ہے کوئی سورہ پس بعضے
 ان میں سے وہ ہیں کہ کہتے ہیں کہ کو تم میں زیادہ کیا اس سورہ نے ایمان میں
 پس جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں پس زیادہ کیا ان کو ایمان اور وہ خوش ہوتے
 ہیں سورہ آل عمران میں ہے (أَلَمْ يَنْفَرُوا قُلُوبُهُمْ لِقَاءِ النَّاسِ فَذَرَوْهُم
 لَكُمْ فَاتَّخَذُوا مِنْكُمْ قُرْآنًا) ترجمہ وہ لوگ کہ کہا ان لوگوں نے
 ہر اثنی آدمی تحقیق جمع ہوئے واسطے ہمارے پس فور و تم ان سے پس زیادہ
 کیا ان کو ایمان ان آیات قرآنیہ سے صاف معلوم ہوا کہ ایمان مومنوں کا ہوتا
 ہے اب چند احادیث بھی جاتی ہیں تجارتی شریعت میں ہے باب قول النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہذا سلامہ صلی علیہ وسلم وھو قول وفیصل ویزید
 ویقص یعنی باب قول میں نبی صلعم کے ہے بنایا گیا ہے اسلام پانچ چیز پر
 اور وہ قول اور فعل ہے زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے اسی بات میں
 امام بخاری نے چند آیات کو ذکر کیا ہے اور بہت سی احادیث کو بخاری کے فقط
 ایک حدیث بھی جاتی ہے رَحْنُ آخِي هُرَيْرَةُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمَانُ
 بِشَيْءٍ وَ سَيَوْنٌ شُعْبَةٌ وَ أَجْيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْيَمَانِ) ترجمہ روایت ہے
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ نے
 ایمان کچھ اور شاہد شاخین میں اور حیار بھی ایک شاخ ایمان سے ہے احادیث
 سے معلوم ہوا کہ ایمان کی مثل درخت کی ہے جسے درخت شاخوں سے بڑھتا ہے

اور شاخیں کم کرنے سے کم ہوتا ہے ایسے ہی ایمان کی بھی کچھ اونچے نیچے شاخیں
ہیں وہ بھی بڑھتا ہے اور کم ہوتا ہے ترمذی کی جلد ثانی میں ہے ریکاب نے
استیعمال الایمان والقریادۃ والفقہان عن عائشۃ قالت قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من کمل المؤمنین ایمانا احسنکم
خلقاً والظننہم یا علی روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ائمہ زیادہ کامل مومنوں کا اور ایمان کے زیادہ
اچھا ان کا ہے اور خلق کے اور زیادہ مہربان ساتھ اہل اپنے کے آپ
میں ہے (حدیثنا سید بن سعید متاعی بن مسر عن ابی جحش بن
حدیثنا سعید بن مسعود الترمذی تأسفید بن مسلمۃ عن ابی جحش عن
ابی ہریرۃ عن علی بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا یدخل الجنة من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من خردل
من کبر ولا یدخل النار من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل
میں ایمان) روایت ہے عبد اللہ بن مسعود سے کہا اُس نے فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اہل داخل ہوگا جنت میں وہ شخص جو خردل میں
اوس کے برابر دلی کے تکبر اور دہن میں داخل ہوگا آگ میں وہ شخص کہ خردل میں
برابر دلی کے ذرۃ کے ایمان سے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ
بعضوں کا ایمان برابر انہی کے ہوگا بعضوں کا اس سے زائد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادتی کیفیت ایمان کی بھی فرمادی کہ اہل ایمان
کیفیت ایمان میں بھی تفاوت ہوں گے اسکے بعد کی حدیث میں ہے
ثم یقول اخر جوامع کان فی قلبہ ذرۃ دینا یرمى الایمان ثم مت
کان فی قلبہ ذرۃ یرمى دینا یرمى من کان فی قلبہ مثقال حبۃ

میں خیر دل الخ پھر فرمایا کہ اللہ کا لومہ اور سکوچ کے دل میں ہو برابر ایک دینار کے
 جو سارے چار سائے کا ہوتا ہے، ایمان سے پھر اور سکوچ کے دل میں نصف
 دینار ہو پھر اور سکوچ کے دل میں برابر دینے والی کے ہو اس حدیث سے وضاحت
 معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا ایمان کم و بیش ہوتا ہے بعض کا برابر ایک
 دینار کے بعض کا برابر نصف دینار کے بعض کا برابر ایک راہی کے آپ بعض
 احادیث اور بھی بخیر سند کے مکتبی جاتی ہیں سند ان کی ابن ماجہ میں ہے رعن
 جندب بن عبد اللہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن فی ثلثین
 حتر اوسرۃ فقلنا لا ایمان قبل ان نتعلم القرآن ثم تعلمنا القرآن
 فابن دود تالیہ ایمان کا) روایت ہے جندب بن عبد اللہ سے کہا تھے ہم ساتھ نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ہم جو ان قوسی تھے پس سیکھا ہم نے ایمان کو پہلے
 اس سے کہ سیکھیں ہم قرآن پس زیادہ ہوئے ہم ساتھ اسکے اور ایمان کے
 اس حدیث میں بھی زیادتی ایمان کی بخوبی معلوم ہوتی ہو عن علی بن ابی
 طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ایمان مفرقة بالقلب
 وقول باللسان وعمل بالکفر کان روایت ہے علی بن ابی طالب سے
 کہا علی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان مفرقة ہے ساتھ
 دل کے اور کہنا سنانہ زبان کے اور عمل کرنا ارکان سے میں کہتا ہوں کہ یہ
 حدیث ضعیف ہے مگر متابعات میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے عن
 مجاہد عن ابی ہریرۃ و ابن عباس لا ایمان من ید و ینقص روایت
 ہے مجاہد سے وہ روایت کرتے ہیں ابی ہریرہ اور ابن عباس سے فرمایا ان
 دونوں نے ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے عن مجاہد عن ابی الدرداء
 قال لا ایمان من حد و ینقص روایت ہے مجاہد سے وہ روایت کرتے ہیں

ابو داؤد سے فرمایا اور ہونے نے ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے نہی
یہ تینوں اگرچہ بظاہر اتر میں مگر حکماً مرفوع ہیں کیونکہ اصول حدیث میں یہ بات
مقرر ہے کہ اگر صحابی ایسی چیز کو بیان کرے جس میں رائے اور عقل کو دخل
نہ ہو تو وہ حکماً مرفوع ہوگی زیادتی ایمان کی بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ کوئی
من عند نفس نہیں کہہ سکتا کہ ایمان زیادہ و کم ہوتا ہے جب حدیث سے زیادہ
ہو یا اور کم ہوتا ایمان کا معلوم ہوا تو اب وہ عبارات لکھی جاتی ہیں جس سے
یہ معلوم ہوگا کہ صحابہ تابعین کا اس مسئلہ میں اختلاف نہ تھا سوائے حنفیہ کے
اور کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے
ہیں قَالَ الْإِمَامُ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْمَلِكِيُّ الْمَعْرُوفُ
فِي تَرْجُحِ صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ مَذْهَبَ جَمَاعَةِ أَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ سَلَفِ الْأَئِمَّةِ
وَحَلَفْنَا أَنْ لَا يُيْمَنَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيدُ وَيَقُصُّ وَالْحُجَّةُ سَلَكُ
رِيَادَتِهِ وَتَفْصِيلُهُ مَا أَوْزَدَهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ الْأَيَّاتِ بِعَيْنِي قَوْلُهُ عَزَّ
وَجَلَّ لَوْ ذَا دُوايِمًا مَعَ دِيْمَانِيْمٍ اچھے ترجمہ کہا امام ابو الحسن علی بیہ
خلف بطل مالکی مغربی نے شرح میں صحیح بخاری کے مذہب جماعت اہل
سنت کا سلف اور خلف امت سے ہے یہ کہ ہر ائمہ ایمان قول اور عمل ہے
زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے اور دلیل زیادتی اور نقصان ایمان پر وہ ہے
جس کو بخاری نے آیات سے وارد کیا ہے یعنی قول ائمہ برتر کا کہ زیادہ ہون
ادرو ایمان کے ساتھ ایمان اپنے کے آخر تک اس سے معلوم ہوا کہ مذہب
اہل سنت کا سلف سے خلف تک بھی ہے کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے کم بھی۔
نیز دوسری جگہ میں ہے قَادًا تَقَرَّرَ مَا دَكَّرْنَا مِنْ مَذَاهِبِ السَّلَفِ وَ
أَيُّمَّةِ الْخَلْفِ فِي مَطْلَعِ هَرَوُصٍ مَلَا بَقَّةً عَلَيَّ كَذَيْنِ لَا يُيْمَنُ بِرِيْدٍ وَيَقُصُّ

وَهَذَا أَصْدَقُ هَبِ السَّلَفَ وَالْجَدَّيْنِ وَجَمَاعَةً مِنَ الْمُتَكَلِّمِينَ تَرْجُمَهُ
پس جس وقت ثابت ہوا وہ کہہ تے ذکر کیا ہے مذاہب سلف سے اور اماموں
مذہب سے پس وہ سب موافق ہیں ایمان کے زیادہ اور کم ہونے پر اور یہی
مذہب سلف اور محدثین اور ایک جماعت متکلمین کا ہے اِمَامُ سَفَارِیْنِ
کُوَامِحُ لُكَاؤِکَرِ مِّنْ قُرَاتِیْ رَوَا حَاصِلُ اَنَّ اِلَاٰیْمَانَ عِنْدَ السَّلَفِ
وَمِنْ رَافِقِهِمْ مِّنْ اَئِمَّةٍ اَهْلُ الْفِقْهِ وَالْجَمَاعَةِ قَانِیْنِ یُذِیْ بِاطَاعَةِ وَ
یَنْقُصُ بِالْعَصْیَانِ یعنی حاصل یہ ہے کہ ہر ائمہ ایمان نزدیک سلف
کے اور جو ان کے موافق ہے ائمہ اہل سنت اور عرفان سے زیادہ ہوتا ہے
طاعت سے اور کم ہوتا ہے گناہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے (وَقَدْ
نُتِّیَ لَفْظُ النَّبَاذِ وَالنَّقْصَانِ فِیْهِ عَنِ الصَّحَابَةِ وَكَمْ یُحَرِّفُ قِیَاسُ
مُخَالَفَتِهِمْ مِنْهُمْ اِتِّبَعَتْ) یعنی تحقیق ثابت ہوا ہے لفظ زیادہ اور نقصان کا
اسی ایمان میں صحابہ سے اور نہیں بھیجا گیا اس میں کوئی مخالف ان میں
ابن عبد البر نے تہذیب میں فرمایا ہے اَجْمَعُ اَهْلُ الْفِقْهِ وَالْحَدِیْثِ عَلَیْ
اِلَاٰیْمَانَ قَوْلٍ وَحَقْلٍ وَلَا عَمَلٍ اِلَّا بِبَیِّنَةٍ قَالَ وَثَقِلَ اِیْمَانُ عِنْدَهُمْ بِیَزِیْدٍ
بِاطَاعَةٍ وَیَنْقُصُ بِالْعَصْیَانِ وَالطَّاعَةِ عِنْدَهُمْ اِیْمَانُ اِلَا مَا ذِکَرْتُمْ
عَنْ اَبِی حَنِیْفَةَ وَاصْحَابِهِ فَاَتَمُّ ذَهَبُوا اِلٰی اَنَّ الطَّاعَةَ لَا تُكْثَرُ اِیْمَانًا
تَرْجُمَهُ اجماع کیا ہے اہل فقہ اور حدیث نے اس پر کہ ایمان قول اور
عمل ہے اور نہیں عمل مگر ساتھ نیت کے کہا اور ایمان نزدیک ان کے زیادہ
ہوتا ہے طاعت سے اور کم ہوتا ہے گناہ سے اور طاعت کل ہے اسی طاعت
کا نام ایمان ہے نزدیک ان کے مگر جو ذکر کیا گیا ہے ابو حنیفہ اور اصحاب اس کے
سے پس ہر ائمہ وہ گئے ہیں اس طرف کہ طاعت نہیں نام کی گئی ایمان یہ تینوں

یہ مذہب مجاہدین اور اکثر سلف صالحین کا ہے اور بہت سے مسکین کا اور
یہی منقول ہے امام شافعی و اوزاعی و مالک سے تیز جو عبارت آپ نے اس
مقدمین معنی جلال الدین و دوانی کی شرح عقاید عضدیہ سے نقل کی ہے اوس سے
بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذہب سلف کا بھی ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں
چنانچہ عبارت معنی جلال الدین کی نقل کی جاتی ہے (وَالثَّانِي أَنْ تَكُونَ
أَجْرًا عَرَبِيَّةً لِلَّهِ بِمَا تَكُونُ مِنْ عَمَلٍ مَعَهُ كَمَا يَعْنِي فِي
النَّصِّ وَالشَّعْرُ وَالْمِثْلُ وَالرَّجُلُ حُرٌّ لِرَبِّهِ مَتَّكٌ وَمَعَ ذَلِكَ
لَا يُقَالُ يَا عَبْدَ اللَّهِ يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ وَلَا يُقَالُ
لِلنَّبِيِّ عَبْدٌ مِمَّنْهَا وَلَا يُقَالُ يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا عَبْدٌ هَذَا هُوَ عَبْدٌ
لِلنَّبِيِّ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ لَا يُقَالُ نِصْعٌ وَتُسَبِّحُونَ شُعْبَةَ
عَبْدَ هَذَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدَامًا مَاطَهُ إِلَهُ دَمِي عَنِ الطَّبْرِيِّ فَكَانَتْ
لَفْظًا بِشَلَا بِمَا يَنْبَغِي مَوْضُوعًا لِلْقَدْرِ الْمُتَشَوِّكِ بَيْنَ التَّصْدِيقِ
وَبَيْنَ الْإِعْمَالِ) ترجمہ دوسرے یہ کہ اجزاء عرفیہ ہوں ایمان کے
لئے اور عدم سے انکے عدم ایمان کا لازم نہ آتا ہو جیسا کہ گئے جاتے ہیں عرف
میں بال اور ناخون اور مائتہ اند پاؤں جزید سے مثلاً باوجود اسکے نہیں کہا
جاتا ہے ان کے معدوم ہونے سے معدوم ہونا زید کا اور شل شاخون اور
پتوں کے درخت کے لئے گئے جاتے ہیں جزا سے درخت سے اور نہیں بولا
جاتا ہے ان کے معدوم ہونے سے معدوم ہونا درخت کا اور بھی مذہب بلف
کا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ایمان کچھ اور ستر شاخیں ہے اعلیٰ ان کا کہنا
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور آدنان کا دور کرنا نیز کی چیزوں کا ہے رہتہ سے پس تھا
لفظ ایمان کا نزدیک انہیں سلف کے موضوع قدر مشترک کے ذریعہ تصدیق و اعمال

عبادتین تبصرہ سے نقل کی گئی ہیں ان عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ کل اہل سنت والجماعت کا سوائے حنفیوں کے اتفاق ہے کہ ایمان زیادہ ہی ہوتا ہے کم بھی ہوتا ہے ان دلائل کے تخطا لو سے کسی کو شک و شبہ باقی نہ رہے گا کہ ایمان کم و بیش نہیں ہوتا جب اس مقدمہ سے فارغ ہوئے۔ تو اب اقوال مختصر کو رو کیا جاتا ہے قال المختصر تفصیل اسکی موقوف ہے تمہید چند مقدمات پر مقدمہ اولیٰ اسنے ایمان کے لغت میں گردین دہا ور گردن یعنی کسی چیز کا حق سمجھ لینا اور اسکو مان لینا اور یقین کر لینا ہے اور جسے شرع میں اختلاف واقع ہوا ہے جیسا کہ شرح مقاصد میں مستحق ثناء زانی بکتے ہیں الخ اقول یہ مقدمہ آپ کا آپ کے کچھ مفید نہیں ہے معلوم نہیں کہ آپ نے کیوں مشقت اسقدر اس مقدمہ کے بکھننے میں اٹھائے ہے بلکہ یہ تو مفید دماغی صاحب طفر کو ہے کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے وجہ مفید ہونے اس مقدمہ کے صاحب طفر کے یہ ہے کہ آپ نے اس مقدمہ میں نقطہ ثبات کیا ہے کہ اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ شرع میں ایمان کس کو کہتے ہیں آپ نے چار مذہب اس میں نقل کئے ہیں اور چوتھے مذہب میں تین شقیں نکالی ہیں عبارت آپ کی یہ ہے (یعنی بر تقدیر رابع ایمان عبارت ہے مجموعہ تین چیز سے ذیل سی یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا اور ماتہ وغیرہ اعضا سے نیک کام کرنا اس تقدیر پر تین مذہب ہیں ایک یہ کہ جو شخص عمل نیک نہ کرے اور عمل بد میں مبتلا ہو وہ کافر ہے یہ مذہب خوارج کا ہے دوسرے یہ کہ وہ شخص مومن ہے نہ کافر یہ مذہب معتزلہ کا ہے کہ درمیان ایمان و کفر کے واسطہ کے قائل ہیں تیسرے یہ کہ وہ شخص اصل ایمان سے خارج نہیں ہے اور نہ مستحق خلود جہنمی کا ہے بلکہ ایمان کامل سے خارج ہے اور ملقب بغاسق ہے

[illegible]

فِي آتِ الْإِيمَانِ قَوْلُ وَعَمَلٌ يُزِيدُ وَيَقْصُرُ ترجمہ اور روایت کیا ہے
 لاکھائی نے بھی ساتھ سند صحیح کے امام بخاری سے کہا طاقات کی میں نے اکثر
 ہزار آدمی علماء شہرون سے پس میں نے کسی کو ان میں سے نہیں دیکھا کہ ہمیں
 اختلاف کیا ہو کہ ایمان قول اور عمل ہے زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے امام
 احمد ابو عقیقہ سے میں فرماتے ہیں ہذا ہمدانیہ اہل العلم و اصحاب
 الکثر و اہل السنۃ المتسلکین بصر و ہذا المعروفین بآل المقننہ سی یسم
 فیہا من لدن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و لا یقین منا حد او
 اذ رکعت من علماء النجاشی والاشام وغیرہما علیہما من خالف
 شیئاً من ہذا المذہب اذ طعن فیہا اذ عایۃ قالکھا فهو مخالف
 مبتدع و خارج عن الجماعۃ نہ ائیل عن منبع السنۃ و سبیل الحق
 فكان قولہم ان لا ایمان قول و عمل و بنیۃ و تمسک یا لسنۃ
 و الایمان یزید و یقص و یستل فی الایمان غیر آت یکون
 للشیخ لکما ہو سنۃ ما ضیۃ عن العلماء فاذا سئل الرجل مؤمن
 انت فاکہ یقول انا مؤمن انشاء اللہ او مؤمن ارجو و یقول
 امست یا اللہ و ملکہ لیکہ و کتبہ و مرسلہ و من رحمہم آت الہ یمنا
 قول بلہ عمل کہو مرحی و من رحمہم آت الایمان ہو القول و لا عمل
 فشر الخ کہو مرحی و من رحمہم آت الایمان لا یرید و لا یقص فقد
 قال یقول المرجیۃ الخ حاصل ترجمہ کیا ہے کہ یہ مذہب اہل علم
 و اصحاب حدیث و اہل سنت کے جو تمسک کرنے والے ہیں سنت کو اور
 دین میں ان کا اقتہ کیا جاتا ہے ابتداء سے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ
 سے اس رنگ زبانی یہ مذہب جو اس رسالے میں نقل کئے جاتے ہیں

ابتداء زمانے صحابہ سے لیکر آج تک کے لوگوں کے ہمن (اور یا یا مین نے علماء
 مجاز اور شام اور سواح ان دونوں کے انہیں پر پس جس نے خلاف کیا کسی
 شے کا ان میں یا عیب لگا یا قائل اسکے کو یا قطع کیا اسکو پس وہ مخالف بدعتی
 خارج جماعت سے ہے نہ اہل موتے وار راستہ نعت سے اور طریقہ حق سے
 پس تھا قول ان کا یہ کہ ایمان قول اور عمل اور نیت اور تمسک کزماں نہ
 کے ہے اور ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے کم بھی ہوتا ہے اور متشکا کیا جاوے
 ایمان میں نہ واسطے شک کے نہ واسطے کہ وہ مست پھلی ہے علماء سے
 پس جب پوچھا جاوے آدمی قوموں سے پس ہر آئینہ وہ کہو میں ان شمار اسہ
 مومن ہوں یا مین امتیہ رکھتا ہوں کہ مین مومن ہوں یا کہو میں ایمان لایا اسہ
 امتہ کے اور اسکے فرشتوں کے اور کتابوں کے اور پیغمبروں کے اور جسے
 گمان کیا کہ ہر آئینہ ایمان قول ہے بلا عمل کے پس وہ مرجی ہے اور جسے گمان
 کہ ہر آئینہ ایمان قول اور اعمال ہے پس شرایع میں تو وہ مرجی ہے اور جسے
 کہا کہ ایمان بڑتا گشتا نہیں تحقیق اسے قول فرقہ ترجیہ کا کہا آخر تک انتہی اقوال
 تو اس مقدمہ میں اہل علم سلف کے جہت میں کہاں تک ہم نقل کرتے جاوین
 اگر حضرت معمر بن قول محقق جلال الدین کو ہی نظر غور سے دیکھیں گے تو معلوم
 کر لیں گے کہ سلف کا یہی مذہب تھا کہ اعمال جز ایمان میں اور بھی مذہب موافق
 حدیث شریف کے ہے جو پہلے منقول ہوئی یعنی ایمان کی کچھ اور پھر شرعاً مین
 مین ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو تشبیہ درخت سے دی
 ہے درخت شانہوں کے بڑھنے سے بڑھتا ہے اور کم ہونے سے کم ہوتا ہے
 اب ہم کو حاجت زاید نقل عبارات کے نہ رہی کیونکہ مقصود ہمارا خود معمر بن
 کی کلام سے ثابت ہو گیا جب پہلے مقدمہ کے رد سے فارغ ہوئے تو اب دوسرے

مقدمہ کا حلال واضح کیا جاتا ہے **قال المعترض** مقدمہ ثانیہ جن لوگوں کے
 نزدیک اعمال اجزاء حقیقیہ ایمان کے ہیں جیسے معتزلہ و خوارج اُن کے نزدیک
 زیادتی و نقصان ایمان بڑی دتی و نقصان اعمال ہوتی ہے کیونکہ نقصان
 اجزاء سے نقصان کل ضروری ہے اور زیادتی جز سے زیادتی مجموع بھی
 بدیہی ہے اور جن کو نزدیک اجزاء عرفیہ ایمان کے ہیں اُن کے نزدیک اصل ایمان
 کی زیادتی و کمی نہیں ہے **اقول** یہ بات آپ کے محض طبع زاد ہے کوئی
 دلیل اس پر نہیں بلکہ آپ کا پہلا مقدمہ ہی اسکی تکذیب کرتا ہے کیونکہ پہلے مقدمہ
 میں آپ نے شرح مقاصد سے ایمان شرعی کے چار معنی نقل کئے ہیں چوتھا یہ کہ
 یا ایمان نام ہے مجموع فعل قلبی و لسانی و افعال جوارح یعنی اعمال کا اور اسے
 چوتھی معنی کے تین شعبین علامہ نے شرح مقاصد میں لکھی ہیں اب ظاہر ہے کہ ایمان
 شرعی کے تقدیر رابع پر تین اجزاء ہوتے فعل قلبی و لسانی و اعمال جوارح جب کہ
 ایمان اس مجموعہ کا نام ٹھہرا تو اجزاء کی زاید ہونے سے مجموعہ مشکوک زاید ہوگا۔
 چنانچہ آپ نے ہی اسی قول میں لکھا ہے کہ زیادتی جز سے زیادتی کل بدیہی
 ہے پہلے حصے اسکو بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ ایمان شرعی نام ہے تصدیق قلب
 اور عمل بالارکان کا یہاں زیادہ تطویل کی حاجت نہیں ہے **قال المعترض**
 مقدمہ ثالثہ زیادتی و نقصان ایمان بسبب زیادت و نقصان اعمال نزع اس
 باب میں لفظی ہے مبنی ہے اختلاف تفسیر ایمان پر نووی شرح صحیح مسلم میں
 ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل صفہانی شافعی شارح صحیح مسلم سے نقل کرتے ہیں
 زَلَّامُ ثَمَانٍ فِي الْغَلَّةِ هُوَ النَّصْدُ فَإِنْ عُنِيَ بِهِ ذَلِكَ فَذَلِكَ يَنْقُصُ كَلَامَاتِ
 النَّصْدِ فَإِنْ كُنَّ شَيْئًا مُتَعَيِّرًا يَأْتِي بِتَصَوُّرٍ كَمَا لَهُ مَرَّةٌ وَنُفُصَاتُ
 أُخْرَى زَلَّامُ ثَمَانٍ فِي السَّكَنِ الشَّرْحُ هُوَ النَّصْدُ فَإِنْ يَأْتِي بِالْقَلْبِ وَالْعَمَلِ

بِالْأَمْرِ كَانَ دِرَاجَةً أَفْضَرُ بِهَذَا انْقِطَاعُ إِلَيْهِ النَّبِيَّةُ دَرَجَةً وَالتَّقْصُّ وَهُوَ
 مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ اِتِّفَاقًا حاصل اسکا یہ ہے کہ ایمان لغت میں عبارت
 تصدیق سے ہے پس اگر معنی مراد لئے جاوین تو اس میں نقصان نہیں
 ہوتا ہے کیونکہ نفس تصدیق کوئی چیز قابل تجزی نہیں ہے کہ کمال و نقصان
 اس میں ہوئی اور عرف شرع میں ایمان عبارت ہے تصدیق اور اعمال سے
 پس اگر تفسیر اختیار کی جاوے تو اس میں زیادتی و نقصان ہوگی واللہ اعلم
 زیادتی و نقصان ایمان کو بیعت زیادہ و کم ہونے اعمال کے نزاع لفظی
 سمجھنا آپ کی کم فہمی کی دلیل جلی ہے کیونکہ حنفیہ جو قائل ہیں کہ ایمان کم و بیش
 نہیں ہوتا تو ایمان شرعی کے ہیں نہ ایمان لغوی کے حنفیوں کے نزدیک ایمان
 شرعی تصدیق اور اقرار ہے اور صحابہ اور تابعین و ائمہ محدثین کے نزدیک
 ایمان شرعی تصدیق و اقرار و اعمال تین چیز کا نام ہے حنفیوں کے نزدیک
 ایمان شرعی بعض کے نزدیک و وجہ تصدیق و اقرار اور بعض کے نزدیک فقط
 تصدیق اور اقرار شرط ہے جب محدثین کے نزدیک ایمان شرعی کے تین چیزیں
 تو اب آپ بھی انصاف فرماوین کہ نزاع لفظی کیسی ہوئی نزاع تو عین ایمان
 شرعی میں نہیں چنانچہ پہلے خود ہی آپ اس کو شرح مقاصد سے نقل بھی کر چکے ہیں
 کہ ایمان شرعی میں اختلاف ہے پہر بیان آکر اس مقدمہ میں دوسرا ڈھنگ
 اختیار کیا ہے پہلے کلام سے معارض اس مقدمہ کو لکھا آپ فوراً سوچ سمجھ کر لکھا
 کریں اور جو آپ نے عبارت امام نووی سے نقل کیا ہے سو مژہ بالکل
 آپ کے مدعا کے خلاف ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ایمان لغوی و
 شرعی کی تفسیر کا فرق ہے تفسیر لغوی کے اعتبار سے ایمان میں زیادتی و نقصان
 نہیں ہو سکتا اور تفسیر شرعی کے اعتبار سے ہو سکتا ہے ایسی ہی عبارت

شرح مقاصد وغیر کا یہ مطلب ہے کوئی عبارت آپ کے مدعا کے مفید نہیں ہے۔
 ان ہر دو عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان شرعی زاید بھی ہوتا ہے
 ناقص بھی ہوتا ہے وہو المطلوب اور حنفیہ سے بھی نزاع اسی ایمان شرعی
 میں ہے نہ لغوی میں یہ کہ تفرع زیادتی و کمی ایمان کو لفظی کہنا سوا احوال
 کے اور کیا کہا جاوے۔ **قال لمعترض** یعنی اسی وجہ سے امام فخر الدین
 رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ اختلاف یعنی زیادتی و نقصان ایمان وعدم ان کا
 فرع تفسیر ایمان ہے پس اگر ایمان نفس تصدیق ہوتا اختیار کیا جاوے تو
 اس میں تفاوت نہیں اور اگر اعمال کا جبر ہوتا اختیار کیا جاوے تو اس میں تفاوت
 ہوگا۔ **اقول** جب ایمان شرعی نام تصدیق و اقرار و اعمال کا پیرا تو بیشک
 اس میں اعمال کے زاید و کم ہونے سے زیادتی و کمی ہوگی اور گفتگو ایمان شرعی
 میں ہے نہ ایمان لغوی میں امام رازی کی عبارت سے کوئی آپکا مطلب نہیں
 لکھتا امام رازی یہ تو نہیں کہتے کہ ایمان شرعی فقط تصدیق کو ہی کہتے ہیں اگر
 وہ یہ ہی فرماتے تو بھی یہ انکا فرمانا کب سماعت ہو سکتا تھا کیونکہ پہلے بطلان
 سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ صحابہ و تابعین کے نزدیک ایمان شرعی نام ہے تصدیق
 و اقرار و اعمال کا نہ فقط تصدیق کا بہر حال امام رازی کی عبارت سے بھی
 آپ کا کچھ مطلب نہ نکلا۔ **قال لمعترض** متعدد زایدتی و نقصان ایمان
 دو طور پر ممکن ہے ایک بسبب زیادت اعمال و نقصان۔ **الخ قولہ** اور ایمان کامل
 میں جوگی محدثین کی رائے پر کہ اعمال ان کے نزدیک اجزاء کمال ایمان میں
اقول محدثین کے نزدیک بھی نفس ایمان میں زیادتی و نقصان ہوتی ہے کیونکہ
 زیادتی جبر سے زیادتی کل کا ہونا ظاہر ہے ثبوت اس امر کا گذر آپ نے بھی
 اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں کی جس میں محققین کے نزدیک اعمال کے

زاید ہونے سے کمال ایمان کا زاید ہوگا نہ نفس ایمان میں بھلا بے نیل کے
 آپ کی بات کہ بستی جاوگی قولہ دوسری زیادت و نقصان ذاتی باہین طور
 کہ نفس تصدیق قلبی متفاوت ہوئی بدون اعتبار اعمال صالحہ و خبیثہ کے
 اس میں خلاف واقع ہے بعضوں کو نزدیک نفس تصدیق متفاوت نہیں
 ہوئی جیسا کہ عبارت نووی و شرح مقاصد سے واضح ہو چکا اور محقق یہ امر
 ہے کہ تصدیق میں تفاوت ہوتا ہے باعتبار مراتب یقین کے لہذا قول
 آپ کی اس حق گوئی سے ہم کمال خوش ہیں بیشک محقق مدح بھی ہے
 کہ نفس تصدیق بھی متفاوت ہوتی ہے جیسا کہ عبارت شرح عقاید نفسی سے
 معلوم ہوتا ہے شرح عقاید مطبوعہ مطبع نوکل شور کے صفحہ ۹۲ میں ہے قَالَ
 بَعْضُ الْمُحَقِّقِينَ لَا يَسْتَمِ وَأَنَّ حَقِيقَةَ التَّصَدُّقِ لَا تَقْبَلُ إِلَّا بِدَوِّ
 النُّقْصَانِ بَلْ يَتَأَوَّلُ قَوْلَهُ وَصُفْعًا لِقَطْعِ بَأَنَّ التَّصَدُّقَ مُسْتَحْدِثًا
 لَيْسَ كَتَّصَدُّقِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبَعْدًا قَالَ آيَةُ الْإِيمَانِ أَهْلُهُمْ وَكَانَ
 لِيُظْمِنَنَّ قَوْلِي تَرْجُمَةً لِبَعْضِ مُحَقِّقِينَ نَعْنِي كَمَا هِيَ كَهَمِ نَهْنِ سَلِيمِ
 کرتے کہ ہر ائید حقیقت تصدیق کی نہیں قبول کرتی زیادتی اور نقصان
 کو بلکہ متفاوت ہوتی ہے از رو قوت و ضعف کے واسطے یقین اس بات
 کے کہ تصدیق احادیث کی نہیں ہے مثل تصدیق نبی علیہ السلام کے
 اور اسی واسطے کہا ابراہیم علیہ السلام نے لیکن تو کہ اطمینان پکڑ کر دل
 میرا۔ ایسا ہی علامہ نے شرح مقاصد وغیرہ کتب میں لکھا ہے عبار میں تمام
 کتب کی صاحب تبصرۃ الناقد نے نقل کی ہیں مِنْ مَتَاءِ قَلْبِهِ وَجَّعَ إِلَيْهِ
 قَالَ الْمُعْتَرِضُ مَقْدَمُهُ خَامِسُهُ زِيَادَةُ وَنُقْصَانُ كَيْفَ مَعْنَى أَصْبَلِ مِنْ
 بَرُّهُنَا كُنَّا هَـ بِاعْتِبَارِ چنگی اور مساحت کے لہذا قول اس پر کیا دلیل ہے

کہ فقط چند گئی اور مساحت کے بڑھنے کو ہی بڑھنا کہتے ہیں اور کسی کے بڑھنے کو بڑھنا نہیں کہتے کیت و مقیاس وغیرہ کے بڑھنے کو کیا کہیں گے ذرا
 نحو میر وغیرہ کا ہی مطالع کیا خوتا۔ تو بھی آپ کو معلوم ہو جاتا کہ زیادتی کئی
 طرح سے ہوتی ہے بحث تمیز کو دیکھئے قولہ میں ثابت کرنا زیادتی و نقصان
 کا تصدیق میں جیسا کہ محققین سے منقول ہے بمعنی اصلے مشہور نہیں ہے
 بلکہ معنی قوت و ضعف اسی وجہ سے ابو و در حاشیہ شرح عقاید نسفیہ میں بہتو
 ہیں قولہ قُوَّةٌ وَضَعْفَا هَذَا مُسَمَّی لَمَّا لَمْ یَكُنْ کَاطِلٌ مَحْتَمَلٌ اقول آپ
 پہلے خود اقرار کر چکے ہیں کہ محقق یہ امر ہے کہ تصدیق میں تفاوت ہوتا ہے
 باعتبار مراتب یقین کے یعنی کسی کا مرتبہ یقین کا زیادہ ہوتا ہے کسی کا
 کم اب یہاں گواہ کو قوت و ضعف سے تعبیر کریں مگر یہاں سی مدعا کو ثبوت
 کے لئے اس قدر کافی ہے باقی جو آپ نے ابو و در سے نقل کیا ہے کہ
 اس سے کچھ نفع نہیں میں کہتا ہوں کہ یہ فقط ابو و در کے طبع زاویات
 ہے پہلوں سے یہ منقول نہیں ہے امام صاحب سے تو یہی منقول ہے
 کہ ایمان بڑھتا گھٹتا نہیں ہے ایمان اسان والون اور زمین والون کا
 برابر ہے اس عبارت امام صاحب سے کہیں یہ نہیں نکلتا کہ کسی طور سے
 ایمان بڑھتا بھی ہے یہ جو لوگوں نے بعد امام صاحب کے کہا ہے کہ امام
 صاحب کی مراد یہ ہے کہ نفس تصدیق نہیں بڑھتی محض لغو ہے کیونکہ کوئی
 عاقل بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا کہ کیت تصدیق کی کم و بیش ہوتی ہے
 امام شافعی و احمد وغیرہ مجتہدین ایسے پوچ بات کیوں کہیں گے جس نے
 کہا ہے کہ ایمان میں زیادتی و نقصان ہے تو کیفیات کے لحاظ سے ہے
 کہا ہے جیسے امام شافعی و احمد و جملہ محدثین اور جس نے کہا ہے کہ ایمان میں

زیادتی و نقصان نہیں ہو سکتی تو کیفیات کے لحاظ سے جو اس نے بھی کہا ہے
 پہلا جس کو شے عقل سے بھی ہو گا وہ کب کہے گا کہ کسیت تصدیق کی کم و بیش
 ہوئی ہے یہ قول ابو ورو سے محض کم نہ میر و غور کی وجہ سے سرزد ہوا ہے
 قال لمعشر من مقدمہ سادہ امام اعظم نے فقہ اکبر میں فرمایا ہے ايمان
 اهل السماء ولا ترضى ولا تزيده ولا ينقصه يعني ايمان آسمان اورین
 والون کا نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے اور کتاب الوصیۃ میں فرمایا ہے
 لا ایمان لا یزید ولا ینقص ولا یتصور نقصانہ لا یزید یا دۃ الکفر
 ولا یتصور من یا دۃ لا ینقصان الکفر کیف یجوز ان یتصور نقصان
 الواحد فی حاکلہ واحد مؤمنًا وکافرًا آیت ہے یعنی
 ایمان نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص اس وجہ سے کہ نہیں ہو سکتا ہے
 نقصان ایمان کا مگر ساتھ زیادتی کفر کے اور زیادتی اسکی نہیں ممکن
 ہے مگر ساتھ نقصان کفر کے اور اسکی شخص کا ایک وقت میں موصوف
 بایمان و کفر ہونا نہیں صحیح ہے ان دونوں عبارتوں کے دو مطلب
 ہیں ایک یہ کہ ایمان میں بسبب اعمال کے زیادت و کمی نہیں ہوتی جیسا کہ
 مؤلف عنایہ شرح پر ایہ اہل الدین محمد بن محمود و بارتی نے کتاب الوصیۃ کے شرح
 میں اختیار کیا ہے اقول امام صاحب کی عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ
 ایمان اہل سواد رض کا برابر ہے نہ کم ہوتا ہے نہ زائد ہوتا ہے یہ جو دو مطلب
 لوگوں نے امام صاحب کی عبارت کے لکھے ہیں محض تاویل لاطائل ہے اس
 عبارت سے یہ مطلب نکالنے کے واسطے کوئی قرینہ صاف چاہیے جو معنی حقیقی
 کی مراد سے نفع ہو امام اعظم کی ظاہر کلام کے معنی حقیقی تو یہی ہیں کہ ایمان کسی
 طرح سے نہ زائد ہوتا ہے نہ کم اس کلام کی تاویل کو کہے اس کلام کو حقیقت سے

پہننے کے واسطے کوئی دلیل ضرور ہونی چاہیے باوجود اسکے کہ یہی امام صاحب
 کی عبارت مخالفت نصوص سے نہیں ہو سکتی کیونکہ پہلی تاویل اہل الدین
 کا یہ مطلب ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اعمال داخل ایمان نہیں ہیں چونکہ
 انہیں اعمال کے داخل کرنے سے ایمان میں کمی بیشی پائی جاتی ہے سو
 امام اعظم اسکے قائل نہیں ہیں اسلئے انہوں نے فرمایا کہ ایمان زیادہ
 نہیں ہوتا اور نہ کم ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ اس تاویل سے ہی امام صاحب
 کا ذمہ مخالفت نصوص سے برسی نہیں ہوتا کیونکہ احادیث معبود مذکورہ بالا
 و عبارت سلف سے معلوم ہوا کہ اعمال داخل ایمان میں سلف کے نزدیک
 ایمان شرعی نام تصدیق و قرار و اعمال کا ہے امام احمد وغیرہ اس شخص
 کو جو اعمال کو داخل ایمان نہ جانے مرجی فرمایا ہے حضرت شیخ عبدالقادر
 جیلانی نے بھی غنیہ میں فرمایا ہے کہ مرجیہ کا عقیدہ ہے کہ اعمال داخل ایمان
 نہیں ہیں اب اس تاویل سے ہی وہی مفاسد لوٹ آئے اور مخالفت کا اعتراض
 قائم رہے تو دوسری تاویل ملا علی قاری کی جس کا حاصل یہ ہے کہ امام صاحب
 کا یہ مطلب ہے کہ نفس تصدیق میں زیادتی و نقصان نہیں ہے نہ مراتب تصدیق
 میں بلکہ مراتب تصدیق کے کم و زیادہ ہوتے ہیں ان میں کہتا ہوں یہ تاویل
 ہی ملا صاحب کی باطل ہے و وجہ سے اول یہ کہ سلف سے یہ مضمون
 بالکل منقول نہیں ہے اور نہ کسی کتاب حنفیہ میں اس کا پتہ ہے بلکہ صاحب
 موافق وغیرہ نے تو قوت و ضعف کو ہی زیادتی و کمی سے تعبیر کیا ہے
 جیسا کہ شرح عقاید کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے جو پہلے منقول ہو ہی جبقہ
 و ضعف پر ہی زیادتی و نقصان کا اطلاق ہوا تو پھر یہ تاویل کیسے صحیح
 ہوگی کیونکہ امام صاحب کو تو زیادتی و کمی ایمان سے ہی انکار ہے ۔

وجہ دوم کہیت تصدیق میں زیادتی و نقصان کے امام
 سامعی وغیرہ بھی قائل نہیں ہیں امام شافعی تو کیا کوئی عاقل ہی ایسی بات
 نہیں کہے گا کہ نفس تصدیق میں زیادتی کی موتی ہے کیونکہ نفس تصدیق متجزی
 ہو ہی نہیں سکتی اگر امام صاحب کی یہی مراد ہے تو امام شافعی وغیرہ محدثین
 سے خلاف کیوں کرتے تھے صاف کہہ دیتے کہ نفس تصدیق نہیں زیادتی
 بلکہ اسکے مراتب زیاد و کم ہوتے ہیں جب امام صاحب نے یہ منقول فرمایا
 تو ہم یقین کرتے ہیں کہ مراد ان کی مطلق عدم زیادتی و کمی ہے جو شامل
 ہے کیفیات ایمان کو **قال لمعترض** بعد سمجھنے ان مقدمات کے سمجھنا
 چاہیے کہ مولف ظفر من نے بے سمجھے بوجھے کہہ دیا کہ امام صاحب نے خلاف
 قرآن کیا **قول** جو کچھ مولف ظفر نے کیا خوب سمجھ کر کہا آپ نے ہی نہیں
 سمجھا اور حال مقدمات آپ کا بخوبی واضح کیا گیا اور آپ کے کل تاویلات
 رنگیکہ کو رد کیا گیا اب کوئی بات آپ کی اس بحث میں ایسی نہیں ہے کہ اسکا
 جواب نہ ہوا ہو یا امام بخاری و شیخ عبد القادر نے جو مذہب حنفیہ کو رد کیا
 ہے اور ایمان کی زیادتی و نقصان کا ثبوت کیا ہے اپنی جگہ پر بہت ٹھیک ہے
 ان نذرگوں کا وہی مطلب ہے جو ان کے لفظوں سے معلوم ہوتا ہے
الحمد للہ کہ یہ بحث تمام ہوئی **قال صاحب الظفر** مسئلہ ثبوت و حتم مدیہ
 وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کئے شوہر اپنی عورت کو حمل تیرا ثبوت
 نہیں ہے تو نہیں ہے لہذا یہ مذہب ہے امام اعظم اور ایون کے شاگرد
 زفر کا سوا امام اعظم اور ایون کے شاگرد و رفیق نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے
 اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم میں روایت ہے سہل بن سعد ہی
 کہ عویم غیلانی کی عورت نے زنا کیا ایک مرد سے اور حمل ہوا اس کو تو فرمایا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عذیر کو کہ تحقیق وحی اتاری گئی ہے سچ قصہ
 تیرے کے اور عورت تیری کے پس لعان کی دونوں نے یعنی میان موسیٰ
 نے مسجد میں قال المعترض سبحان اللہ نہ ہدایہ کے مطلب پر غور کیا نہ امام عظیم
 کے قول کو سمجھا نہ حدیث کا مضمون خیال کیا بے نامل آنکہ ہند کر کے مخالفت
 کا حکم دیدیا ہم اقول آپ نے پیچھو وہ کوئی بہت اختیار کی ہے جناب من
 صاحب ظفر نے اس حدیث کا وحی مطلب سمجھا ہے جو امام شافعی وغیرہ
 محدثین نے اسکا مطلب بیان کیا نہ وہ مطلب جو آپ نے بیان کئے کہ خود
 آپ نے مطلب نہ ہدایہ کا سمجھا نہ قول امام اعظم کا نہ حدیث کا بغیر سمجھے
 حدیث کے تاویل کے درپے ہوئے ان شاراح آپ کے بے سمجھے کا
 حال بخوبی واضح کیا جاتا ہے فانظر قولہ لعان جب واجب ہوتا ہے
 کہ مرد اپنی بی بی کو تہمت زنا کی لگا دے اور کوئی گواہ اس کے پاس نہ ہو
 اقول تہمت زنا کی لگانے سے بھی لعان واجب ہوتا ہے اور نفی حمل
 کے کرنے سے بھی لعان واجب ہوتا ہے کیونکہ نفی ولد کے کرنا یہ بھی
 تہمت زنا کی لگانا ہے جب کسی آدمی نے اپنی بی بی سے کہا کہ یہ تیرا
 حمل مجھ سے نہیں ہے تو اس کے بھی معنی من کہ یہ حمل حرام کا ہے
 تو نے زنا کیا ہے یہ زیادہ ابلغ ہوا یون کہنے سے کہ تو نے زنا کیا ہے باوجود
 اسکے حدیث میں بھی بھی آچکا ہے لکھا مسیئرتے اور کیفیت لعان کی قرآن مجید
 میں موجود ہے جیسا کہ آپ نے بھی اسکو نقل کیا ہے حاجت ہمارے
 لکھنے کی نہیں ہے قولہ اور جسودت میں شوہر اپنی بی بی سے یہ کہے
 کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے اور یہ نہ کہے کہ تو نے زنا کی یا اور کوئے
 لفظ ایسا جس سے تہمت زنا کی ثابت ہو پس ایسی صورت میں امام اعظم

کے نزدیک اسوجہ سے لعان واجب نہیں کہ منشاء وجوب لعان کا بیساکر
آیت قرآنیہ سے ثابت ہے گالے دینا زنا کی ہے اور اسقدر کہنے سے کہ یہ
حمل مجھ سے نہیں ہے تہمت زنا کی نہیں ثابت ہوتی ہے اقول جب
شوہر نے اپنی بی بی سے کہا کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو گالی زنا کے
اسنے دسی گالی زنا کی اور کس چیز کا نام ہے اس جملہ کو تہمت زنا کے نہ
سمجھنا عجیب بات ہے جب ایک شخص اپنی زوجہ کو کہتا ہے کہ یہ تیرا حمل
مجھ سے نہیں ہے تو ضرور اسکا بھی مطلب ہے کہ تو نے زنا کیا ہے اور
اس جملہ کے کہنے سے لعان واجب ہوتا ہے اور آیت قرآنیہ سے یہ نہیں
ثابت ہوتا کہ لفظ تہمت زنا کی ہے صیح لگانے سے لعان واجب ہوتا ہے
بلکہ آیت قرآنیہ سے تو مطلب صاحب لفظ وغیرہ محدثین کا ثابت ہوتا ہے
اور قاضی نے فرمایا ہے وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ
شَهَادَةٌ إِذْ شَهِدَ الشَّاهُ صَاحِبُ اسْکے ترجمہ میں فرماتے ہیں اور جو لوگ کہتے
تھکاتے ہیں جو روؤں اپنیوں کو اور نہیں ہے واسطے ان کے شاہد
تفسیر معالم میں لکھا ہے وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ بَلَاغَتُهُمْ
عَبَاثَةٌ مِّنْ عَنَانٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّائِدَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مِّنْ مَّاءٍ مِّنْ مَّاءٍ
وَلَفْظِ رَمَى سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنی جو روؤں کو تہمت لگاتے
ان پر لعان واجب ہے تہمت کا لفظ عام ہے آیا لفظ زنا سے ہو یا لون
کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے کیونکہ یہ بھی تہمت ہے آپ جو رمی کو فقط
ایک لفظ سے خاص کرتے ہیں اور اسکو حیرت عموم سے نکالتے ہیں
اور اسکے واسطے کوئی دلیل حوالی چاہیے جس سے اطلاق آیت کو مقید

کیا جاوے آپ کی مجرور اسے تو آیت مفید نہیں ہو سکتی اور آپ کے
 اصول میں تو یوں کہا ہے کہ خبر واحد سے بھی قرآن کی تخصیص جائز نہیں
 جب آپ کے نزدیک خبر واحد سے تخصیص قرآن کی جائز نہیں ہے تو محض
 راوی سے کیونکر تخصیص آپ نے کی نا وجوہ یک حدیث شریف سے ہی یہی
 مطلب معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت عام ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
 حمل سے لعان کر لیا **کما یسیر قولہ** اس وجہ سے کہ حمل جو بالیقین
 نہیں جائز ہے کہ شک اسکا ریاہ سے پھول گیا صوبس ہر گاہ حمل کا ہوا یقیناً
 نہ ہوا۔ الخ۔ **اقول** امام شوکانی اسکے جواب میں فرماتے ہیں
 وَذَهَبَتِ الْهَادِيَةُ الْوُكُوفُ وَحُجَّتْ إِلَى آتِهِ لَا يَصِحُّ قَبْلَ الْوَضْعِ مُطْلَقًا
 كَقَوْلِهِمْ لَا يَكُونُ يَمِينًا وَرَدَّ بَانَ هَذَا اِحْتِمَالُ الْعَبْدَةِ كَأَنَّ الْعَمَلِ قَرَأَتْ
 قَوْلَهُ يَطْلُ مَعَهَا وَجُوهُ وَطَنًا قَوْلًا وَذَلِكَ كَافٍ فِي الْعَلَانِ كَمَا جَاءَ
 الْعَمَلُ يَمَانِي ثَبَاتِ عِدَّةِ الْحَامِلِ وَتَوَلَّى قِسْمَةَ الْمَيِّمَاتِ وَلَا
 يَدْفَعُ كَمَا مَرَّ نَطُونُ كَلَا حَتَمًا الْعَبْدَةِ وَذَهَبَ آبُ حَنْفِيَّةَ وَالْمَرْءُ فِي
 وَأَبُو طَالِبٍ إِلَى آتِهِ لَا يَصِحُّ الْعَلَانُ وَالْتَفَى قَبْلَ الْوَضْعِ لَا مَطْلَقَ
 الشَّرْطِ بَعْدَهُمُ الْيَقِينِ وَرَدَّ بِآتِهِ مَشْرُوطًا كَمَا يَلْفِظُ بِهِ
 حَاصِلُ تَرْجُمَةِ كَايَ هِيَ كَمَا هِيَ مِنْ دَوِيْدَ اَوْرَبُو سَعْدَ اَوْرَبُو سَعْدَ اسکی طرف
 کہ تحقیق لعان نہیں صحیح ہے قبل وضع حمل کے واسطے احتمال
 اسکے کہ پیٹ اسکا ریج (یعنی ہوا) سے پہلا ہو اور روکیا گیا ہے یہ حال
 اس طرح سے کہ یہ احتمال بعید ہے کیونکہ حمل کے لئے قرآن قوی ہوا کرتے
 میں جس کے ساتھ حمل کے ہونے کا گمان قوی ہوتا ہے اور گمان قوی
 لعان میں کافی ہے جبکہ جائز ہے عمل ساتھ انہیں قرآن کے ثبات کو نہیں

عدت معاملہ کے اور چھوڑنا تقسیم میراث کا نہیں وقع کیا جاتا ہے اور غرضی احتمال
 بعید سے اور بوحفیہ اور منزلی اور ابو طالب اس طرف گئے ہیں کہ نہ لعان صحیح ہے
 نہ نفی پہلے وضع حمل کے مگر ساتھ شرط کے واسطے نہ ہونے یقین کے اور رد
 کیا گیا ہے کہ وہ لعان مشروط ہے اگرچہ ظاہر لفظوں سے نہ کہا گیا ہو انتہی
 جناب میں اس ناویل کو تو محدثین نے بخوبی رو کر دیا ہے آپ کو کتب متقدمین
 کی نہ نصیب ہوں تو مسک الختام کا ہی مطالعہ فرما دیں **قولہ** پس
 معلوم ہوا کہ مذہب امام کا اس مقام پر موافق ہے قرآن و حدیث کے آخر تک
اقول بالکل غلط ہے مذہب امام کا اس مسئلہ میں مخالف ہے قرآن و حدیث
 کے جیسا کہ واضح ہوا **قولہ** اور حدیث عویمر کی جو آپ نے نقل کی اور
 اس کو مخالف امام سب سے کجرات اعتراض کی کی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری
 و مسلم کا دیکھنا آپ کو نصیب نہیں ہوا الخ **اقول** جناب میں صحیحین کا
 مطالعہ صاحب ظفر نے خوب کیا ہے مگر آپ کہتے کہ آپ کو اب تک صحیح بخاری کا
 بھی مطالعہ نصیب نہیں ہوا کیونکہ صحیح بخاری کی روایت میں صحیح ہے کہ
 اس نے حمل کا انکار کیا تھا الفاظ بخاری کے یہ ہیں وَكَانَتْ حَامِلًا فَانْكَرَ
 جَمَلَهَا وَكَانَ رَأْسُهَا كِلَيْتِي رَأْيِيكَ **ترجمہ** اور نفی وہ عورت حاملہ پس
 انکار کیا عویمر نے حمل اوس کے کا اور تھا بیٹا اوس کا چار احادیث طرف اوس
 عورت کی اس روایت کو ملاحظہ کر کے اپنے کم نظریے کا تو اقرار کریں
قولہ ہاں اگر کوئی حدیث ایسی نکالے کہ اوس سے حکم لعان کا صرف
 اس قدر کہنے سے ثابت ہوتا ہو تو البتہ اعتراض مخالفت کا درست ہوگا الخ
اقول اگرچہ اعتراض مخالفت کے لئے وہی حدیث مذکورہ بالا کافی ہے
 مگر آپ کی خاطر سے ایسی حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جس سے اس قدر

کہنے سے حکم لعان کا ثابت ہوتا ہے منقہ الاخبار میں ہے عن ابن عباس رضی
 اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنے
 بھائی یا بہن کو کفر سے روکے اور وہ نہ مانے تو اس کو لعان کرنا چاہیے۔
 ہے ابن عباس سے کہ تحقیق بنی صلعم نے لعان کرنا یا حمل پر یعنی حمل کے نفی
 کر دینے سے انتہی اس کتاب میں آخر حضرت عمر کا بھی اس بارے میں
 نقل کیا ہے امام شوکانی نے اسکی شرح میں اس مسئلہ کو سنجی ثابت کر دیا ہے
 اور مذہب مخالفین کو رد و جسکو شوق ہو اسکی طرف رجوع کرے اگر وہ نصیب
 نہ ہو تو منکال تمام کا ہی مطالبہ کرے انتہی۔ **قال صاحب الظفر**
 بست و ہم صلی شرح ہدایہ میں اور شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے
 کہ پگڑی پر مسخ کرنا درست نہیں اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور امام شافعی اور
 امام مالک کا سو امام اعظم اور امام شافعی اور امام مالک نے اس مسئلہ میں خلاف
 کیا ہے ان دو حدیثوں کا پہلی حدیث مسلم میں روایت ہے مغیرہ بن
 شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ تحقیق بنی صلعم نے وضو کیا پھر مسح کیا
 اپنی پیشانی کے بالوں پر اور پگڑی پر اور موزوں پر دوسری حدیث احمد
 اور ابو داؤد میں روایت ہے ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہ کہا بھیجا رسول خدا صلی
 اللہ علیہ وسلم نے چوٹا لشکر پہر حکم کیا ان کو یہ کہ مسح کریں دستار مہر پر یعنی پگڑیوں پر
 اور تساخین پر یعنی موزوں پر اور صحیح کہا اس حدیث کو حاکم نے قال المتعصر
 امام اعظم اور امام شافعی اور امام مالک پر کیا انحصار ہو اس امر کا تو قائل
 ایک جم غفیر والا بتا رہے کہ مسح صرف غماہ پر درست نہیں ہے اقول
 جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مسئلہ میں حدیث صحیح ثابت ہو تو پھر اس کا
 پچھو غف نہیں کہ مخالف اسکے اکثرین یا جمہور یہ بات حصہ میں مقلدین
 کے ہے امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں **إِذَا شَكَّ السَّامِعُ**

میں کہا ترمذی نے اور وہی قول ہے بہت سے لوگوں کا اہل علم سے آخر
 قول ترمذی نے ایک ایسا ہی جناب افضل الحقیقین تو اب سید محمد صدیق حسنی نے
 صاحب ہما ورنے مسکن الختام و شرح دربرہ میں فرمایا ہے ان قول جسے
 معلوم ہو کہ مسیح عمامہ پہ کرنے کی طرف بہت سے علماء محدثین مجتہدین گذرے ہیں
 معترض کا قول کہ بہت سے لوگ اس طرف گئے ہیں محض وہو کہا وہی ہے تو لکھ
 نووی کی شرح صحیح مسلم میں موجود ہے یعنی اگر صرف عمامہ پر مسح کرے اور سر پر
 بالکل مسح نہ کرے نہ کافی ہو گا یہ نزدیک ہمارے یعنی ثبانی کے اور یہی مذہب
 ہے مالک اور ابو حنیفہ اور اکثر علماء اہل سنت محمدیہ کا **قول** حضرت معترض کی
 چالاک کی کو معلوم کرنا چاہیے کہ امام نووی کی عبارت کو اپنے مطلب کے موافق
 نقل کر دیا اور جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح عمامہ کے جواز کے طرف امام
 احمد وغیرہ گئے ہیں اسکو ترک کیا میں پوری عبارت امام نووی کی نقل
 کرتا ہوں جس سے چالاک معترض کا حال معلوم ہو گا تو وہی شرح مسلم کی جلد
 اول کے صفحہ ۱۳۴ میں ہے **وَقَدْ اُتِيَ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَمْسَحُ بِمِصْبَاحٍ مِنْ لُؤْلُؤٍ**
لَمْ يَجْعَلْ فِيهِ دِيْلَابَ عَيْنٍ نَابِلَةٍ خِلَافَ وَهُوَ مَذْهَبُ مَا لِيَ وَآبِي حَنِيفَةَ وَآبِي حَنِيفَةَ وَآبِي حَنِيفَةَ
وَوَافَقَهُ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ السُّنَنِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَحْكَامِهِ **ترجمہ** اگر اقتصار کیا صرف
 عمامہ پر اور نہ مسح کیا کچھ سر پر نہیں جائز ہو گا نزدیک ہمارے بلا خلاف اور بھی مذہب
 امام مالک اور ابی حنیفہ اور اکثر علماء رحمہم اللہ کا ہے اور گئے ہیں امام احمد بن حنبل
 رحمۃ اللہ علیہ طرف جواز اقتصار کی اور موافق ہوئی ہے اسکو اس پر ایک جماعت
 سلف کے آئمہ زیادہ جانتا ہے حضرت معترض نے (دونوں مذہب احمد بن حنبل سے)
 آخر کی عبارت کو نہ لکھا کہ جس سے عوام نہ جان لیں کہ اس طرف بھی کوئی گیا ہے

قولہ اور مذہب موافق ہے قرآن کے **القول** اگر یہ مذہب موافق
 قرآن کے ہے تو مسیح عمامہ پر کرنے کا یہی موافق قرآن کے ہے **قولہ** مسیح عمامہ
 کا کہیں قرآن میں نشان نہیں ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عمامہ سر نہیں ہے
 پس صرف عمامہ پر مسیح کو کافی سمجھنا خلاف قرآن کے ہے **القول** اس اعتراض
 کہ امام شوکانی نے اس وجہ سے رد کر دیا ہے اس مقام پر مناسب ہے کہ امام
 شوکانی کے عبارت کا ترجمہ نقل کر دیا جاوے نیل الاوطار میں فرماتے ہیں حجت
 پکڑی ہے حنفیہ وغیرہ کے تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے مسیح سر کا - اور
 حدیث عمامہ پر مسیح کرنے کی تاویل کو محمد بن نہیں ترک کی جاوے گی یقینی
 بات سنگ سے اور مسیح عمامہ پر نہیں کہلاتا ہے مسیح سر کا یہ اعتراض یوں دفعہ
 کیا گیا ہے کہ حنفیہ وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ فقط بالون کے مسیح سے مسیح کا مسیح ہو جاتا ہے
 حالانکہ بالون کو سر نہیں کہتے تو یہ بھی مخالف قرآن کے ہوگا میں اگر کوئی کہے کہ
 بالون کو سر بطور مجاز کے کہتے ہیں علاقہ مجاز و زنت سے تو کہا جاوے گا کہ عمامہ ہی ایسا
 ہی ہے اسی علاقہ سے پس تحقیق کہا جاتا ہے بوسہ دیا میں نے سر اسکے کو حالانکہ
 بوسہ فقط عمامہ کو دیا جاتا ہے حاصل یہ ہے کہ تحقیق ثابت ہوا ہے فقط مسیح سر
 اور فقط عمامہ پر اور عمامہ اور سر دونوں پر اور بر صبیح ثابت ہے ان حضرات
 صلعم سے پس اقتضا کرنا بعض احکام شرح پر بغیر کسی موجب کے شان خصمین
 سے بعید ہے ختم ہوا ترجمہ نیل الاوطار کا خلاصہ جواب امام شوکانی کا یہ ہے کہ
 حنفیہ وغیرہ کے نزدیک فقط بالون پر مسیح کرنے سے مسیح سر کا ہو جاتا ہے حالانکہ
 بالون کو سر نہیں کہتے اب اسکو بھی مخالف قرآن کے کہو جو جواب اس اعتراض
 کا ہوگا وہی جواب عمامہ پر مسیح کرنے کا تصور کہیں ایک جواب یہ عاجز اس
 اعتراض کا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَالْمَسْكُو بِهِ كُفٍّ** یعنی مسیح کر

سردن اپنے کا اسد تھالے لے کر کل سر کے مسح کو فرمایا ہے نہ بعض کو حالانکہ حنفیہ کے نزدیک مسح فرض فقط ربيع اس کا ہے نہ کل کا تو یہ مذہب حنفیہ کا مخالف قرآن کے ہوا اگر یہ جواب دیوں کہ حدیث میفرمے سے ہننے ربيع اس کی فرضیت نکالی ہے تو ہم بھی کہیں گے کہ ہننے بھی جو آرمس عمامہ کو حدیث عمر بن امیہ ضمری و میفرہ بن شعبہ و بلال کی حدیث سے نکالا ہے اگر بعض سر کا مسح موافق قرآن ہے تو یہ بھی موافق قرآن ہے فقط قولہ اور احادیث میں بھی کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف عمامہ پر مسح کافی ہے اور

اقول - مصرع

آنجنابین اگر بند ہی ہیں تو پہرون ہی رات ہو

جناب من تقلید کی پٹی کو آنکھوں سے دور کیجئے اور احادیث مسح عمامہ کا ملاحظہ کیجئے صاحب ظفر نے تو حدیث ابو داؤد کی نقل کر دی تھی کیا وہ نظر عالی سے نہیں گذری۔ خیر اب ہم سے سنئے سنتے میں ہے عَنْ عُمَرَ بْنِ اُمَيَّةَ الْقُتَيْبِيِّ قَالَ تَرَأَيْتُمْ سَوَّلَ اللّٰهُ صَلَّوْهُم مِّنْجِي عَلَى عَمَامَتِهِ وَخَفِيَّةٍ رَّوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ خَرَّابٍ وَابْنُ مَاجَةَ تَرَأَيْتُمْ رَوَيْتُمْ عَنْ عُمَرَ بْنِ اُمَيَّةَ ضَمْرِي سے کہا دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسح کرتے تھے عمامہ پر اور دونوں موزوں پر روایت کیا اس کو احمد اور بخاری اور ابن ماجہ نے وَعَنْ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ سَوَّلَ اللّٰهُ صَلَّوْهُم عَلَى الْخَفِيِّينَ وَالْخُفَامِيَّةِ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اَلَا الْبَخَارِيُّ وَابْنُ خَرَّابٍ وَابْنُ مَاجَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْمُوْهُمُ الْخَفِيِّينَ وَالْخُفَامِيَّةِ تَرَأَيْتُمْ رَوَيْتُمْ عَنْ بِلَالٍ سے کہا مسح کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر اور عمامہ پر روایت کیا اس کو ایک جماعت نے مگر بخاری نے اور ابو داؤد نے اور احمد کی روایت میں ہے کہ تحقیق بنے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سح کر تم اور موزون کے اور عمامہ کے و عن
 الْمُقْبِرَةِ بْنِ مُقْبِرَةَ قَالَ قَوْمَاءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 رَوَاهُ الْقَوْمُ سَيِّئَةً وَصَحَّحَهُ تَرْجَمَةُ رَوَيْتُ عَنْ أَبِي مِغْرَةَ بَنِي شُعْبَةَ عَنْ
 وَضُو كَيْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مِزَانٍ وَضُو كَيْلِ مِزَانٍ
 فِي رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ فِي رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 قَدْ أَخَذَتْ وَهُوَ يَرُدُّ أَنَّ يَخْلَعُ حَقِيْقَةً قَائِمًا فَتَلْهَى أَنْ تَبْتِغِ عَلَى حَقِيْقَةٍ
 وَهِيَ قَائِمَةٌ وَقَالَ تَأْتِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْتِغِ عَلَى حَقِيْقَةٍ
 رَوَيْتُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمَانَ أَنَّ هَؤُلَاءِ أَهْلَ مِزَانٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 وَضُو كَيْلِ مِزَانٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 فِي مِزَانٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 تَأْتِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمَاءُ وَصَحَّحَهُ تَرْجَمَةُ رَوَيْتُ عَنْ أَبِي مِغْرَةَ
 رَوَيْتُ عَنْ أَبِي مِغْرَةَ بَنِي شُعْبَةَ عَنْ وَضُو كَيْلِ مِزَانٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 وَضُو كَيْلِ مِزَانٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 صَدِيقُونَ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 أَنْ تَبْتِغِ عَلَى حَقِيْقَةٍ قَائِمًا فَتَلْهَى أَنْ تَبْتِغِ عَلَى حَقِيْقَةٍ
 الْعَمَاءُ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مِزَانٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 فِي مِزَانٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ
 جَاءَ مِنْهُ فِي مِزَانٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ كَيْلِ رِوَايَةٍ

کیا۔ راوی نے کہا عصائب سے مراد عمارتیں ہیں اور تباخین سے مراد موزی
 فقط اب میں احادیث کہاں تک لکھوں ان احادیث کو دیکھ کر شرمائے اور
 یہ وہ خیالات سے باز آئے **قولہ** اور حدیث ابو داؤد کا یہی یہی مطلب
 سلف سے ماور ہے **اقول** یہ محض آپ کا سلف پر بہتان ہے ایسے
 محققین محدثین نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے جیسا کہ گذر اجونہ سمجھے اور بے
 سمجھے بوجھے اعتراض کرے اسکے دباغ میں فتور ہے وَمَنْ لَمْ يَحْضَرْهُ **اللَّهُ**
صاحب لفظ۔ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام اگر نماز میں
 قرآن دیکھ کر پڑھے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو
 امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری میں ہے کہ
 امامت کروانا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان غلام ان کا قرآن ہے یعنی نہا
 میں قرآن دیکھ کر پڑھتا تھا **قال لمعترض** یہ تو فرمائیے بخاری میں یہ کہاں
 ہے کہ ان کو ان نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھتے تھے یہ آپ کا افتراء ہے فرمائیے تو
 اس افتراء کی کیا سزا ہے **اقول** اس کو افتراء سمجھنا آپ ہی کا کام ہے
 اگر ان کو ان قرآن دیکھ کر نہیں پڑھتے تھے تو من المصحف کی قید کا کیا فائدہ ہے
 فقط اس بقدر کافی تھا۔ و کتابت عائشہ **کوہ** اور یہ جو عینی سے آپ نے
 اسکا مطلب لکھا ہے کہ قبل شروع کرنے نماز کے قرآن کو دیکھ لیتے تھے اور
 اس سے یاد کر لیتے تھے جواب اسکا دو وجہ سے ہے اول یہ کہ یہ مطلب
 خلاف ظاہر کے ہے وجہ دوم یہ کہ خود آپ کا کلام ہی اس مطلب کے
 تخلیط کرتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ نے نقل کیا ہے کہ وہ قرآن امامت
 کو منع کرتے تھے اگر عینی کا مطلب ٹھیک ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی

کیا وجہ ہے تاہم عینی کے نزدیک قرآن دیکھ کر یا ذکر یا بھی منع ہو گا اب آپ
 ہی انصاف کریں کہ صاحب ظفر نے جو مطلب اُردو کو ان سے سمجھا ہے وہی
 درست ہے یا یہ افتراء ہے کیا کہا جاوے انصاف سے تو آپ منزلوں دور
 ہیں اس لئے خود آپ کی کلام میں ہی تعارض واقع ہوتا ہے برائے خدا
 جو بچھا کریں سبجہ کرکھا کریں **قولہ** ہنہ ما کہ اس اثر کا وہی مطلب ہے
 جو آپ سمجھتے ہیں مگر آپ کے نزدیک تو آثار صحابہ حجت نہیں ہیں پہر کیوں اثر
 کو ان وعائشہ سے امام پراعتراض ہو رہا ہے **القول** گو ظاہر میں
 یہ آثار ہیں مگر حکما و مرفوع معلوم ہوتے ہیں نیز حنفیہ کے نزدیک تو آثار صحابہ
 حجت ہیں مگر اسلئے صاحب ظفر نے ان کو ذکر کیا کہ تمہارے نزدیک آثار صحابہ
 حجت ہیں پہر تم کیوں ان کے مخالف عمل کرتے ہو باتے رہا قول ابن عباس
 کا جو آپ نے نقل کیا ہے اس کی سند بیان کریں بعد اسکے جواب ہم سے
 سنیں فقط قال صاحب لطف فنادی عالمگیری وغیرہ میں کہا
 ہے کہ امام کے پیچھے صف میں اگر جگہ موجود ہے تو نماز اکیلے کی مکروہ ہے اگر
 اگر جگہ نہیں ہے تو نہیں ہے مکروہ اور یہی مذہب امام اعظم کا ہے سو امام
 نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ احمد اور ابو داؤد اور ترمذی
 میں روایت ہے والصب بن عبد رزق سے کہ تحقیق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 نے دیکھا ایک مرد کو کہ نماز پڑھتا تھا پیچھے صف کے اکیلا اس حکم کیا اور سکو
 کہ پھر پڑھے نماز اور جن کہ اس حدیث کو ترمذی نے اور صحیح کہا اس کو ابن
 نے اور اسکی حدیث میں طلق سے نماز نہیں ہوتی اکیلے کی پیچھے صف کے
 اور زیادہ کیا طبرانی نے والصب کی حدیث میں کہ کیوں نہ داخل ہو اوسات
 ان کے صف میں یا کھینچ لیتا تو کسی مرد کو قال لمعترض اتنے آپ کو ہستی

نہیں کہ اسی پیش میں اور مذہب امام میں کیا مخالفت ہے **۱ قول** ازل ہوش
 کیجئے یہ کیا زبان سے نکال رہے ہیں صاحب طفر نے تو خوب ہتھیاز سے ہے
 لکھا ہے یہ کہتے کہ آپ کو ہی ہتھیاز نہیں اردو کی عبارت ہی کو ہی مسئلہ بتا
 نہیں اس میں مخالفت کا ہونا تو صاف ظاہر ہے کیونکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے
 کہ جو شخص تنہا صاف کے پیچھے نماز پڑھے اسکی نماز نہیں ہوتی اور امام کے
 نزدیک نماز ہو جاتی ہے ایک صورت میں باکرہ ہتھیاز دوسری میں باکرہ ہتھیاز
 سچ کہتے یہ امام کا قول مخالفت حدیث کے ہے یا موافق **قول** اس حدیث
 میں کہاں ہے کہ جو شخص اکیلا کھڑا ہوا تھا اور اسکو آپ نے اعادہ کا حکم
 فرمایا وہ بضرورت کھڑا ہوا تھا کہ صاف میں جبکہ باقی نہیں تھی یا بلا ضرورت
 کھڑا ہو گیا تھا **۲ قول** اس سے صاحب طفر کو کیا غرض حدیث میں تو مطلق
 ہے کہ جو شخص اکیلا صاف کے پیچھے کھڑا ہوا اسکی نماز نہیں ہوتی خواہ بلا ضرورت
 ہو یا با ضرورت مع ذاک حدیث میں صاف تصریح موجود ہے کہ دونوں صورتوں
 سے نماز نہیں ہوتی طبرانی کی روایت میں صاف ہے کہ (کیونکہ نہ داخل ہوا
 تو ساتھ اور نہ صاف میں یا کھنچ لیتا تو کسی مرد کو) اس کو غور سے ملاحظہ
 فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف تصریح دونوں صورتوں
 کی فرمادی ہے یعنی اگر جبکہ تھی تو کیونکہ نہ تو داخل ہو گیا اگر نہ تھی تو کسی دوسرے
 کو کیونکہ نہ کھنچ لیا دوسری احتمال تنہا کھڑے ہونے میں تھے دونوں کو آپ نے
 بیان فرمادیا کہ تیری نماز نہیں باعث سے نہ ہوئی فقط **قول** پر آپ کے
 حکم اعادہ کے فرمانے سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اکیلے نماز ہوتی ہی نہیں الخ
۱ قول مطلق کی روایت سے جس کو صاحب طفر نے نقل کیا ہے صاف
 معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اکیلا صاف کے پیچھے کھڑا ہوا اسکی نماز ہوتی ہی نہیں

افسوس ہے کہ آپ احادیث کو بھی نظر نہیں کرتے بلا سوچے سمجھے جو چاہو
 میں بکھدیتے ہیں جو قول آپ کا ہوتا ہے چشم بد دور سننے والا یہ سبیر معجب
 کرتا ہے یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ کراہیت نزعہ میں بھی اقارہ نماز کا اولے
 ہے جناب میں یہاں اولے اور خلاف اولے میں گفتگو نہیں ہے گفتگو تو یہاں
 اس امر میں ہے کہ نماز ہی سرے سے ہوتی ہے یا نہیں حدیث سے معلوم
 ہوتا ہے کہ سرے سے نماز ہی نہیں ہوتی نہ یہ کہ مکروہ ہوتی ہے نہ فقط
قال صاحب الظفر اور ایک مشہد امام اعظم اور امام مالک اور امام شافعی اور
 امام احمد بن حنبل کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم
 میں اوتیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اور علامہ مٹھرنے ررقانے شرح مولانا
 امام مالک میں لکھا ہے کہ اعتکاف میں بیٹھے والا داخل ہو چکے اعتکاف کے
 پہلے غروب ہونے کے آفتاب سے سوا امام اعظم اور ائمہ ثلاثہ نے اس مسئلہ میں
 خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم میں روایت ہے حضرت عائشہ
 رضی اللہ عنہا سے **قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى إِذَا آتَا أَذَانَ يَغْتَكِفُ صَلَاتَهُ أَنْ يَجِدَ كَيْفَ**
دَخَلَ مُغْتَكِفًا یعنی کہا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت
 کہ راہ کرتے اعتکاف کرنے کا نماز پڑھتے فجر کی پہرہ داخل ہوتے ہیں جبکہ
 اعتکاف اپنے کے **قائداً** یہ حدیث صاف دلیل ہے اس پر کہ ابتدا
 اعتکاف کے بعد نماز فجر کی ہے اور یہی مذہب ہے اہل ثراعی اور ثوری
 اور لیث کا یہ ایک قول کے اور ائمہ اربعہ جو قائل کے نہیں ہیں سوائے
 نزدیک تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ حضرت سادہ نیت اعتکاف کے پہلے غروب
 ہونے آفتاب کے مسجد میں آتے تھے اور شب کو وہاں رہتے تھے جب نماز
 صبح کی پڑھتے تو اس حجرہ میں کہ اعتکاف کے لئے بوریشے کا بنایا جاتا تھا داخل

ہوتے تا انکے زمین لوگوں سے پس ابتدائے اعتکاف کا مغرب کے وقت سے
 تھا اور داخل ہونا اعتکاف کی جگہ میں صبح کو اسی طرح لکھا ہے شیخ عبدالحق نے
 ترجمہ مشکوٰۃ میں سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ تاویل باطل اور بالکل خلاف ہے
 ظاہر حدیث کے اور سنت مقدم ہے احتمال عقلی پر یہی طرح لکھا ہے مشکوٰۃ
 شرح بلوغ المرام میں **قال لمعتصر** ہم آپ سے یہ قسم پوچھتے ہیں کہ اسکے
 باطل ہونے کی کیا دلیل ہے ظاہر ہے لفظ معتکف سے یہی ہے جو ایامہ اربعہ
 سجھے ہیں **اقول** ہم آپ سے یہ قسم پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کو باطل ہونا
 اس احتمال کا معلوم نہیں اگر نہیں معلوم ہے تو خیر ہم بتا دیں گے۔
 سنئے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز
 پڑھ کر معتکف میں تشریف لاتے تھے اعتکاف کے لئے اور ایامہ اربعہ کے
 نزدیک یہ ہے کہ قبل غروب کے اعتکاف کرتے تھے ظاہر ہے کہ قبل
 غروب کا اس حدیث سے کہیں اثر نہیں معلوم ہوتا لہذا اسکے باطل
 ہونے میں کیا شبہ ہے **قولہ** اور مسک الختام کتاب غیر معتبر ہے بسبب
 اسکے کہ مصنف اسکا غیر معتبر ہے اسے اس کے حکم کا کیا اعتبار ہے۔
اقول مسک الختام تو عمدہ کتاب ہے کہ قبل ازین ایسی شیخ بلوغ المرام
 کے تصنیف ہے نہیں ہوئی ہر مشکوٰۃ کو مؤلف نے کمال عرق ریزی سے بقاعدہ
 محدثین کے لکھا ہے اور تاویل اور تخریف جاپلین کو باطل کیا ہے اسد نقی نے
 اسکے مؤلف کو جزائے خیر عنایت کر کے آپ جیسے خفاش نظرون کو یہ آفتاب
 تحقیق کا نہ نظر آوے تو اپنے بصارت کا علاج کیجئے اور آپ کے مصداق
 حال یہ کیا ہی شعر شاعر کا ہے۔

گر نہ بنید بوز شپہ چشم ۛ چشمہ آفتاب راحہ گناہ

مسک الختام تو وہ کتاب ہے کہ جس کو علماء حرمین شریفین و علماء حجاز و مصر و شام
 و یمن نے پسند کیا ہے ایک آپ اور ایک آپ کے وکیل کے کھدیشے سے کیا
 کوئی کتاب معتبر غیر معتبر ہو جائے گی آپ کے یہاں یوں نے تو جمع حدیث کے
 کتابوں کو غیر معتبر کہہ دیا ہے ویکھئے قادی عبدالرحمن یانی جیسے کہتے ہیں کہ
 ان حدیث کی کتابوں کا کیا اعتبار دمان آپ کی کتب جو جامع رطب یا لبس
 و غیب بن بن کی ہیں وہ البتہ بیک غیر معتبر ہیں اسی واسطے کوئی اون کو
 پوچھا نہیں خلاف کتب مؤلف مسک الختام کے کہ ایک عالم اون کا خزانہ
 ہیں اور یہ جو دلیل آپ کے اس کتاب کے غیر معتبر ہونے کے بکھی ہے نہایت
 ہی واهیات ہے مؤلف مسک الختام کا تو وہ محقق مفسر محدث ہے کہ قرآن
 سابقین ہی اسکا نظیر نہیں نظر آتا آپ ہی بادیوں کے پہلے اس کثرت سے
 کس نے تصانیف کی ہیں اور ایسی تصانیف کس مؤلف کی مشہور ہوئی ہیں یہی وجہ
 ہے کہ علماء حجاز و یمن و مصر آپ کے نام سے گردن بست کر لیتے ہیں اور آپ کے
 تحقیق سے انحراف نہیں کرتے ایسا کو مسجد و اس صدی کا خیال کرتے ہیں جو جو
 آپ کے اوصاف حمیدہ و افعال پسندیدہ ہیں مجہ کو کیا طاقت ہے کہ میں پہلا
 منصفین تفسیر فتح البیان و عون الباری شرح صحیح بخاری و ابجد العلوم
 و دلیل الطالب و غیرہ کتب مؤلفہ مؤلف مسک الختام و امجدہ کو دیکھ کر
 آپ کی قدر و منزلت معلوم کر سکتے ہیں **قولہ** صدہا آموز مسک الختام میں
 خلاف تحقیق و مخالف سلف صالح موجود ہیں **اقول** بندہ سے خدا کو جہوٹ
 اور افترا پر کیوں کر باز نہ کر طیار ہوئے ہوئے ہو کبھی تو سچ ہی بولا کرو۔
 مسک الختام میں تو کوئی امر بھی خلاف سلف صالحین کے نہیں ہے آنجو
 قسم ہے کہ آپ دس پانچ امر اپنی خلاف سلف صالح کے ہیں میں ہی کالین

صدہ تو ایک طرف آپ تو کیا اگر آپ کے سب انصار بھی جمع ہو کر نکالیں تو یہی
 نہ نکل سکے ہن یہ کہنے تو مجاہد ہے کہ مسک الختام میں صدہ امور خلاف تحقیق و
 مخالف اہل راے کے ہیں مگر انہر پیر آپ کو ایک اور قباحیت واقع ہوگی کہ
 بخاری و مسلم بلکہ قرآن شریف میں بہت سی امور خلاف اہل راے کے ہیں
 آپ سے مجھ کو کچھ تعجب بھی نہیں کہ قرآن و حدیث کو بھی بے اعتبار بیٹیر ادیوں
 آپ کے بہائی تو بیٹیر اسی ٹیکے میں یہ بھی ایک قیامت کی علامت سے قیامت
 بہت قریب ہے دیکھئے آپ لوگ آگے چلکر اور کیا کرتے ہیں اللہ آپ کو ہدایت
 کرے **قولہ** اور موافق مذہب امیر اربعہ کے یہ حدیث ہے جس کو وار قطنی اور
 بیہقی نے شعب الایمان میں عائشہ سے روایت کیا ان النبی صلی علیہ وسلم کان یعتکف
 العشر الاواخر من رمضان حتی یؤتیہ اللہ فیہ **قولہ** اس حدیث سے اور
 جو احادیث آپ نے نقل کی ہیں کوئی مطلب آپ کا نہیں نکلتا کیونکہ ان احادیث
 کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم عشرہ اخیرہ میں اعتکاف
 کرتے تھے اس سے یہ نہیں نکلتا کہ ابتدا و اعتکاف کے قبل غروب آفتاب
 کے تھی ہن اگر کوئی ایسی حدیث نقل کریں جس سے صریح یہ معلوم ہو کہ ابتدا
 اعتکاف رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے تھی تو البتہ آپ کے مدعا کی تائید
 ہو سکتی ہے بدون اس کے شرطاً لقا ہے **قولہ** اور پھر ظاہر ہے کہ عشرہ
 اخیرہ رمضان میں اکیسویں شب داخل ہے کیونکہ شرعاً رات گذشتہ آئندہ
 دن کے تابع ہوتی ہے الی قولہ یس عشرہ اخیرہ کا اعتکاف جب صحیح ہوگا کہ
 کہ معتکف مسجد میں قبل غروب آفتاب بیسویں تاریخ کی جاوے تو شب اکیسویں
 کہ عشرہ اخیرہ میں داخل ہے داخل اعتکاف ہو جاوے **قولہ** صاحب ظفر
 اسکا کب انکار کرتا ہے کہ حجت آپ کی اس پر تمام ہو جائے اگر صاحب ظفر یہ

کہتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اکیسویں کو معتکف میں داخل ہوئے
تھے تو البتہ کلام آپ کا صحیح ہو سکتا تھا بلکہ محدثین اور صاحب نظر کا تو یہ قول
ہے کہ صبح بیسویں کو معتکف میں داخل ہو تو کہ دونوں حدیثوں پر عمل صحیح ہو
پانچ بجے بین الا و تیرا اور میرے بہت پرانیوں کا اس پر عمل ہے کہ صبح کو بیسویں
کے معتکف میں داخل ہو کر پچھن تو کہ اس حدیث مذکورہ پر یہی عمل ہو اور عشرہ
اخیرہ کا بھی اعتکاف صحیح ہوا الحمد للہ کہ سب قول آپ کے لغو ہوئے اور مولف
فتح البین نے یہی ہی ثابت کیا ہے کہ عشرہ اخیرہ میں شب اکیسویں ہی داخل
ہے اسکا بھی جواب وہی ہے جو اوپر گزرا قال صاحب لفظ مذہبہ وغیرہ
فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جنازے کی نماز میں پانچ تکبیریں کہنی جائز نہیں اگر
امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی متابعت اوسکی نہ کرے اور یہ مذہب امام اعظم
کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ مسلم میں
روایت ہے عبدالرحمن بن ابی ملی سے کہا ہے زید بن ارقم تکبیریں کہتے ہمارے
جنازوں پر چار اور تحقیق ادھون نے تکبیریں کہیں ایک جنازے پر پانچ پس
پوچھا میں نے ان سے کہ ہمیشہ چار تکبیریں کہتے تھے آج پانچ کیوں کہیں۔
پس کہا ادھون نے کہ تھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پانچ تکبیریں کہتے۔

فائدہ

بلوغ الکرام میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سہل بن حنفیہ کے جنازے پر چھ
تکبیریں کہیں اور زقانی شح موطا امام مالک میں ہے کہ ابن مسعود نے جنازے
کی نماز میں پانچ تکبیریں کہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اصل بدر پر چھ تکبیریں
کہا کرتے تھے **قال المعتبر** حضرت آپ نے حدیث صحیحہ مسلم کو کسی طبعی علم سے

پڑے اور عبارت نووی کی جو اسکی شرح میں لکھی ہے نہ پڑھی تا حقیقت
 منکشف ہو جاتی دیدار کی طبع مبارک سے بھی جاتی تھی نووی کی عبارت یہ ہے اے
قولہ یہ حدیث منسوخ ہے ولات کیا ہے اجماع علماء اہل سنت محمدیہ نے اسکے
 منسوخ ہونے پر **اقول** معترض صاحب کو اپنے اصول کی یہی خبر نہیں
 ہے کہ اجماع بھی ناسخ سنت کے ہو سکتا ہے یا نہیں اور نہیں تو فوراً اور الاقرار
 کا ہی مطالبہ کر لیا ہوتا کیا امام نووی کے کسی حدیث کو منسوخ لکھ دینے سے وہ
 حدیث منسوخ ہو جاوے گی امام نووی کون کون کون حدیث کو منسوخ پھر امین اگر
 امام نووی کے کہنے پر حدیث کی منسوخیت کا دار مدار ہے تو بہت سادہ سبب
 حقیقی آپ کو منسوخ کہنا پڑے گا کیونکہ اکثر احادیث کو جن سے حنفیہ کو استدلال
 کیا ہے امام نووی نے ضعیف اور منسوخ کہا ہے اذ لَئِنْ فَلَيْسَ ابْنُ مَسْمُومٍ
 اس آپ کے کلام پر مفصل کلام کرتے ہیں دو وجہ سے۔

وجہ اول

یہ ہے کہ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ اجماع چار تکبیروں پر ہوا ہے جو شخص عی
 اجماع کا ہو وہ سند اجماع کی بیان کرے اور داعی اجماع کا بیان کرے کیونکہ
 بغیر دونوں امور کے اجماع کا اعتقاد نہیں ہو سکتا مسلم الثبوت میں ہے
 کہ اجماع الاثنین مستند یعنی نہیں اجماع مگر سند سے نور الاولاد میں ہے کہ
 لا بد من داعی عنک ما قال لمصنف یعنی ضرور ہے اجماع کے لئے داعی سے۔
 جیسا کہ مصنف نے کہا ہے ان دونوں عبادتوں سے معلوم ہوا کہ اجماع کے
 لئے ان دو چیزوں کا ہونا ضرور ہے اب جو داعی اجماع کا ہو وہ ان دونوں کو
 بیان کرے پہلے تو ہم نے بطور منع کے یہ کلام کیا تھا اب اس سے ترقی کر کے

دعویٰ کرتے ہیں کہ اجماع نہیں ہوا کیونکہ دو حال سے خالی نہیں اجماع
 سے مراد صحابہ کا اجماع ہے یا غیر کا اجماع صحابہ کا تو ظاہر ہے کہ نہیں ہوا کیونکہ
 اگر صحابہ کا اجماع ہوتا تو حضرت علی و زید بن ارقم وغیرہ اس کے کیوں خلاف
 کرتے روایت حضرت علی و زید بن ارقم و عبد اللہ بن سعد کے کلام صاحب
 میں گذری اور اگر صحابہ کے غیر کا اجماع مراد ہے تو اس کو بیان کریں کہ کس
 زمانہ میں اجماع ہوا تو کہ اس پر کلام کیا جاوے مگر عبارت ترمذی کا ملاحظہ
 کر لیوین کیونکہ ترمذی نے اپنے جامع میں نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ اور سوا
 ان کے اور بھی پانچ تکمیل کی طرف گئے ہیں اب آپ خیال کریں کہ غیر ہم
 اور کون مراد ہیں اور امام احمد اور اسحق نے بھی فرمایا ہے کہ اگر امام یا پانچ تکمیل
 کے تو مقتدی آپس کی تابعداری کرے اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ امام احمد
 و اسحق تک تو اجماع نہیں ہوا معلوم نہیں یہ اجماع کہاں ہے اگر امام احمد نے
 سچ فرمایا ہے کہ جو دعویٰ اجماع کا کرے وہ جھوٹا ہے۔

تمام ہوئی وجہ قل

وجہ دوم

اگر ہم مان بھی لیتے ہیں کہ اجماع چار تکمیلوں پر ہو گیا ہے کہ چار تکمیلوں سے زائد
 کسی جاوین اس پر بھی ہم کہتے ہیں کہ جس کو ادنیٰ امام غلام اصول سے ہے
 وہ بخوبی جانتا ہے کہ اجماع مانع سنت اور کتاب کے نہیں ہوتا اور امام احمد
 سے قائل قیاس کا فیصلہ ناسخ آئی نیکل مع کتاب و سنت و ہذا جماع الی
 قال و کذا جماع عینہ انعم و کذا فیصلہ ناسخ آئی عینہ و کذا فیصلہ
 عن اجماع الیٰ آراء یعنی قیاس نہیں جماعت یہ کہتا ہے نسخ کو بعد

ہر ایک کو کتاب و سنت و اجماع سے منسوخ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا یہاں تک
 فرمایا کہ ایسا ہی اجماع نزدیک جہور کے نہیں صلاحیت رکھتا ہے نسخ کے واسطے
 کسی شے کی اولیٰ کیونکہ وہ عبارت ہے مجتمع ہونے اور ان سے آتے اس سے
 معلوم ہوا کہ اجماع سے سنت منسوخ نہیں ہو سکتی اس تحقیق سے نفی ہوتے
 کل قول معتزلہ کے آخر قول تک اور یہی جواب ہے قول نووی و حازمی کا
 اور مؤلف فتح المبیین نے بھی اس میں کوئی نئی بات سوا اس کے نہیں کہی
 ان کا یہی جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

فائدہ

جاننا چاہیے کہ صاحب طفر نے فقط کلام حوازیہ و اید تجہرات پر کیا ہے کہ چار سے
 و اید بھی جائید میں یا نہیں اتنے راجح کیا ہے راجح چار ہی میں کما قال
 الشیخ کا فی فی بنیال کو طحاوی امام صاحب کے نزدیک چار سے زائد جائز ہی
 نہیں میں اس پر صاحب طفر کا اعتقاد ہے قال صاحب الطفر ہذا
 وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت میں بعد
 دو لون سجدوں کے جلسہ استراحت کا کرنا یعنی بیٹھنا اٹھنا درست نہیں اور یہ
 مذہب امام اعظم کا ہے سوا امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے۔ ان
 چار حدیثوں کا پہلی حدیث بخاری اور ترمذی اور نسائی میں روایت ہے مالک بن
 حویرث رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھتے
 تھے پس جس وقت ہوتے سج طاق رکعت کے نماز اپنی سے نہ کھڑے ہوتے
 یہاں تک کہ سیدھے بیٹھتے۔ **نسخ قال المعتزلہ** آپ کو یہ بھی معلوم ہے نہیں
 کہ اس امر کے صرف امام اعظم نہیں قائل ہیں بلکہ ایک جماعت عظیمہ صحابہ کا یہی
 مشرب ہے اور بعد از ماہ صحابہ کے ایک طاائفہ عظیمہ علماء کا یہی قول ہے لہذا

اقول ان نکتہ باتوں سے کیا حاصل صاحب ظفر کے نزدیک تو اقول
 افعال صحابہ کے مطاعی حجت ہے نہیں چہ جائیکہ حدیث مرفوع کے مقابل میں
 اگر عدم حلیہ استراحت کے بارے میں کوئی حدیث صحیح آپ کے پاس ہے تو
 لائے ورنہ فقط دو چار آثار سے کام نہیں چلتا حالانکہ خود آپ امام الکلام میں
 فرمایا ہے کہ قول صحابی کا وقت مرفوع حدیث کے حجت نہیں ہے عبارت
 آپ کی یہ ہے **السَّادُ مِنْ أَكْثَرِ صَحِيحِ أَبِي الْأَعْمَاسِ وَغَيْرِهِمْ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**
مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ مِنْهُ یعنی چھپا یہ ہے کہ تصریح کی ہے ابن الہمام وغیرہ
 نے کہ قول صحابی کا حجت ہے جب تک کہ بغیر کرے اسکو کوئی نئے سنت سے
 پس اب جو آثار آپ نے نقل کئے ہیں مقابل میں احادیث مرفوعہ کے سب آپ کے
 ہی کلام سے انہیں **قولہ** اور نووی نے لکھا ہے **اقول** جناب میں
 اگر آپ پوری عبارت امام نووی کی نقل کر دیتے تو کیا خوب ہوتا انصاف کیجئے
 کہ امام نووی نے کسکو ترجیح دی ہے امام نووی نے تو حلیہ استراحت کو ہی ثابت
 کیا ہے جیسا کہ نہیں پوشیدہ ہے جسے مطالعہ نووی کا کیا ہے **قولہ** اور یام
 بن قطلوبغا کے رسالے **الاستبصار فی کیفیۃ النجاشی** میں ہے **اقول**
 قاسم بن قطلوبغا کا یہ قول محض بے اصل ہے کوئی اس پر دلیل نہیں ہے اگر اس
 قول کی کوئی سند ہو تو لاشیہ بھلا اگر صحابہ کا اجماع عدم حلیہ استراحت پر ہوتا تو
 امام شافعی وغیرہ مجتہدین کیوں اس کے قائل ہوتے اور امام احمد اسکی طرف
 کیوں رجوع کرتے امام شوکانی نزل لا وطارین فرماتے ہیں جلد ثانی میں ہے
وَقَدْ رَوَيْتُ فِي ذَلِكَ الشَّيْءِ فِي الْمَشْهُورِ عَنْهُ وَطَائِفَةٍ مِنْ أَهْلِ تَحْقِيقِ
عَنْ أَحْمَدَ دَرَانِيَّانٍ وَذَكَرْنَا تَحْدِثَ لَوْلَا أَنَّ أَحْمَدَ رَاجَعَ إِلَيْنَا الْقَوْلَ بِأَنَّ
 اور تحقیق گئے ہیں طرف اسکی امام شافعی مشہور قول میں اور ایک طائفہ مجتہدین کا

اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں اور ضلال نے امام احمد سے ذکر کیا ہے کہ ہر ائمہ
 انہوں نے اسکی طرف یعنی جلسہ استراحت کے قول کی طرف رجوع کیا ہے معلوم
 ہوتا ہے کہ معتزل صاحب آئندہ بند کر کے بکھتے چلے جاتے ہیں اپنے اصول
 فروع کا بھی ملاحظہ نہیں فرماتے کیا مجتہد ہونے کے واسطے اصول فقہ میں
 یہ شرط نہیں لکھی ہے کہ اس کو اجماع سابق کی خبر ہو پہلا امام شافعی و احمد کیسے
 مجتہد تھے کہ ان کو اس اجماع کی خبر نہ ہوئی قولہ اور کرنا میں کا حنفیہ کو نزدیک
 بالکل منع نہیں ہے یا ائمہ امام ابو حنیفہ پر اس مسئلہ میں اعتراض کرنا خالی منہات
 سے نہیں اقوال اکثر متون فقہ میں لکھا ہے کہ جلسہ استراحت جایز نہیں ہے
 اور یہی ظاہر روایت ہے شد و ذکر کیا اعتبار یوں تو فقہ کیا ایسی معجون مرکب
 ہے کہ اس میں ہر قسم کی روایتیں موجود ہیں مگر محققین کے نزدیک اعتبار بظاہر
 روایت کا ہے صاحب طفر نے اعتراض بنا پر ظاہر روایت کے کیا ہے ظاہر
 روایت کا نہ خیال کرنا یہ محض آپ کی سفاہت اور دہوکا دہی ہے معتزل صاحب کا
 عجیب حال ہے کہ کہیں ظاہر روایت و متون معتبرہ کا اعتبار کرتے ہیں کبھی
 روایات شاذہ کی طرف دوڑتے ہیں یہ سب خارجی تقلید کی وجہ سے ہے حضرت
 معتزل تقلید کا پردہ اٹھا کر انصاف سے دیکھا کریں فقط قال صاحب ظفر
 ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نہ مارے حد مودے غلام اپنے کو مگر
 ساتھ اذن امام کے اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ
 میں خلاف کیا ہے ان میں حدیثوں کا پہلی حدیث مسلم میں روایت ہے ابی ہریرہ
 سے کہ کہا تھا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے جب
 زنا کرے تو نہ ہی کسی کی تم میں سے ہو ظاہر ہو نہ تا اوس کا تو چاہیے کہ مارے
 اوس کو حد اور نہ ملا مت کرے اوس کو پھر اگر تیسری بار زنا کرے تو بیچ ڈالے

اوس کو اگرچہ بالون کی رسی پر سے کوئی کیوسے دوسری حدیث ابو داؤد و میں روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قایم کرو حد اپنی لونڈی غلاموں پر **قال لمعتصر** **قال** یہ جو حدیثیں آپ نے صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد سے بیان کیں اس میں تیسری حدیث تو مرفوع نہیں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ **ایح قول** تیسری حدیث کو مرفوع نہ جانا اس پر مال ہے کہ معتصر کو کوچہ اصول سے گذر نہیں کئی کچھ قاعدہ اصول حدیث کا ہے کہ زیادتی ثقہ کی معتبر ہے یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض طرق سے مرفوع آتی ہے جیسا کہ روایت ابو داؤد سے معلوم ہوتا ہے اور بعض طرق سے موقوف تو اب بموجب قاعدہ اصول کے یہ حدیث مرفوع شمار کی جاوے گی مع ذلک حجت کے لئے تو ایک حدیث ہی کانے ہے چہ جائیکہ آپ دو حدیثوں کے مرفوع ہونے کا اقرار کرتے ہیں **قولہ** ان سب سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ بغیر اذن امام کے مولے اعدائے مخالف لازم آوے **اقول** جواب اس کا کئی وجہ سے ہے۔

وجہ اول

یہ ہے کہ ظاہر حدیث سے یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ سید کو اپنے غلام پر حد قایم کرنے کے لئے اذن کی کچھ حاجت نہیں ہے اور یہی مطلب ان احادیث سے صحابہ و تابعین و علماء مجتہدین نے سمجھا ہے امام ترمذی اپنے جامع میں تحت حدیث ابی ہریرہ **ع** **قَالَ** **رَأَى** **أَمَةً** **أَحَدًا** **كُمًّا** **يُحْجِلُّهَا** **فَكَرَّهَ** **فَرَمَاتِهِ** **مِنْ** **وَأَقْبَلَ** **عَلَيْهَا** **فَعَفَّنَ** **عَنْ** **أَعْلَمَ** **مِنْ** **أَصْحَابِ** **السَّيِّئَةِ** **صَلَّمَ** **وَعَفَّى** **هَمَّ** **رَأَافَاتٍ** **يُسَمَّى** **الرَّجُلُ** **لِحَدِّ** **عَلَيْ** **مَمْلُوكِهِ** **وَوَقَّ** **السُّلْطَانَ** **وَهُوَ** **قَوْلُ** **أَحْمَدَ** **إِنْ** **سَلَخَ** **وَقَالَ** **بَعْضُهُمْ** **يُدْفَعُ** **إِلَى** **السُّلْطَانِ** **وَلَا** **يُصَيِّمُ** **الْحَدَّ** **كَوَيْتِفِهِ** **وَأَقْبَلَ**

لکھا کہ شیخ رحمہ اور عمل سپرزدیک بعض اہل علم کے ہے اصحاب نے صلعم
 اور سوادن کے سے جائز رکھتے ہیں اس کو کہ قایم کرے آدمی حد کو اپنے غلام پر
 ماسوا سلطان کے اور یہی قول احمد اور اسحق کا ہے اور کہا بعض ان کے سے
 دفع کرے طرف سلطان کے اور نہ قایم کرے وہ حد کو خود اور قول پہلا زیادہ
 صحیح ہے امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں وَفِيهِ أَنَّ السَّيِّدَ يُقِيمُ الْحَدَّ عَلَى
 عَبْدِهِ وَآمَتِهِ وَهَذَا أَمَدُ هَيْئَتِهِ وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ
 الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ جَعَلَهُمْ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ فِي طَائِفَةٍ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ
 وَهَذَا الْحَدِيثُ صَاحِحٌ فِيهِ أَنَّ اللَّهَ لَا يَجْعَلُ مُؤْمِرًا مَرْحُومًا اور اس میں یہ ہے کہ ہر ائمہ
 سید قایم کرے حد کو اپنے غلام باندی پر اور یہ مذہب ہمارا ہے اور مذہب
 مالک اور احمد اور جمہور علماء کا صحابہ اور تابعین سے اور ان لوگوں سے جو بعد
 ان کے ہیں کہا ابو حنیفہ رحمہ نے حج ایک جماعت کے کہ نہیں ہے واسطے اس کے
 یہ اور یہ حدیث صحیح ہے ولالتکثر نے میں تائید مذہب کے جمہور کے لئے اور
 أَفْضَلُ الْمُحَقِّقِينَ جناب نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بھٹاؤر
 مسکن الختام شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں صفحہ ۳۱۸ جلد ثانی میں ہے حدیث
 والست بر اقامت حد بر مالک و عام ست در ذکور و اناث و مطلق ست و در
 محسن و غیر محسن و بر آنکہ وجوب اقامت بر مالک ست و در مزوجہ اختلاف
 کردہ اند جمہور گویند حد باختیار سید ست و نزد مالک باختیار امام مگر آنکہ زوج
 او عبد سید باشد کہ درین حال اختیارش بیہیو اہد بود و ظاہر حدیث عدم استرط
 صلاحیت سید ست ابن حزم گفتہ سید اقامت کند مگر آنکہ کا فر باشد زیر کہ تقریر
 کفار بر صغار ست و در اقامت و سے حد منافات ست و نیز ظاہر ش و در
 اختیار حد مرقہ و شرع غیر ست برائے سید و جماعتی و در ان خلاف کردہ

جلاو لیل نامیض عبد الرزاق از ابن عمر آوروہ کہ وہ سے دست غلام خود برید و سرتہ
 و جلد کرد و زنا بدون منع بسوے حاکم و مالک و عروطا آوروہ کہ غلام سے از بستہ
 عبد اللہ بن بکر و زدی کردہ بود و بدان اعتراف نمودہ بحکم عائشہ زہد دست او
 بریدہ شد و شافعی و عبد الرزاق از حنین بن محمد بن علی زہد روایت کردہ اند
 کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حد ز دو اہ خود را کہ زنا کردہ بود و
 ابن و حب و عمرو بن وینار اخرج کردہ کہ فاطمہ تنجاہ تا زیانہ میزد و لیدہ خود را
 وقتیکہ زنا سے کرد الخ این عبارات منقولہ سے معلوم ہوا کہ مذہب جمہور علماء کا
 یہی ہے کہ مرنے اپنے غلام کو حد مارے بغیر اذن سلطان کے صحابہ کرام و
 تابعین عظام و جمہور علماء محدثین و مجتہدین نے ان احادیث سے یہی مطلب
 سمجھا ہے حالانکہ وہ لوگ اصل لسان تھے ان احادیث کا دوسرا مطلب بتانا طعن
 کہ آپ صحابہ و تابعین و علماء مجتہدین پر دیکھئے ابن عمر و کیسے متعین ہوئے
 یہی مطلب سمجھا حضرت عائشہ و فاطمہ نے بنے یہی مطلب سمجھا آپ کے
 سچر ہی خالی ہے ایسی سچ کا کیا علاج۔

وجہ دوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلق آقا و محمد و ذوالکے مالکیت انما تم
 فرمانا صاف دلالت کرتا ہے کہ اذن کی قید اس میں نہیں ہے کیونکہ اب اس کو
 اذن سے متعین کرنا تعقید مطلق کی بغیر کسی دلیل شرعی کے ہے اور یہ درست
 نہیں کہ لا یخفی علی ماہر الاصول۔

وجہ سوم

اذن کی قید ثنائے میں ایک یہ خرابی ہے کہ اس میں تاخیر مزیل بیان عن النکاح
 لازم آتی ہے اور یہ درست نہیں ہے اس لئے قید اذن کی یہی درست

ہین ہے ۔

وجہ ہفتم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب سید دن کو کر کے فرمایا ہے کہ تم حدود کو اپنے غلاموں پر قائم کرو جب ہم نے یہ کہا کہ سنیہ کو اختیار ہے حد قائم کرنے کا ہین ہے جب تک حاکم نہ حکم کرے تو گویا اس خطاب کو جتنے لغو ٹھہرایا پر سید دن کے طرف خطاب کا کیا فائدہ ہوا۔

وجہ ہشتم

جب ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب حاکمون کے سردار بین اذن دی ویکہ تم اپنے غلاموں پر حدود قائم کر لیا کرو تو پر اب بار بار چوٹے حاکمون سے اذن لینے کی کیا ضرورت ہے۔

وجہ نهم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اذن کو کافی نہ سمجھنا اس میں حقارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لازم آتی ہے اور افضلیت دوسروں کی اور مسلمان کی شان سے یہ بہت بعید ہے فقط ان وجوہ مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ مطلب احادیث کا وہی ہے جس کو صاحب ظفر نے سمجھا ہے باقی رہا قول جن وعطا کا جس کو آپ نے نقل کیا ہے اول تو کچھ صاحب ظفر کے منافی ہین ہے مع ذلک یہ قول قابل محبت کے ہین ہے۔

قولہ اور غایۃ البیان میں ہے بخ قول غایۃ البیان کوئی حدیث کی کتاب ہین ہے یہ قول بلا سند کے مقبول ہین اگر سند ہو تو لاشیہ نو کہ پر اس پر کلام کیا جاوے۔ آپ کی کتب میں جو تین صحابہ عبد اللہ بن مسعود و ابن عباس ابن عمر

سے روایت کیا ہے اسکی سند کتب حدیث میں نہیں مالی جاتی بلکہ عبد اللہ بن مسعود سے خلاف اسکا منقول ہے مسک الختام میں ہے شافعی گفتہ و کان ابن مسعود یا محمد بن ابی بکر بن عبد اللہ بن مسعود قولہ اور منشا اسکا یہ ہے کہ حدیثی برادر و گاہ عالم ہے پس اسکے اقامت کا مستحق نہ ہو گا مگر وہ شخص کہ جس کو ولایت شیر عہد اور نیابت الہیہ حاصل ہے یعنی پادشاہ یا قاضی یا جس کو وہ اجازت دے اقول آپ کے نظام سے ہی ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کیونکہ شارع نے سید و مکی غلاموں پر حد قائم کرنے کے لئے اپنا نایب بنایا اور اذن کو اجازت دی تو اب اولیٰ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے غلاموں پر حد و قائم کریں قولہ اور جن احادیث میں مولے کو حکم اقامت حدود کا کیا گیا اس سے عرض یہ ہے کہ مولے مرافقہ اسکا حاکم کی طرف کرے اور اس سے اذن لے کر حد قائم کرے انہ اقول جواب اسکا بیط بیط سے گذر کہ اب اذن لینا محض لغو اور خلاف احادیث کے ہے فتدکر فقط قال صاحب تظہیر ایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ محرم نہ پہنے کوڑتہ اور نہ پاجامہ اور نہ عمامہ

فائدہ

علامہ قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جس محرم کے پاس تہ بند نہ ہو پاجامہ ہی ہو تو وہ پاجامہ کو توڑ کر اسکا تہ بند بنالیں اور اگر پاجامہ ہی نہ ہو تو اسپر دم آویز گا یعنی جانور بنج کرے اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے نہ امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم میں روایت ہے ابن عباس سے کہ کہا سنا میں نے رسول خدا صلعم کو خطبہ فرماتے اور وہ فرماتے تھے کہ جس وقت نہ پاوے محرم پاپوشین تو پہن کر پاپوش اور جس وقت کہ نہ پاوے تہ بند پہنے پاجامہ قال المعتمد صحت آپ نے قسم کہانی

ہے کہ اگر امام کا مذہب مخالف حدیث نہ ہو مگر آپ اس کو ضرور مخالف حدیث
 بتا دیئے اقول آپ نے یہی قسم کہا ہے کہ گو مذہب امام کا مخالف حدیث کے
 ہو مگر آپ خواہ مخواہ یہی کہیں گے کہ موافق حدیث کے ہے قولہ اس حدیث
 میں کہا ہے کہ دم لازم آدم کا اقول اس حدیث میں یہ کہا ہے کہ دم
 لازم آدم کے گا جو آپ اسکا جواب دیوینے وہی صاحب فطر کا تصور فرما دین
 یہ تو جواب الزامی ہے اور جواب تحقیقی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے مطلق پایجاہ اور موزے پہننے کو فرمایا کہ میں دم کا آپ نے ذکر نہیں کیا
 اب جو شخص اس مطلق کو مقید کرے اور ایک زیادتی دم کے ثابت کرے
 اس کے ذمہ لانا و لیل کا ہے نیز وجوب دم میں ایک یہ خرابی ہے کہ تاخیر الپیان
 عن وقت الحاجة لازم آتی ہے اور یہ باتفاق درست نہیں ہے ذرا اپنے
 اصول کا ملاحظہ کریں دیکھئے امام نووی نے شرح مسلم میں اسی واسطے یہ
 کہا ہے کہ اگر دم کا آنا لازم ہو تا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان کرتے
 عبارت امام نووی کی یہ ہے فَقَالَ مَا لَكَ وَالشَّيْءُ خَيْرٌ وَمَنْ دَافَقَهُمَا لَمْ يَكُنْ
 عَلَيْهِ كَذِبٌ لَوْ وَجِبَتْ ذَلَالَةٌ لَبَيَّتُهَا صَلَاحًا لَعَنَ الْكَافِرَ اور شافعی اور اُسو
 جو موافق ان کے ہے کہ کچھ شے اسپر نہیں ہے اس واسطے کہ اگر دم واجب
 ہو تا تو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بیان فرما دیتے مگر حرم کہتا ہے کہ
 ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دم کے وجوب کو بیان صاف دلیل ہے
 کہ دم واجب نہیں ہے قولہ دیکھئے محرم کو بوقت ضرورت سر منڈانا درست
 ہے مگر اسپر کفارہ لازم ہے اقول یہ قیاس آپ کا محض غلط ہے کیونکہ امین
 نو صاف نص ہے کہ جو سر منڈا دے اسپر کفارہ ہے بخلاف پایجاہ پہننے کے
 کہ اس میں شارع نے کچھ بیان نہیں فرمایا اور نہ صحابہ نے دم دیا اب دم کا

وجہ یہ نکالنا کہ شیخین نے **قال صاحب لطف** مردیہ وغیرہ فقہ کی کتابوں
 میں لکھا ہے کہ نخلی کرنا حرمہ بالذکر کا بدون اجازت ولی کے یہی جائز ہے اور یہ
 مذہب اہل امام اعظم کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے ان میں
 حدیثوں کا پہلی حدیث مستند امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور
 دارمی میں روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ کوئی صلی
 علیہ وسلم نے دیا جو عورت کو نخل کرے اپنا بے اذن ولی اپنے کے پس نخل
 اسکا باطل ہے پس کھانچ اسکا باطل ہے پس نخل اسکا باطل ہے اور کہا ترمذی نے
 یہ حدیث حسن ہے اور صحیح کہا اسکو ابو حوانہ اور ابن حبان اور حاکم نے۔ الخ
قال معترض مذہب امام اعظم کا اس مقام پر موافق ہے قرآن کے بنیاد
 قرآن پاک میں نسبت نخل کر لینے کے عورتوں کی طرف کی گئی ہے اور کہیں تعبد
 اجازت ولی کی نہیں ملائی گئی ہے ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے **فَإِنْ طَلَّقَهَا**
فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِهَا تھے تین نخلی تروجا حنیوۃ **اقول** حضرت معترض کا
 عجیب حال ہے کہ وہی تو قرآن کے طرف **فَدِ** تے ہیں اور احادیث رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم کو کو مینہ و مفسرہ اسکے ہیں ہاتھ سے چھوڑتے ہیں جیسا کہ اس مسئلہ میں
 اور کہیں قرآن کو بالائے طاق رہنے دیتے ہیں احادیث انار تو ایک طرف
 علماء علم کلام کے مقلد بنتے ہیں جیسا کہ مسئلہ ایمان میں معترض سے مراد ہوا
 ہے کہ وہی احادیث کو ترک کر کے محض راسی کی طرف چلتے ہیں جیسا کہ مسئلہ سابع
 میں اور کہیں انار کی طرف توجہ کرتے ہیں اور احادیث کی مخالفت سے نہیں
 ڈرتے جیسا کہ **قِيمَتِ الصَّلَاةِ فَلَا صَلَوةَ إِلَّا الْيَكْتُوبُ** میں کہا ہے
 غرض معترض اور جمیع اہل کے بہائی مقلدین کسی قانون کے پابند
 نہیں ہیں قول امام کے بتانے کے فلوہین ہیں یہاں سے صادق آتا ہے

[illegible]

مجلس مشرعیہ کے لیے مذکورہ نام اس کا
کتاب علی بن ابی طالب
مجلس مجلس کیلئے

کہ اگر عورت نکاح پر تیار ہو تو روکنے والی کے کیا متے ہوتے متاعلم میں ہے
 فِي الْاَيَّةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا تَنْتَهِى عَنْ النِّكَاحِ اِنْ كَانَتْ تَمْلِكُ فَلَئِنْ
 يَكُنْ يَتَانِ هَضْلٌ وَلَا يَنْتَهِى الْوَلِيُّ عَنِ الْهَضْلِ مُجْعِيْ بِمَعْنَى اَيْتِ مَنْ دَلِيلٌ
 اس پر کہ تحقیق عورت نہیں مالک ہوتی ہے عقد نکاح کی اس واسطے کہ اگر مالک
 ہو عورت اس کو نہ ہون گے اس جگہ روکنے کے اور نہ واسطے منع کرنے والے
 کے روکنے سے کچھ متے فقط اس تقریر مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت
 مقترض صاحب کا آیات کو لانا بالکل بیکار ہے۔

جوش ثانی

اگر تسلیم ہی کریں کہ نسبت نکاح کے عورتوں کی طرف بھی کی گئی ہے مگر اس سے
 ایک لازم آتا ہے کہ عورتوں کو اذن ولی سے لینا کچھ ضروری نہیں۔

وجہ ثالث

جیسا افتاد نکاح کے لئے اذن ولی کا ضرور ہے ایسے ہی رضا مندی عورتوں
 کی بھی ضرور ہے بموجب احادیث صحیحہ کے تو اب جیسے نسبت نکاح کی ولی
 کی طرف صحیح ہے ایسے ہی عورتوں کی طرف بھی صحیح ہے بقیاوی میں ہے
 وَلَا يَأْكُرُ هَذَا بِالنِّكَاحِ اِنْ هُوَ لَا يَسْبَبُ تَوْفِيقَهُ عَلَيْهِ اِنْ يَهْتَمُّ بِمَعْنَى
 نہ معارضہ کیا جاوے ساتھ اسناد نکاح کے طرف ان کی کیونکہ یہ اسناد ہذا عکس
 موقوف ہونے نکاح کے ان کے اذن پر کی گئی ہے فقط فی الجملہ اسناد ان کی
 طرف بوجہ موقوف ہونے نکاح کے ان کی اذن پر نہ یہ بات کہ اس سے اذن ولی جاتا رہا

وجہ چہارم

نسبت کے لئے تو ادنیٰ سے نسبت بھی کافی ہے جیسا کہ ماہر علوم پر پوشیدہ

نہیں ہے یہاں تو گویا ایک بڑی وجہ نسبت کرنے کی موجود ہے اب فقط سنت سے اذن کے منافی سمجھنا سخت جہالت ہے الحمد للہ کہ ان وجوہ بالا سے معترض کا استدلال باطل ہوا +

قولہ اور موطا وغیرہ میں موجود ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنی ہتھی کا ٹکڑا حکم دیا اور یہاں اذن کے سفر میں تھے حال آنکہ وہ بھی ان احادیث کے راویوں میں ہیں۔ اقول اول معترض کو چاہیے کہ اوسکی سند بیان کرے تو کہ اس میں نظر کی جاوے خیر مہنے مانا کہ اثر حضرت عائشہ رضی کا صحیح ہے مگر اس سے صاحب ظفر پر کب حجت ہو سکتی ہے صاحب ظفر کے نزدیک تو آثار صحابہ حجت ہی نہیں ہیں اور یہ اثر تو بموجب قاعدے حنفیہ کے بھی حجت نہیں کیونکہ مخالف ہے احادیث صحیحہ صریحہ کے معترض اپنی اہتمام سے نقل کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک نقل صحابی کا حجت ہے جب تک اس کو کوئی نئے سنت سے نہ نفی کرے یہاں نفی کرنے والی سنت موجود ہے یا وجود اسکے استدلال کرنا جائز ہے تعجب ہے باقی رہا حضرت عائشہ رضی کا خلاف عمل اپنے روایت کے اس سے کچھ حاصل روایت میں قبح نہیں ہو سکتی اگر ایسا ہی ہے تو حنفیہ کو لازم ہے کہ سفر میں قصر ہی نہ کیا کریں کیونکہ روایت قصر کی حضرت عائشہ رضی سے بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کے صفحہ ۱۴۱ میں موجود ہے اور اسی صفحہ میں یہ بھی ہے کہ خود حضرت عائشہ سفر میں قصر نہیں کرتی تھیں اب جو معترض اس کا جواب دیوں گے وہی صاحب ظفر کا تصور غرماوین فقط قال صاحب ظفر ایک مسئلہ امام عظیم کا مخالف حدیث کے یہ ہے کہ حکم قاضی کا تمام عقد اور وضعی مثل نکاح اور طلاق اور بیع اور اقالہ میں امام عظیم کے نزدیک نافذ ہے ظاہر آؤ گا ملنا چنانچہ ہدایہ اور شرح وقایہ اور کسر الدقائق اور فتاویٰ عالمگیری

اور در المختار اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں لکھا ہے دُکُلُ شَيْءٍ عَرَضَ بِهِ
الْقَاضِي فِي الْمَنَازِلِ بَعْدَ تَحْقِيقِهِ فَهُوَ مِنَ الْبَاطِنِ كَمَا أَنَّ عَيْنَهُ لَا يَبْغِي حَقِيقَةً وَكَذَا
لَا أَقْضِي بِإِسْلَامِهِ لَيْسَ أَوْ جَوْنِهِ كَحُكْمِ كَرَمِ سَاحَةِ قَاضِي ظَاهِرٍ مِنْ سَاحَةِ
حَرَامِ كَرَمِ أَسْكَ كَيْسٍ وَهُوَ (حُكْمُ) بَاطِنٍ مِنْ هَيْهِ أَيْ طَرَحَ هَيْهِ نَزْدِيكَ
أَبِي حَنِيفَةَ كَيْهِ أَوْ أَيْ طَرَحَ هَيْهِ جَبْكَ حُكْمِ كَرَمِ قَاضِي سَاحَةِ حَلَالِ كَرَمِ كَيْهِ
مَشْكَالُ كَوْنِ شَخْصٍ كَيْهِ عَوْرَتِ بِرُوعُو كَرَمِ كَيْهِ مِيرِ جَوْرِ هَيْهِ أَوْ قَاضِي
كَيْهِ سَاحَةِ جَوْرِ هَيْهِ كَوَاهِ مِشْ كَرَمِ مُقَدِّمِ جَبْ كَيْهِ أَوْ وَهُوَ عَوْرَتِ أَوْ كَو
مَجَاوِزِ كَيْهِ وَهُوَ عَوْرَتِ بِحَسْبِ ظَاهِرِ هَيْهِ أَوْ كَيْهِ بِي بِي هَيْهِ أَوْ اس سَاحَةِ صَحْبِ كَرَمِ
هَيْهِ اس شَخْصِ كَو حَلَالِ هَيْهِ عَسَى خَدَا كَيْهِ نَزْدِيكَ هَيْهِ أَيْ طَرَحَ هُوَ كَيْهِ أَوْ مَرْدِ
كَوَاهِ اس عَوْرَتِ كَيْهِ لَيْسَ سَاحَةِ خَدَا كَيْهِ نَزْدِيكَ كَيْهِ مَوَازِنِ نَزْدِيكَ أَوْ رِيهِ هَيْهِ
حُكْمِ هَيْهِ عَوْرَتِ كَيْهِ لَيْسَ هَيْهِ قَالِ الْمَخْضَرُ هَيْهِ أَمْرُ مَرْدِ كَو اس عَوْرَتِ كَيْهِ لَيْسَ
كَأَنَّ كَيْهِ مَوَازِنِ نَزْدِيكَ مُتَضَعٍ أَوْ قَرَابَةِ هَيْهِ أَيْ هَيْهِ عَوْرَتِ مِثْلِ اس شَخْصِ كَيْهِ كُنْهَ كَرَمِ
هَيْهِ مِثْلِ مِثْلِ بَابِ جَوْرِ هَيْهِ دَعَا كَرَمِ كَيْهِ أَوْ جَوْرِ هَيْهِ كَوَاهِ مِشْ كَرَمِ كَيْهِ
أَوْ بِسَبَبِ قَاضِي كَيْهِ قَرِيبِ دِينَ كَيْهِ أَمَامِ كَيْهِ نَزْدِيكَ هَيْهِ كُچْ شَبِّهِ نَهْنِ هَيْهِ
بِحَرَالِ الرِّقِ مِثْلِ هَيْهِ أَوْ قَالِ مَرَادُ كَلَامِ صَاحِبِ طَفَرِ كَرَمِ مَرْدِ كَو اس عَوْرَتِ
كَيْهِ لَيْسَ كَ كُچْ مَوَازِنِ نَزْدِيكَ هَيْهِ هَيْهِ كَبْدِ حُكْمِ كَرَمِ دِينَ قَاضِي كَيْهِ مَرْدِ كَو اس عَوْرَتِ
كَالِ لَيْسَ نَزْدِيكَ هَيْهِ أَوْ وَهُوَ عَوْرَتِ ابِ اس كَيْهِ هَيْهِ ظَاهِرُ أَوْ بَاطِنُ وَطَرِ كَرَمِ
اس كَو حَلَالِ هَيْهِ كَيْهِ كَرَمِ كَرَمِ كَرَمِ كَرَمِ مَوَازِنِ نَزْدِيكَ حُكْمِ قَاضِي كَيْهِ بَاقِي رَهْتِ قَو
وَطَرِ هَيْهِ كَيْهِ حَلَالِ هُوَ بَاقِي رَهْتِ هَيْهِ أَمْرُ مَرْدِ اس شَخْصِ كَو بَاعِثِ دَعَا جَوْرِ هَيْهِ
كَرَمِ أَوْ كَوَاهِ جَوْرِ هَيْهِ مِشْ كَرَمِ كَيْهِ كُچْ مَوَازِنِ نَزْدِيكَ هُوَ كَرَمِ كَرَمِ كَرَمِ كَرَمِ
نَ كَرَمِ نَهْنِ كَرَمِ أَوْ نَزْدِيكَ اس كَلَامِ هَيْهِ نَزْدِيكَ هَيْهِ كَرَمِ صَاحِبِ طَفَرِ كَرَمِ

کہا ہے (کہ اس عورت کے لینے کا) یہ کہ اس عورت کے دعوئے کرنے کا
 اور جو ہونے گواہ قائم کرنے کا کچھ مواخذہ نہیں رہا جو الیقین کی عبارت جو
 نقل کی ہے اسکا بھی یہی حاصل ہے کہ وہ شخص یا عیث و دعویٰ باطل کے
 لگنا رکھو گا تب صاحب نظر کے کلام کو تو نور نہیں کرتے سابق لاحق کی عبارت
 کو دیکھتے نہیں اعتراض اور سافر بندی پر تیار ہو جاتے ہیں قال صاحب الظفر
 امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلے میں اس حدیث کا جو کہ بخاری اور
 میں روایت ہے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
 سے فرمایا اِنَّمَا اَنْتِ رَجُلٌ وَ اَنْتِ كَتَّابَةٌ اِیَّیْ وَ لَعَلَّ تَقْصِیْمُکُمْ اَنْ یَّکُوْنُ اَخْرَجَ
 مِنْ تَقْصِیْمِ تَقْصِیْمِی لَعَلَّیْ تَخْرُجُوْنَ مَعِیْ وَ لَعَلَّیْ تَقْصِیْمُکُمْ اَنْ یَّکُوْنُ اَخْرَجَ
 یَا حُدَّیْہَ یَا مَآءَ قَطْعَ لَہُ قَطْعَہُ مِنَ النَّارِ یعنی سوا اسکے نہیں کہ میں آدمی میدان اور
 تحقیق تم جھگڑتے آتے ہو طرف میری اور شاید کہ بعض مہابا ہووے خوب نظر
 کرنے والا سناہ دلیل اپنی کے بعض سے پس حکم کرنا ہوں میں واسطے اسکے
 ماندا اس چیز کے کہ سننا ہوں میں اس سے پس وہ شخص کہ حکم کر دین میں واسطے
 اوسکے ساتھ کسی چیز کے حق پہاٹی اسکے سے پس نہ لیوے اوسکو میں ہوا
 اسکے نہیں کہ حکم کرنا ہوں میں واسطے اسکے ایک ٹکڑے کا آگ سے اچھا قال
 المقرض آپکی عیب عادت ہے کہ جس چیز کو چاہا موافق اپنی سجدہ کے مخالف
 مذہب امام کہہ دیا قال آپ کی عیب عادت ہے کہ جس حدیث کو چاہتے
 ہیں اپنے امام کے مذہب کی موافق بنا دیتے ہیں گو وہ نفس الامر میں امام کے
 مخالف ہو اور مذہب امام سے کچھ مناسبت رکھتی ہو جیسا کہ حدیث مذکور قول
 امام کا مذہب یہ ہے قال ان جناب امام کا مذہب معلوم ہے اسپر کوئی
 دلیل بتائیے قول اور یہ حدیث جو آپ نے نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے

فہرست قاضی کا صرف باعتبار ظاہر کے ہے وہ محمول ہے اور دعاوی اموال وغیرہ کے میں کما کما دعاوی نے لکھا ہے انہی اقوال یہ حمل طحاوی کا بلا دلیل ہے اور خلاف ہے ظاہر کے حدیث لفظ من قضاۃ لا یفتی کا ہے اور لفظ شے کا عام ہر شامل ہے اموال اور غیر اموال کو اب جو شخص اسکو اموال کے لئے خاص کرے اسکے ذمہ دلیل ہے قول علامہ قاسم بن قطلوبغا رسالہ القول القائم فی تائید حکم الناکم من یکتہ من الاستدلال الطحاوی یمارہا کھن یکتہ فاسفیہا کھن کھن کھن و بن و نکار کھن سعید بن جبیر عن ابن عمر قال تمی التبیہ صلیع بنی انھو سی بنی محمد بن قاتل لہما حسا کھن کھن اللہ واللہ یمکم ان احکمما کا ذب کا سیل لک علیہما انھن حاصل اسکا یہ ہے کما وہی نے شرح معانی الآثار میں امام کے مذہب کی دلیل میں روایت لعان عویمر عجلانی کی پیش کی جو کتب صحاح میں بطریق متعدد مروی ہے کہ عویمر عجلانی نے اپنے بے بے کو مہتم بالزنا کیا اور عورت نے انکار کیا اور عویمر کے پاس کوئی گواہ نہ تھا پس ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم لعان کا دیا بعد لعان کے آپ نے تفریق فرمادی اور شوہر سے کہا کہ اب تجھے کو اس عورت سے کچھ واسطہ نہیں اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ حکم قاضی کا منوچین نافذ ہے ظاہر و باطن کیونکہ پر ظاہر ہے کہ ان دونوں میں ایک ضرور چوٹا ہوتا تھا

اقول بحل السد و توفیقہ استدلال کہہ نا قصہ عویمر عجلانی سے جو در باب لعان کے ہے طحاوی کا اور اس کے مقلد شیخ قاسم کا باطل ہے چند وجہ سے۔

وجہ اول

میں نہیں تسلیم کرتے کہ یہ فرقت جو درمیان عمر اور اس کی زوجہ کے ہوئی وہ
ان کے حکم سے تھی ہو سکتا ہے کہ وہ فرقت حاصل ہو طلاق سے جسکو عویم
دوبہ لعان کہتے دیا تھا صحیح مسلم جلد اول کے صفحہ ۸۸ میں ہے۔ فقہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَمِعَ قِيْلَ فِي صَلَاتِكَ كَذِبٌ فَذَكَرْتُ مَا كَانَتْ سَمِعَتْ
عَسَاوَانَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ قُلْ عَوِيْمًا كَذَبَتْ عَلَيْهِمَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَنْتَ امْسِكْهَا فَظَلَعَتْمَا لَكَ فَاقْبَلْ إِنَّ يَأْمُرُكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَابْنُ شَهَابٍ
فَكَانَتْ سُنَّةُ مُتْلَا عَنِ بْنِ تَرَجَمٍ هـ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بیشک نازل ہوا ہے قرآن تجوین اور تیری بیوی میں پس تو جاسکوئے اور
سجل نے کہا پس دونوں نے لعان کیا اور میں لوگوں کے ساتھ نزدیکی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا پس جبکہ دونوں لعان سے نایع ہوئے
خویر نے کہا یعنی سپر اسے رسول اللہ کے چوٹھ بولا اگر مینے اوسکو اپنے پہا
رو کا پس اوس کو تین طلاق دی پہلے امر کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ابن شہاب نے کہا پس یہی طریقہ متلعنین کا رہا فقط اس حدیث سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ جدائی بعد طلاق کے حاصل ہوئی اور ظاہر قول ابن شہاب کے
کہ طریقہ متلعنین کا رہا اسی کے موید ہے جب تک معتضض اس احتمال کو
نہ اٹھایوین دلیل پھر نا اس قصہ سے ہیک نہیں ہے۔

وجہ دوم

اگر مان بھی لیوین کہ یہ تفریق طلاق سے نہیں ہوئی تو پھر بھی اس امر کو ہم نہیں
تسلیم کرتے کہ تفریق حکم ماکم سے ہوئی بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ تفریق نفس لعان
سے ہوئی جیسا کہ مذہب امام شافعی و مالک و جمہور محدثین و فقہا کا ہے امام
نوموسی شریح صحیح مسلم من فرماتے ہیں وَ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْعُرْقَةِ بِاللِّعَانِ
فَقَالَ مَا لَكَ وَالشَّافِعِيُّ وَالْجَمْعُ هُوَ يَقْعُ الْعُرْقَةُ لَنْ تَكُنْ وَ جَابِلٌ بَشَرٌ الْمَدِينِ
وَمُخْرَمٌ عَلَيْهِمْ حَقُّهَا عَلَى التَّكْلِيفِ بِهَذَا الْحَدِيثِ تَرَجَمٍ ہ علما فرمایا
سے تفریق ہونے میں اختلاف کیا ہے امام مالک اور شافعی و جمہور کہہ رہے

کہ فرقت در میان میان ہوی کے نفس لعان سے واقع ہو جاتی ہے اور اس سبب وہ سیر
 ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے ان احادیث سے فقط یہ فقرہ تو بطور منع کے تھی اب ہم
 بطور رد کے کہتے ہیں کہ یہی نہ سبب ساق ہے احادیث کو اور یہی حق ہے صحیح
 مسلم وغیرہ میں ہے لا یبیل ملک علیہما دوسری روایت میں ہے ذاکم التفریق بین
 من لا یبیل ملک علیہما اب لیس لعان کے مجھ کو اور سبب کچھ نہ ہیں ہے اور یہی لعان
 تفریق کرنے والا ہے درمیان متلاعنین کے امام نووی اسکی شرح میں فرماتے ہیں لا
 یبیل لک علیہا ای کمالک لک علیہا فلا یخ حلافک هذا دلیل علی ان
 الفرقۃ تحصل بنفس اللعان یعنی نہیں ملک ہو واسطے تیرے بخیر نہیں ملک ہے
 واسطے تیرے اسپر نہیں واقع ہوگی طلاق تیری یہ دلیل ہے اسپر تحقیق فرقت
 حاصل ہوتے ہے نفس لعان سے اور (ذاکم التفریق) کی شرح میں فرماتے ہیں آقا
 قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاکم التفریق بیان کمال متلاعنین فی حلالۃ عند
 مالک والشافعی والبخاری بیان ان الفرقۃ تحصل بنفس اللعان بیان کمال
 متلاعنین یعنی قول صلی اللہ علیہ وسلم کا (ذاکم التفریق) بیان کمال متلاعنین
 اسپر سبب کو نزدیک ملک اور شافعی اور جہور کے یہ ہیں کہ تحقیق فرقت حاصل ہوتی ہے
 بنا پر نفس لعان کے درمیان ہو و لعان کرنے والوں کے امام الامیہ امام شوکانی
 مل الاوطار میں فرماتے ہیں و اُحییٰ بیان فَعِنْدَهُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رَفِی
 رَوَاہُ بِقَوْلِهِ لَا یَبِیْلُ لَکَ عَلَیْہَا نَعَقَبَ بِأَنَّ الَّذِیْ یَنْفَعُ جَوَابَ لِسْوَإِ
 الرَّجُلِ عَنْ مَالِہِ الَّذِیْ أَحَدُہُ مِنْہُ وَاجِبٌ بِأَنَّ الْعَبْرَ یَصُومُ اللَّفْظَ وَهَوَ
 زَاکَ فَرَفِی سَیَاقِ النَّصِّ لَیْسَ یَبِیْلُ الْمَالَ وَالْمَدَنَ یَقْضِیْ نَفْیَ تَسْلِطِہِ عَلَیْہَا بِجَوَہِ
 مِنَ الرَّجُلِ وَفَرَفِی حَدِیْثِ لَا یُؤَدُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَفَرَفِی أَنْ لَیْسَ عَلَیْکَ
 فَرَفِی لَا یَسْکُنِیْ مِنْ أَجْلِ الْهَمَّا یَقْتَرِفَانِ بِغَیْرِ طَلَاقٍ وَلَا مَتِّیْ عَنْہَا

نَحْنُ كَاهِلٌ فِي أَمْرِ الْقَهْرِ كَقَوْلِهِمْ مَا يَفْقَسُ الْيَعْلَابُ تَرْجُمَهُ اَرْحَبَتْ
 پڑی ہے ساتھ اُس کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت میں واقع
 ہوا ہے ساتھ نظر (لَا مَسِيلَ لَكَ عَلَيْهَا) کے اور تعصب کیا گیا ہے اس طرح
 کہ یہ حرواق ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب میں سوال آدمی کے مال
 اپنے سے تھا کہ اس عدوت نے اُس سے لیا تھا اور جواب دیا گیا ہے اس تعصب
 کا اسطر حس کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوص موارد کا حالانکہ لفظ مسیل کا کلمہ
 ہے واقع ہوا ہے سیاق نفی میں نہیں شامل ہو گا مال اور بدن کو اور تقاضا کرتا ہے
 نفی تسلط مرد کو عورت کو جو جطر حس وہ تسلط ہوا اور حدیث ابی داؤد میں یونان بڑا
 عباس سے واقع ہوا ہے کہ حکم کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں اسعیر
 حرج کا دینا اور نہ ٹھکانا کیونکہ وہ دونوں جدا ہوئے ہیں بغیر طلاق اللہ نہ متونی ۷۳
 کے یہ حدیث اس میں ظاہر ہے کہ یہ فرقت نفس لعان سے واقع ہوئی تھی نہ حکم
 حاکم سے فقط حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس مسئلہ کو خوب بسط فرمایا ہے
 اور اسکو اچھی طرح ثابت کر دکھایا ہے کہ فرقت نفس لعان سے ہو جاتی ہے نہ حکم حاکم سے
 اگر خوف تطویل کا نہ ہوتا تو آدمی کل عبارتوں کو نقل کرنا سننا وغیرہ چاہیہ جب فرقت
 نفس لعان سے حاصل ہوئی نہ حکم حاکم سے تو استدلال اس مقصد کے ساتھ حکم حاکم پر
 محض لغو ہوتا۔

وجہ سوم

قاضی شوکانی خیل الاوطار میں اور جناب نواب صاحب بدایہ و معارج میں اس
 قصہ کے جواب میں یوں فرمایا ہے عبارت مسک الختام کی چونکہ فارسی کے ہے
 اس لیے اسکی نقل یہ اکتفا کیا جاتا ہے صفحہ ۳۳۳ میں ہے و دیگر ان
 بآں فرستہ کہ اگر حکم در مال ست امر در باطن خلاف ظاہر باشد موجب حل آن بآں

حکوم نہایت و اگر در کج یا حلاق است نافذ است ظاہر و باطن و حدیث راجع بر
مال کرده اند و براسے ما عدا ہے اور احتیاج بقصہ متلازمین کردہ و گفته کہ آنحضرت نفرین
کردہاں متلازمین با احتمال صدق و جعل در بری و از اینجا گرفتہ می شود کہ درہم قصہ
کہ تملیک مال نیست آن قصہ بر ظاہر است اگرچہ باطن بر خلاف می بود و حکم حاکم در ان اصل
تخیل و تخریم میکنند بخلاف اموال این را مقبوض کردہ اند تا کہ فرقت در لغات بطریق
عقوبت واقع میگردد زیرا کہ کاذب بودن کیے انسان ہر دو معلوم است و این خود اصل
بر اہمیت بران قیاس توان کرد و الخ حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہ فرقت بطریق عقوبت
واقع ہوتی ہے کیونکہ یہ تو ضروری معلوم ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کاذب ہی
اس لیے آپ نے ایسی سزا مقرر فرمائی کہ جو ناجوڑ تھا ہے اسکو شامل ہو جاوے

قصہ چہارم

حدیث میں یہ ہے **مَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ مِائَةً دِينَارًا أَفْطَحَ لَهُ قِطْعَةً**
مِنْ النَّارِ یعنی جس کو حکم کروں میں حق بہائی اسکے سو کسی شے کا پس سوار اس کے
نہیں کہ دینا ہوں میں و اسکو اسکے ایک ٹکڑا آگ سے اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
بہان دو ایسے شخصوں کا ہونا ضرور ہے کہ ایک کو ملک سے شے نکلو دوسرے کو قبضہ میں
چلے جاوی اور دگری فضیلہ کی ایک کسرتی میں جو اس جگہ یعنی قصہ متلازمین میں تو
اسکو کچھ علاقہ بھی نہیں کیونکہ اول قہبان ایسے دو شخص نہیں ہوتے کہ ایک کی شے دوسرے
کو دلائی جاوے اور نہ انہیں چاہے کہ ذکر فضیلہ کے ایک کسرتی میں ہر ملک بہان لودگر
فضیلہ کی دونوں کے حقیق ہوتی ہے کیونکہ تفریق یہ ایسی شے ہے کہ دونوں کو سادھی
میں آتی ہے نہ اوس میں کوئی شے نہ وجہ کی زوجہ کے قبضہ میں گئے اور نہ اسکا عکس ہوا
اب اس قصہ کو دلیل پکڑنا محض بے ٹکی نامکنا ہے ان وجوہ بالا سے معلوم ہوا کہ طحاوی و
ناہن بن قطلوبغا نے جو اس قصہ سے استدلال کیا ہے تو نہایت ہی ضعیف و ملکہ باطل

ہے اب حرمین کے کل ذول جو اس حدیث پر انہوں نے سفر کیا مگر باطل ہو گیا
 اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا لَمْ یَنُحِیْہِمْ عَنْ اَلْحَقِّ اَلَّذِیْ لَكَ لَا یُحِیْیُکَ فِی الدُّخَانِ
 اَلَّذِیْ حَبِطَتْ قَبْلِیْ نَافِیْطَةُ فَاثِنَةٍ مِّنْہَا فَفَقَطْ قَوْلُہٗ اور یہی شرح معانی الآثار میں
 ہے وَحَکَمَ رَسُولُ اللّٰہِ وَالتَّبَایِعُ عِیْنِ اِذَا اُتِیَ الْفَارُوقُ وَالتَّحْنِیْتُ قَائِمَةٌ فَاَتَمَّ
 یَحْکُمُ الْاَنْبَیَاءُ مِنْ بَنِیْ اَدْنٰی اَمَّا رِیْبُہٗ لَمْ یُکَلِّمْہٗ عَلٰی کَیْفِہٖ اَنْ یَّخْرُجَ عَنْ مَّوْجِہِ الْمُسْتَعْرِضِ
 حاسل اسکا یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو کبھی روڑی یا کوئی اور چپ بن کر کسی کے ماتہ پر فرحت کرے
 اور بعد اسکو دونوں میں مقدار قیمت میں نرا موڑے مثلاً باقم کہے کہ میں نے دوسو روپے
 کے عوض میں نر فرحت کیا اور کسی کے پاس گواہ نہ ہوں اور وہ کسی فرحت شدہ موجود ہو
 بلکہ نہ ہو وہی ہو ایسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مخالف اور مخالف
 قولہ اور ششتری کو حرام ہوگی اقول اس میں کلام میں نہیں ہے کہ وجہ اول یہ کہ اس حدیث
 کی صحت میں محدثین کو کلام ہے امام شریکانی ثل الادطار میں فرماتے ہیں قَالَ ابْنُ عَبْدِ
 الْبَرِّ اِنَّ هَذَا الْحَدِیْثَ مُسْتَقْبَحٌ اَلَا اَنْتَ مُتَّفِقٌ عَلٰی اَصْلِہٖ عِنْدَ حَمَاحِہٖ تَلَفُّظًا بِالْقَوْلِ
 وَبِنَبْأِہٖ عَلَیْہِ سَیِّئٌ لِّتَلٰہِیْنَ مَرْثُہٗ عِنْدَ اَعْلَہٗ رُوْنِ حُزْمِہٖ بِالْاَدْبَارِ طَاعَ وَكَانَ بَعْدَ عَبْدِ الْحَقِّ
 اَعْلَہٗ تَقُوْنُ وَابْنُ الْفُطَّانِ بِاِتِّحَادِہٖ فِی حَدِیْثِ الرَّحْمٰنِ وَابْنُ سَبِّحٍ جَلَّانَ قَالَ اَلْحَقَّ اِنَّ
 هَذَا حَدِیْثًا قَدْ اَصْطَلَحَ الْعُقَمَاءُ عَلَیْہِ قَبْلَہٗ فَاِنَّ ذٰلِكَ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ اَصْلًا
 اِنْشَآءً فِی اَوَّلِ سَادَہٗ مَعْلٰنَ ترجمہ ابن عبد البر نے فرمایا یہ حدیث مستقطع ہے مگر مشک
 مشہور الاصل ہے نزدیک ایک جماعت کے علمے میں اسکو قبول سے اور بنا کیا ہے اسپر
 انجو بہت کفر و فرس کو اور معلول کہا اسکو ابن حزم نے ماتہ پر اقطاع کے اور تابع ہوئی
 اسکو عبد الحق اور معلول کہا اسکو ابن قفطان نے ماتہ پر خبالہ کے عبد الرحمن اور اسکو با
 اور داد امین خطابی نے کہا کہ یہ حدیث اسکی قبول پر فقہاء نے موافقت کی ہے اسپر
 وال کو اسکو لیے کوئی اصل ہے اگرچہ اسکی سند میں کلام ہے ترجمہ نصیب الراہ میں ہے

حدیث شریکیہ میں کہ روپیہ کے عوض میں نر فرحت کیا

ذکر احادیث کے فرماتے ہیں قَالَ ابْنُ الْقَطَّاعِ بِإِسْنَادٍ مَحْمُودٍ مِنْ أَهْلِ الشَّعْبِ
 رَأَى مَسْعُودَ بْنَ مَعٍ الْأَقْطَاعِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ قَيْسٍ مَجْهُولُ الْحَالِ وَكَانَ لِأَبِيهِ
 قَيْسٌ كَذَلِكَ جَدُّ لَا يَحْكُمُ كَمَا هَاهُنَا ابْنُ الْقَطَّاعِ اور اس میں انقطاع سے درمیان محمد بن
 اشعث اور ابن مسعود کے اور باوجود انقطاع کے پس عبد الرحمن بن قیس مجہول حال ہے
 ایسا ہی باب اسکا قیس اور ایسا ہی داد اسکا محمد بن زبیری مندرجی سے نقل کرتے
 ہیں قَالَ ابْنُ الْقَطَّاعِ رَفِيعُ خَصْرٍ وَكَانَ رَوَى حَدِيثَ الْحَدِيثِ مِنْ طَرَفٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
 ابْنِ مَسْعُودٍ وَكَانَ لَا تَلْبِثُ فَقَطَّاعٌ مَذْرُوبٌ فِي هَذِهِ الْحَقِيقَةِ فَرَمَا کہ تحقیق یہ حدیث بہت
 سے طرق سے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی گئی ہے کل ان کے نہیں ثابت ہیں اور
 ابن حجر مزی سے نقل کرتے ہیں قَالَ ابْنُ الْقَطَّاعِ فِي التَّحْقِيقِ أَنَّ ابْنَيْ هَذَا الْبَابِ
 مَقَالٌ فَإِنَّهَا مَرَّاسِيْلٌ وَصَنَافٌ أَبُو عُبَيْدٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ
 وَآلُ الْعَاسِمِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَلَا عَوْثُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَقَدْ رَوَاهُ الدُّرُوطِيُّ
 يَا لَهَا مَخْتَلَفَةٌ وَمَا سَانِدٌ ضَعِيفَةٌ فِيهَا ابْنُ عِيَّانٍ وَفِي هَذَا بَعْضُ كَيْفِيٍّ وَالْحَسَنُ
 حُجْرَانٌ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَكَانَ ضَعْفٌ أَتَى ترجمہ ابن جوزی نے تحقیق میں فرمایا
 کہ حدیث میں اسباب کی انہیں کلام ہے پس ہر ائمہ وہ مراسیل و صنف ابن ابی عبیدہ
 نے اپنی باپ کو نہیں سنا عبد الرحمن بن قاسم نے بھی ابن مسعود سے نہیں سنا اور نہ عولہ
 بن عبد اللہ نے اور نہ ائمہ اسکو در قطع نے الفاظ مختلفہ اور انسانیہ ضعیفہ سے
 روایت کیا ہے کہ ان میں ابن عباس اور محمد بن ابی یعلیٰ اور حسن بن عمارہ و ابن المزیار
 ہیں اور کل ان کے ضعیف ہیں قطع کلام امام شوکانی در طبی سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث
 ضعیفہ ہے قابل حجت کے نہیں ابابہ ہی فرماتے کہ جب یہ حدیث ضعیف ٹھہری تو
 اس سے کیسی استدلال کیا جاویں اور حجاج بکڑا جو سے احتجاج تک تو اس حدیث
 سے ہر ہی نہیں سکتا چہ جائیکہ معارضہ حدیث صحیحین کا معارضہ کے لیے مساوات ضرور

ہے جیسا کہ اہل علم معقول و اہل پرہیز سیدہ ہمیں اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ذکر کرنا اس حدیث کا معرض استدلال میں محض وہو کہا وہی معترض کے ہے۔

وَجِبْهٌ دُومٌ

اگر ہم اس حدیث کی صحت کو بہت تسلیم کر لیں تو یہی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اور حدیث سابق یعنی (اَنَا اَبْنُ دُرٍّ) میں کچھ بھی منافیات نہیں حدیث سابق سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص کے لیے ایک حق کا اگر حکم کیا جاوے تو اسکو چاہیو کہ نہ لیوی اچانک میں اشیاء میں ایک مقضیٰ علیہ دوسرے مقضیٰ لا قیصر سے وہی جبکہ حکم کیا گیا یہ قیصری سے مقضیٰ علیہ کے قبضہ سے نکال کر مقضیٰ لا کے قبضہ میں بغیر ادائے کسی سے نہ کہے چلی جاوے حدیث اختلاف قبا لعین میں یہ بات نہیں ہے اس میں تو تابع کی اصل خبر پھر اسی کے پاس لوٹ آئی رشتہ پر کہ حسی پسند کا جبر ہوا نہ تابع کو نقصان اسکی مثال ایسے ہوگی جیسے اگر بیچ میں کوئی عیب نکل آتا مشتری بائیم کو باعث اس عیب کے واپس کر دینا اختلاف میں ہونا یہی البتہ کم نقصان عیب جواب دونوں حدیثوں کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا تاہم ائمہ گیارہویں کی غلط فہمی حدیث کی ظاہر ہو گئی و بعد الحمد۔

جب سوم

حدیث اختلاف متابعین سے یہ کہان سے معلوم ہوا کہ اگر بائع نے زیادتی شن میں
دھوکہ دیا ہے جاریہ کو اس دھوکے کو واپس لیا ہے تو اب جاریہ کا لینا بعد اسہ بھی
اسکو حلال ہوا اور اس پر اس دھوکہ بازی کا مواخذہ اٹھ گیا بار ثبوت اسکا ذمہ معترض
ان وجوہ ثلاثہ سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ استدلال ماسحدیث سے بمقابلہ حدیث انشاء انکا
بسیب انکم تحتخصصن اکی ایہ کے خالی مسابقت سے نہیں محض دھوکہ دہی ہے
قولہ پس اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ قاضی کا ایسے امور میں کہ جسکی انشاء و احداث کی ولایت
شرعاً انکو حاصل ہے ظاہر و باطناً نافذ ہے اقوال کوئی بات بھی اپنی معلوم نہ ہوئی اور

انکی عدم فہمی مطالب حدیث کے معلوم ہو گئی ہے سوچے بوجھے طحاوی کی تقلید و حدیث
 اعلان و اختلاف متباہین کوئے آئے یہ نہ سمجھا کہ انکو معارضہ حدیث صحیحین سے کیا علاقہ
 حدیث صحیحین اور ہر کی تقریر سے عالم رہے نہ جیسا کہ مقررین نے دعویٰ کیا ہے **قال صاحب**
الظفر خلاف کیا ہے امام عظیم کا امام ابو یوسف اور امام محمد نے اور کہا موافق شافعی
 کے چنانچہ معدن شمس کثر الدقائق اور تخلص میں لکھا ہے **وَقَالَ أَبُو يُونُسَ**
لَمْ يَكُنْ فِي الشَّافِعِيِّ لَا تَفِيضًا وَلَا طِبًا یعنی اور کہا ابو یوسف اور محمد اور شافعی نے کہ نہیں
 جاری ہوتی مقنا باطن میں **وَقَالَ الْمُتَقَرِّصُونَ** ایک جماعت فقہا حنفیہ نے نصیر کی کہ
 فتویٰ قول صاحبین پر ہے الی قولہ ضعیف ہر اقول اس سو صاحب ظفر کو کیا کام
 فتویٰ خواہ قول صاحبین پر ہو یا قول امام پر غرض صاحب ظفر کی تو اس سے فقط یہی
 قدر ہے کہ امام کے اس قول کو ان کے شاگردوں نے بھی نہیں مانا جب باعث مخالف ہے
 اس قول امام کے حدیث کو شاگردوں نے بھی رد کر دیا تو نہ ہلا اور کو اس قول پر عمل کرنا
 کب درست ہے فقط قولہ **بَابِ** امام کا قول ایسا نہیں کہ اب ایسا شخص ہے
 کوئی اعتراض کر سکے یا حکم مخالف قرآن و حدیث کا دے سکے اقول امام کا قول
 جب مخالف قرآن یا حدیث کے ٹھہرا تو پہر کیوں ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ قول امام کا مخالف
 قرآن کے ہے یا حدیث کے ہمارے یا صاحب ظفر پر کیا انحصار ہے جس شخص کو علم قول
 امام و حدیث خیر الانام کا ہو گا وہ بیشک یہ کہہ دے گا کہ یہ قول امام کا مخالف حدیث خیر الانام
 ہے اگر خواہ پہلا معلوم ہو یا ثانیہ بات پہلی سے چلی آتی ہے کوئی نئی نہیں ہے۔
 ثبوت اسکا شروع بحث تا میں میں گذشتہ کہ **قال صاحب الظفر** اور دلیل امام عظیم و حنفیہ
 یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جب کو ذکر کیا امام محمد نے مبسوط میں کہ پہونچا کہ حضرت علی رضی
 کہ ایک شخص نے پاس گواہ فائم کر دئے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت
 علی رضی نے حکم دید یا عورت کو کہ جادوی مرد پاس نو کہ عورت نے کہ اس مرد نے نہیں

نکل گیا ہے مجھ سے اب اگر پہنچا اب یہی حکم کیا تو آپ نکل کر چلے اور کبھی فرمایا حضرت علیؓ
 نے میں نہیں نجدید کرتا نکل کی نکل کر دیا تیرا دو دن و ن شاد و ن سے سو جواب اسکا
 تین طرح ہے قال المعترضین یہ تینوں طرح کے جواب خطا صواب میں ایک بھی
 اس میں سے قابل اعتبار نہیں الخ اقول یہ تینوں جواب با صواب میں آپ نے جو اعتراضات
 بوجہ کم نہیں کیے ہیں انکے بطلان کو ملاحظہ فرمائیے اور پھر ایسی ہیودہ اعتراضات
 باز آئے قال صاحب الظفر اول یہ کہ یہ حدیث بلا سند اور حدیث طحا
 جے مبدیہ سند میں موقوفہ انقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف و مرود و شمار کی
 جاتی ہے چنانچہ نخبۃ الفکر میں لکھا ہے لَمْ تَلْكَ وَذُوْا اِمَّا اَنْ يَكُوْنَكَ لِسِقْطٍ اَوْ طَعْنٍ فَا
 لِسِقْطٌ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَتْ مِنْ مُبَادِي السَّنَدِ مِنْ مُصَنِّفٍ اَوْ مِنْ اُخْرَى بَعْدَ التَّكْوِيْنِ
 اَوْ غَيْرِ ذَلِكَ فَالْاَوَّلُ لَمْ يَحْكَمْ بِهٖ مَرْدُوْدٌ يَابِہٖ مَرْدُوْدٌ سَلَّمَ كَرْنِ اسناد کے مبدیہ
 راوی کے سوا اسناد کا یہ ہے کہ مبدیہ سند سے مصنف ہو یا آخر کی سند بعد از ان
 کے یا سوا اسکو پہل معلق ہے الخ قال المعترضین جس حدیث کو مبدیہ سند میں موقوفہ
 ہوا اسکو کس نے مطلقاً ضعیف لکھا ہے اور کس کتاب میں اسکو مطلقاً ساقط عن الاعتبار
 کہا ہے اقول حافظ ابن حجر نے شرح نخبۃ میں ابن صلاح نے مقدمہ میں بخادی و غیرہ
 مخرج الغنیہ میں معلق کو ضعیف لکھا ہے اور مقدمہ مستخرج الباری و شرح نخبہ و مقدمہ
 ابن صلاح میں اسکو ساقط عن الاعتبار کہا ہے عبارت حافظ ابن حجر کی شرح نخبہ میں
 صاحب الظفر نے نقل کر دی ہے اور یہی عبارت منہج الوصول کی بھی صاحب نے جو
 حدیث معلق کو ضعیف کہا ہے اس سے مراد انکی یہ ہے کہ حدیث معلق باعتبار حسن حدیث
 ہو بغیر اعتبار خارجی کے محدثین کے نزدیک ضعیف گنی جاتی ہے نہ یہ کہ ہر معلق ضعیف
 ہے گو اسکو خارج میں دوسری سند بھی پائی جاوے آپ نے صاحب الظفر کے قول کو
 سمجھا نہیں بغیر سوچو سمجھو لکھ دیا کہ صاحب الظفر کے نزدیک ہر معلق ضعیف ہے قولہ